خطباتِ علمائے دیوبند

مؤلف

محمد اکرام علی ہزاری باغوی

مدرس مظاہر علوم وقف سہارنپور

- سیرت پاک
- ردِ شیعیت
- تصوف کیا ہے؟
- اتحاد و اتفاق
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- قرآن پاک ... [illegible]
- ذکر اولیاء ... [illegible]
- [illegible]
- ترقی کا راز ... مسلمان
- [illegible]
- اسلام اور دہشت گردی
- اصلاح معاشرہ
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

خطباتِ علماءِ دیوبند

﴿ جلد اول ﴾

بیادگار

ابو حنیفہ وقت فقیہ الامت مجدد ملت حضرت اقدس

مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور، یوپی

﴿ مؤلف ﴾

شارح بخاری حضرت علامہ عثمان غنی صاحب قاسمی

شیخ الحدیث مظاہر علوم (وقف) سہارن پور

کے

تلمیذ رشید

محمد اکرام غنی بزار یاغوی

﴿ ناشر ﴾

کتب خانہ نعیمیہ نزد جامع مسجد دیوبند

نام کتاب:............خطبات علماء دیوبند (جلد اول)
مؤلف:............محمد اکرام یحییٰ ہزار یباغوی
باہتمام:............مالک نعیمیہ دیوبند
کتابت:...قاسمی گرافکس سینٹر دیوبند:۹۷۵۶۱۰۶۳۹۴
ناشر:............کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

فہرست مضامین

انتساب

مادرِ علمی مدرسہ مظاہر علوم وقف کے نام!

جس نے بے شمار محققین، مؤرخین، محدثین، مصنفین اور مؤلفین کو جنم دیا۔

مشفق والدین اطال اللہ عمرہما کے نام!

جنہوں نے بڑی ہی محنت و مشقت سے بندہ کی پرورش کی اور علوم دینیہ سے آراستہ کرنے کا فیصلہ کیا اور جن کی آہ سحرگاہی کی بدولت بندہ آج اس لائق ہوا۔

مخلص باصفا دوستوں کے نام!

جن کے ایثار و محبت نے اس کام کے انجام دینے میں بڑا تعاون دیا۔

فقط والسّلام

محمد اکرام قاسمی ہزاری باغ

خادم سابق مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

دعائیہ کلمات

حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

عزیزی مولوی محمد اکرام تیمی سلمہ جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کے ہونہار فاضل ہیں، ماشاء اللہ لکھنے پڑھنے کا ذوق اور شوق ہے، انھوں نے مختلف دینی موضوعات پر اکابر کے خطبات مرتب کی ہیں۔

دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے اور مدارس اسلامیہ کے طلبہ، دینی ذوق اور مطالعہ کا شوق رکھنے والے حضرات کے لئے مفید اور نافع بنائے۔ آمین

العبد

(مفتی) مظفر حسین المظاہری

۱۴۲۳،۵،۲۲ھ

اظہارِ دل

حامداً ومصلیاً اما بعد:

کم علمی، کم فہمی، کج روی یقیناً اس بات کی اجازت نہیں دے رہی ہے کہ اپنی جرأت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے سامنے آؤں، مگر دوستوں کی بے پناہ محبت، اپنوں کے بے لوث انسانیت نے اس بات پر برانگیختہ کیا وہ مسودہ جو مختلف پروگرام میں مختلف حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اس کو افادۂ عام کی خاطر منظرِ عام پر لایا جائے۔

خدا کی رحمت اور رفیقوں کی سچی ہمدردی کہ بڑی جاں فشانی اور عرق ریزی کے بعد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اب ہماری ناقص صلاحیت نا تجربہ ذہنی اور فکری کاوش آپ کو کیسی لگی۔ فیصلہ آپ کے ذمہ ہے۔ اگر حسن ونکھار، آداب ومراسم کے اعتبار سے اچھا ہے تو زہے قسمت، اور اگر عمیق نظر، پر عدل تدبر کے بعد خامیاں نظر آئیں تو اطلاع فرما کر شکریہ کا موقع عنایت کریں۔

محمد اکرام مجتبیٰ رام گڈھی ہزاری باغ

خادم سابق مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

دعائیہ کلمات

شارح بخاری حضرت علامہ محمد عثمان غنی صاحب القاسمی

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارن پور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

مولوی محمد اکرام سلمہ، کی مختلف تقاریر کا چند مقامات کا ملاحظہ کیا، بہتر پایا میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ موصوف کے مضامین سے طلباء اور شائقین کو زائد سے زائد فائدہ پہونچائے آمین۔

محمد عثمان غنی غفرلہ

خادم الحدیث مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارن پور

تقریظ

رئیس المتکلمین حضرت مولانا اختر حسین صاحب ناظم مدرسہ عالیہ عربیہ کانکے

رانچی (جھارکھنڈ)

خلیفہ و مجاز حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحبؒ

حامداً و مصلیاً، امابعد!

راقم الحروف نے پیش نظر خطبات علماء دیوبند کو مختلف مقامات سے دیکھا اچھا پایا، مؤلف موصوف نے اپنی کم سنی میں جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے واقعی لائق تحسین وتعریف ہے لیکن ایک مشہور مقولہ ''من صنف فقد استہدف'' کو بھی نظر انداز نہ فرماتے ہوئے خطا وسہو سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے تاہم اگر کوئی ایسی بات ناظرین کے سامنے آئے تو مؤلف کو مطلع فرمائیں، اللہ ان کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے آمین۔

خاکپاء اکابر

محمد اختر غفرلہ

خادم مدرسہ عالیہ عربیہ رانچی جھارکھنڈ

۱۶/۲/۱۴۳۰ھ

تقریظ

شیخ التفسیر والفقہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

استاذ مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارن پور

نحمده ونصلي على رسوله الكريم. امابعد!

عزیزم مولوی محمد اکرام سلمہٗ نے اپنا مسودہ کو دکھایا ان کے تمام مضامین کو دیکھا مرتب نے بڑی عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے کافی اکابر علماء کے جواہر پاروں کو جمع کر دیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ خطبات علماء دیوبند قابل استفادہ ہے اور اس لائق ہے ہر ایک کے دل میں موجود رہے۔ بندہ نے محسوس کیا کہ مرتب نے خطبات کو ترتیب دیتے وقت بچوں کی رعایت کی ہے متوازن الفاظ لا کر اور اپنی قابلیت نہ دکھلا کر، اس سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف کو خاصا فن خطابت سے دلچسپی ہے میری دعاء ہے کہ موصوف کی عمر میں خیر و برکت کے ساتھ ان کے قلم کو اللہ قوت و توانائی اور روشنی اور بھی دے اور اس کو قبولیت سے نوازے آمین۔

محمد قاسم غفرلہ

مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارن پور

۱۶،۴،۱۴۲۹ھ

تقریظ

جناب چیئرمین ڈاکٹر محمد منظور انصاری صاحب
میموریل اپولو اسپتال اربا رانچی جھارکھنڈ

تصوف ہمیشہ سے علماء اور فقہاء کے لیے ایک اہم موضوع رہا ہے اتنے اہم موضوع پر عزیز مولوی محمد اکرام یمنی سلمہ نے قلم اٹھا کر واقعی ہمت کا کام کیا ہے ہماری دعاء ہے کہ ان کا مقالہ تصوف سمجھنے میں رہنما بن سکے آمین۔

محمد منظور انصاری
میموریل اپولو اسپتال رانچی جھارکھنڈ
۱۸/۶/۱۴۲۹ھ

تقریظ

حامداً و مصلیاً. امابعد!

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : العلماء ورثۃ الانبیاء.

ابتداءِ آفرینش سے یہ سلسلہ جاری رہا ہے کہ اقوام و ملل کے اندر ایسے امتیازی صفات کے اشخاص ہوا کرتے جو اپنی اقوام کی کامیابی و کامرانی کے لیے انھیں "وھدیناہ النجدین" جیسی آیتوں کے مفاہیم سے باور کراتے اور قوم اشاعتِ دین اور تبلیغ حق کا کام انجام دیا کرتیں، کہیں موسیٰ کلیم اللہ کی شکل میں تو کہیں عیسیٰ مسیح اللہ کی شکل میں، کہیں ابراہیم خلیل اللہ کی شکل میں تو کہیں اسماعیل ذبیح اللہ کی شکل میں، یہ سلسلہ ہادیٔ کل، فخر موجودات، افضل الانبیاء والمرسلین، تاجدارِ بطحا حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک جاری رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پورے عالم کے لیے تھا اس لیے انھوں نے صحابہ کرام کو جگہ جگہ اشاعتِ دین اور تبلیغ حق کے لیے پھیلا دیا، اور ان کے ذریعے اشاعتِ دین آسان تر ہو گیا اور ہر جگہ پرچم اسلام لہرانے لگا۔

لیکن یہاں اس بات کو سمجھنے کا مقام ہے کہ آخر تھوڑے عرصے میں جوق در جوق اسلام میں لوگ کیسے داخل ہوئے، تو میرے دوستو! اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے ایک زبان کی قوت اور اس کی سلاست ہے۔

اب اس کام کا بیڑ اعلماء کرام کے سر ہے، ظاہری بات ہے کہ جب اس کے وارث علماء کرام ہوئے تو انھیں اپنی زبان پر قدرت رکھنا ان کے لیے فرضِ منصبی کا

درجہ رکھتا ہے۔

آج کے علماء کرام وہی ہیں جو کل طلبۂ عزیز تھے، جنھوں نے اپنے زمانے میں اپنی انجمنوں میں حصہ لیا اور خطبات وتقاریر کی کتابوں کے ذریعے اپنی زبانوں پر مکمل عبور حاصل کرنے کی سعی کی، حق باطل کے مابین صحیح امتیاز کر کے دینِ مصطفوی کو سمجھانے کا ملکہ حاصل کیا، لوگوں کو احکامِ خداوندی اور احکامِ مصطفویؐ سے آشنا کرنے کا ہنر حاصل کیا۔

کتابوں کے ذریعے اپنی تقریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے دو طریقے ہیں: (۱) کتب بینی، مطالعہ کرنا۔ (۲) تقریری کتابوں کو لے کر اسے یاد کرنا یعنی موضوع کا انتخاب کر کے اس کو خوب رٹنا، دراصل یہ دونوں صورتیں دو قسم کے لوگوں کے لیے ہیں یعنی اساتذۂ کرام اور طلبۂ کرام، اس لیے کہ طلباء کے لیے رٹی ہوئی اور یاد کی ہوئی تقاریر زیادہ سودمند اور نفع بخش ہے۔

اسی کے پیشِ نظر مفتی محمد اکرام عینی صاحب نے کتاب ہٰذا ''خطباتِ علماء دیوبند'' کی تالیف کی ہے، جو دونوں قسم کے لوگوں کے فائدہ مند اور نفع بخش ہے، اس فن سے مناسبت رکھنے والوں سے میری استدعا ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنا ہم سفر بنائیں، ان شاء اللہ جگہ بہ جگہ انھیں اس کی افادیت کا احساس ضرور ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اس کے نفع کو عام کرے۔ فقط والسلام

عبد الفقیہ رضا برقاسمی جمشید پوری

سیرت پاک

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر الخلائق محمد و اٰلہ واصحابہ و ازواجہ وذریاتہ واھل بیتہ اجمعین.

اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (القرآن)

وقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی مقام آخر

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" (القرآن)

تیری صورت تیری سیرت تیرا نقشہ تیرا جلوہ
تبسم گفتگو خندہ نوازی خندہ پیشانی

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
تیرا اعمال پاکیزہ بھی ارشاد ربانی

گلشن اسلام کے غیور نوجوانو! آج کے اس پر وقار اجتماع میں ہم سب کی حاضری نہایت خیر اور بھلائی، توفیق الٰہی، احسان خداوندی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اس توفیق الٰہی پر جتنا اپنے معبود حمد کا شکریہ ادا کریں وہ کم ہی ہے۔

یہ بات لمبی اور رات بھی آخری ہوتی ہی جارہی ہے۔ عرض یہ کرنا تھا کہ آج ہم

جس عنوان وموضوع پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں وہ عنوان مسئلہ پیدائش آقاء دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر تکالیف کو برداشت کرنا ہے۔

نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطفِ داستاں بھردوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کردوں
یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
وہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اجالے کا
اسے شمس الضحیٰ کہئے اسے بدرالدجیٰ کہئے
مگر اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہئے

دریائے فکر ونظر کے شناورو، کشتی ادراک کے ملاحو، میدانِ تصورات و تصدیقات کے سورماؤ، اور آتش عشق الٰہی سے دہکتے ہوئے سینوں کے پاسدارو، مجھے آپ کے سامنے زبان کھولتے ہوئے جھجک محسوس ہو رہی ہے میں آپ کے روبرو پسینہ پسینہ ہوا جارہا ہوں آپ جیسی قد آور شخصیتیں اور مجھ جیسا کم مایہ انسان این الثریا من الثریٰ کہاں عرش اور کہاں فرش؟

سامعین! جو عنوان میرے لیے متعین کیا گیا ہے، وہ اپنی نزاکت کی وجہ سے وقت طلب بھی ہے، اور اپنی وسعت کی وجہ سے فرصت طلب بھی اب میں متحیر ہوں کہ تھوڑے سے وقت میں اس بحر ذخار کی کس طرح غواصی کروں

بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہئے وسعت میرے بیاں کیلئے

مجھے مامور کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور نبوت کی دعوت میں جو تکالیف پہونچی ہیں اس پر روشنی ڈالوں۔

ملت اسلامیہ کے دھڑکتے دلو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل ہی

باپ عبداللہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا بی بی آمنہ بیوہ ہوگئی ہے اندازہ لگاؤ اس آقاءِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو پیدا ہونے سے پہلے ہی لاوارث و یتیم ہو گئے دنیا میں آتے ہی امام القبلتین روح الثقلین خاتم الانبیاء وامام الانبیاء علیہ السلام نے مصائب و آلام سے ٹکرا کر بھی صبر کے دامن کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی میں مصائب میں قدم رکھوا کر بتلا دیا کہ آگے چل کر آپ کو مصائب و آلام کو برداشت کرنا ہوگا، کیونکہ جب آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کے فیضان کو عام کریں گے تو لوگ آپ کو تکالیف سے دوچار کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور انسانیت کبریٰ کا ظہور ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نعمت عظمیٰ ہیں۔

وہ معلم کتاب وحکمت۔

وہ مزکی قلوب انسانیت۔

وہ ہادی الی صراط مستقیم۔

وہ مخاطب ،انک لعلی خلق عظیم،

مردان خود آگاہ وخدا پرست۔

وہ قلوب انسانی کی مملکت کا فتحیاب۔

وہ ،ادبنی ربی، کی درسگاہ کا تربیت یافتہ وخلوت نشین غار حراء یعنی وہ وجود اعظم واقدس، جس کے لیے دشت حجاز میں ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے خدا کو پکارا ،ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم، (القرآن)

جس کے نور مبین کی تجلی فاران کی چوٹیوں پر موسیٰ نے دیکھی۔

جس کے عشق میں داؤد نے نغمہ سرائی کی۔

جس کے جمالِ الٰہی کی تقدیس میں سلیمان اپنے تختِ جلال پر جھک گئے۔

یوحنا سے پوچھنے والوں نے جس کی طرف بیقرارانہ اشارہ کیا۔

اور جس کیلئے ناصرہ کے اسرائیلی نبی نے اپنا جانا ہی بہتر جانا۔

یہ ہدایتِ الٰہی کی تکمیل تھی۔

یہ وراثتِ ارضی کی آخری بخشش تھی۔

یہ اللہ تعالیٰ کے جلال وجبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی۔

آقاءِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی جان حضرت عبدالمطلب کو اشارہ سے بلاتی ہے، اور کہنے لگتی ہے کہ تمھیں پتہ نہیں، یہ آمنہ عطر لگاتی ہے، خوشبو لگاتی ہے، قریش کی لونڈی ہے، بیوہ ہے پھر بھی خوشبو لگاتی ہے، آج اس کی اس حرکات وسکنات سے مجھے بڑی اپنی عزت کی فکر ہے، کہیں ہماری عزت وآبرو پر پانی نہ پھر جائے، ہمارا رعب و دبدبہ لوگوں کے قلوب سے باہر نہ ہو جائے، ہماری عظمت وحشمت پر لاوے نہ پڑ جائے، لوگ کہیں ہمیں اس نازیبا فعل پر بری نظروں سے نہ دیکھنا شروع کردیں، مجھے تو اپنی عزت کا بڑا ڈر ہے۔

دادا عبدالمطلب نے جواب دیا تم خود بیٹی آمنہ سے پوچھتی کیوں نہیں وجہ کیا ہے؟

سبب کیا ہے؟

علت کیا ہے؟

یہ خوشبو کیسی؟

یہ عطر کیسا؟

مہک کہاں سے آرہی ہے؟

کیا تم عطر لگاتی ہو؟

خوشبو لگاتی ہو؟

حال یہ کہ تم بیوہ ہو۔

دادی کہنے لگی میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا، لیکن جب بیٹی آمنہ کے چہرۂ انور پر نظر ڈالتی ہوں تو رعب و دبدبہ سے پسینہ پسینہ ہو جاتی ہوں، اتنا رعب اتنا چمک دمک کہ سوال کرنے کی جرأت نہیں ہوتی ہے، پھر کیسے میں سوال کرتی؟

حضرت عبدالمطلب فرمانے لگے لوگ مجھے گلیوں میں، سڑکوں میں، چوراہوں میں، میدانوں میں، سوال کرتے ہیں کہ اے عبدالمطلب ترے مکان میں خوشبو کی کہاں سے بارش ہو رہی ہے؟ یہ کیسی خوشبو ہے؟ تم یہ عطر کہاں سے لائے ہو، کس سے منگوایا ہے؟

حاضرین باتمکین! آپ حضرات سیر و تواریخ کی کتابوں کو اٹھائیں گے تو کچھ معلوم ہوگا تاریخ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیسی کیسی باتیں بتاتی ہے خبریں سناتی ہے۔

تاریخ مجھ سے کہتی ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے کہا کیا میں تجھ کو خبر دوں، کیا بیٹی آمنہ کے بارے میں بتاؤں، آمنہ جہاں بیٹھتی وہ جگہ خوشبودار جہاں اپنی قضاء و رات کو پھینکتی ہے وہ خوشبودار، جس طرف جاتی ہے وہ خوشبو، جس حمام خانہ میں جاتی ہے وہ معطر، غرض کہ آمنہ کی ہر چیز معطر ہی معطر ہے، پتہ نہیں کیسی مصیبت ہے، اور کہاں سے آئی ہے؟

موقع غنیمت جان کر دادی جان نے جواب دیا کہ پھر آپ پوچھ کیوں نہیں لیتے؟

حضرت آمنہ کا تقدس تو دیکھو، آمنہ کی قدر و قیمت تو دیکھو، لوگوں کی نظروں میں بیوہ ہے، مگر دربار الٰہی میں کس قدر مقبول ہے، اور کیوں کر نہ ہوگی جس کے شکم مبارک میں امام الانبیاء وہ خاتم الانبیاء سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بسیرا کیا ہو، پھر اس کی عظمت کا کیا کہنا، ارے دنیا والو حضرت آمنہ کو یہ مقام و مرتبہ کیوں نہ حاصل ہو جب کہ اس نے اپنے شکم میں نو ماہ تک سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھا، درد زہ کو برداشت کیا،

تب ہی تو اس مرتبہ و مقام کی مستحق بنی۔ حضرت عبد المطلب بڑی ہی جرأت و ہمت کر کے آواز دیتے ہیں، بیٹی آمنہ یہاں پر آ کر تشریف لاؤ تا۔

آمنہ تو وہ مائی ہے، جس کو تمام مستورات، تمام خواتین میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پسند کیا، چن لیا۔

آج ہمارے ملک میں اگر کسی عورت پر نظر پڑے تو لوگ کہتے ہیں کہ قسمت چمک گئی، آمنہ تو وہ مائی ہے، جس پر رب دو جہاں کی نظر پڑی ہے، رب نے فرمادیا نہ ایسا نبی آئیگا، نہ ایسی ماں آئے گی، اور نہ پہلے تھی اور نہ اب ہوگی۔

علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ اس ماں کا کیا کہنا، جس ماں نے اس نبی کو جنم دیا اس ماں کے مقابلہ میں کوئی نہیں۔

بہر حال عبد المطلب نے بلایا، اور جرأت کرتے ہوئے کہا اے بیٹی آمنہ میں عزت والا ہوں، حسب ونسب والا ہوں، میں سردار قریش ہوں۔

﴿بس﴾

حضرت آمنہ کہتی ہیں کیا ابا؟

حضرت عبد المطلب نے کہا بیٹی آمنہ، یہ جو عطر لگاتی ہو کہاں سے لاتی ہو؟

سیدہ آمنہ اشک بار ہو گئیں، اور کیوں کر نہ اشک بار ہوتیں جب کہ پوری زندگی عطر لگایا نہیں، کبھی عطر و خوشبو خریدی نہیں، کبھی کسی سے منگوائی نہیں، اور کسی نے لا کر دی نہیں، کبھی عطر کی دوکان دیکھی نہیں، کبھی منڈی گئیں نہیں، کبھی بھی اپنے گھر کے علاوہ کسی کے گھر گئیں نہیں، پھر اس پر یہ الزام تراشی قابل اشک بار ہے۔

﴿بس﴾

حضرت آمنہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرتے ہوئے اپنی روداد حال اور واقعہ سناتی ہیں۔

سیدہ آمنہ کہتی ہیں، ابا جان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس آنے والے مہمان کی برکت ہے، ابا، ابھی تو آپ نے صرف خوشبو سونگھی اگر میں کچھ اور بتلاؤں تو آپ مجھے مجنوں اور دیوانی کہو گے۔

اے عبد المطلب یہ سورج کئی بار سلام کرتا ہے۔

اے عبد المطلب یہ چاند کئی بار سلام کرتا ہے۔

اے عبد المطلب جب میں سوتی رہتی ہوں تو وہ خوبصورت عورتیں کھڑی ہو کر پنکھا جھوتی ہیں جنہیں نہ تم نے دیکھا اور نہ میں نے۔

ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانوں! سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قیصر و کسریٰ کے محلات میں زلزلہ آ گیا، سوچو ذرا نبی کی پیدائش سے عیسائیوں میں زلزلہ آ گیا، نبی کے متوالے، نبی کے غلام، نبی کے عاشق بنے پھرتے ہو کبھی تیرے دل میں زلزلہ آیا، ظلم کرتے وقت کبھی تم نے سوچا تاریخ بتاتی ہے کہ ایران کی آگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بجھ گئی مگر آج تک اس کی سوزش باقی ہے۔

بچہ پیدا ہوتے وقت ماؤں کو وہ تکلیف ہوتی ہے، جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا، یہی وجہ تو ہے کہ قرآن نے ماؤں کو اتنا بلند مقام عطاء کیا اور کہا کہ اگر کوئی اپنے والد کے حقوق مال و دولت کے ساتھ ادا کرنا چاہتا ہے، تو وہ پوری دنیا ماں کے قدموں میں لا کر رکھ دے تب بھی وہ اپنی ماں کی وہ آہ جو پیدا ہوتے وقت نکلی تھی اس کو بھی پورا نہیں کر سکتا، چناں چہ احادیث مبارکہ میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کی خدمت کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ماں کی پھر سوال کرتے ہیں اسی طرح تین مرتبہ سوال کیا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں مرتبہ جواب دیا ماں کی، چوتھی بار میں باپ کے فرمایا: اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا رتبہ باپ سے بڑھا ہوا ہے۔

لیکن عزیز دوستو! یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے؟ خود سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے لیکن مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی، اور نہ درد ہوا، فرماتی ہیں ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اتنی روشنی ہوئی کہ قیصر و کسریٰ کے محل کو میں نے دیکھ لیا۔

تاریخ بتاتی ہے، مؤرخین قلم بند کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت اتنی غربت کے گھر میں چراغ نہ تھا کہ گھر کو اجالا کیا جاتا، لیکن میرا دل یہ گوارہ نہیں کرتا ہے، بلکہ یقینی کہتا ہے کہ جس گھر میں دو جہاں کا آفتاب دولت، نبوت کا چراغ طلوع ہو رہا ہو وہاں چراغوں اور بتیوں کی کیا ضرورت؟

آمنہ بچے پر نظر ڈالتی ہیں تو سجدہ کر دیتا ہے اور بتلا دیتا ہے کہ ساری دنیا کو چھوڑ کر ایک معبود حقیقی کے سامنے سر بسجود ہونے آیا، ہوں سیدہ آمنہ جب دوسری بار اپنی نظر ڈالتی ہیں تو شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بلند کر کے بتلا دیا کہ اسی کو رب مانوں گا اور لوگوں کو منواؤں گا، مؤرخین لکھتے ہیں کہ دائیاں آتی رہیں جاتی رہیں یتیم سمجھ کر لیتی نہیں۔

یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی، بلکہ یقینی کہا کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی پسند نہیں کیا تھا، وہ کون ہوتی ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے والیاں، امانت کسی کی ہے، اور امانت کسی اور کو ملے، ارے امانت تو حضرت سیدہ دائی حلیمہ کی ہے، تو دوسروں کو کیوں کر ملے، دائی حلیمہ پیچھے پیچھے ایک لاغر اونٹنی سے آتی ہیں، دائیاں مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر یتیم و لاوارث پا کر لے جاتی نہیں، واپس ہوتی ہیں، دائی حلیمہ سوال کرتی ہیں آنے والی دائیوں سے کہ کچھ چھوڑ کر آئی ہو یا سب کچھ لے کر چل دی ہو؟ دائیاں جواب دیتی ہیں ایک یتیم بچہ ہے، جس کا نہ باپ ہے، نہ اس میں کوئی عزت ہے، نہ عظمت ہے، نہ اکرام ہے، اور نہ کوئی انعام ہے۔

دائی حلیمہ شوہر سے فرمانے لگی چلو تو سہی دیکھ کر آئیں گے دروازے پر دستک دیتی

ہیں اندر سے آواز آتی ہے "مَنْ دَقَّ الْبَابَ" کس نے دروازہ کھٹکھٹایا؟ جواب ملا "اَنَا حَلِيْمَة" سیدہ آمنہ کہتی ہیں کہ اُدھر سے "اَنَا حَلِيْمَة" کا جواب ملا کہ اِدھر آقاء نامدار سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

دائی حلیمہ پوچھتی ہیں آمنہ کوئی بچہ ہے، بولی ہاں بچہ ہے، یتیم ہے، غریب ہے، جواب ملا یتیم وغریب ہے، دائی حلیمہ کہنے لگی اچھا دکھاؤ تو سہی، کم ازکم دیکھ تو لوں فرماتی ہیں کہ جب چہرے انور سے چادر اٹھائی تو حلیمہ کی آنکھ چمک گئیں کہنے لگیں، آمنہ نظر نہ لگے، اس طرح خوبصورت بچہ آج تک میں نے دیکھا ہی نہیں، آمنہ فرماتی ہیں، حلیمہ کیا بتلاؤں جب سے بچہ پیدا ہوا ہے چراغوں کی ضرورت ہی نہیں، آفتاب گھر میں نکل آیا ہے، غیب سے آواز آتی ہے، اے آمنہ! میں نے اس طرح پیدا ہی نہیں کیا ہے تو دیکھو گے کس طرح؟

حضرت حلیمہ اٹھی، اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا، اور سینے سے لگایا، حلیمہ کہتی ہیں کہ میری جان میں ٹھنڈک پڑگئی پس حلیمہ نے نخرے دکھانے شروع کر دیئے کہنے لگی آمنہ میں جاتی ہوں دیر ہو رہی ہے، گرمی کا موسم ہے، تیز تند گرم ہوا چل رہی ہے، ایک سے ایک نخرے دکھانے لگی، حضرت آمنہ راستہ سے آواز دیتی ہیں، حلیمہ بے پرواہی نہ برتنا، بے فکری کو سامنے نہ لانا، غریب و یتیم سمجھ کر، میں کوشش کروں گی دینے کی جتنی توفیق ہوگی حلیمہ دوڑ لگاتی ہیں اور کہنے لگی، بس اب تو میں جاتی ہوں، آمنہ کہتی ہیں او حلیمہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، میرے یتیم کا چمکتا ہوا چہرہ پھر ایک بار دکھا دے۔

حضرت حلیمہ اپنے خاوند سے کہتی ہیں، جلدی چلو، جلدی چلو، خاوند کہنے لگا کوئی چوری تو نہیں کی ہے، حلیمہ کہتی ہیں اتنی بڑی دولت حاصل ہوئی ہے کہ کوئی چھین لے تو میری جان نکل جائے گی، خاوند سے کہنے لگیں اونٹنی کو جلدی اٹھاؤ، خاوند اونٹنی کو اٹھاتا ہے اٹھتی نہیں نکیل کھینچتا ہے، کچھ بھی نہیں ہوتا ہے، حلیمہ کہنے لگی جتنی جلدی کہا، اتنی ہی دیر

کررہے ہو، خاوند کہنے لگا کیا کروں اٹھتی ہی نہیں۔

حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ بات سمجھ گئی، خاوند کہتا ہے کیا بات ہے؟ کہتی ہیں، جو میری گود میں ہے بڑا نصیب والا ہے، بڑا مقدر والا ہے، بڑا خوش بخت ہے، اس کو آپ گود میں لے لیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طرف تیری پیٹھ ہو رہی ہے، تو اس کو آگے بٹھا لے بے ادبی ہو رہی ہے، چناں چہ خاوند نے جوں ہی بچہ کو گود میں لیا، اونٹنی کھڑی ہوگئی، کھڑی کیا بلکہ چل پڑی، چلی کیا بلکہ کود پڑی بھاگ رہی ہے، ان دائیوں سے آگے ہوگئی جو کئی روز قبل مکہ معظمہ سے نکل چکی تھیں۔

مکہ معظمہ کی عورتوں کی آنکھوں نے یہ کام کرلیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں، لیکن تیری آنکھیں آج تک کام نہ کرسکیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو آج تک پہچان نہ سکی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا دن ہے، درود کی کثرت کر، تلاوت قرآن کر، غریبوں کی مدد کر، محتاجوں کو کھانا کھلا کر فقیروں کو لباس پہنا۔

اب میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، میں آپ کے ضمیر پر دستک دینا چاہتا ہوں، آپ ذرا اپنے گریبان میں منھ ڈالیں اور دیکھیں کہ آپ نے اس آفتاب عالمتاب سے کتنا فیض اٹھایا، اور کتنی محبت ہے، اپنے بارے میں کبھی سوچا، تم پر افسوس ہے مسلمانوں کہ تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو مگر اپنے دل کی اندھیری کو دور کرنے کے لیے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈھتے؟ تم پھولوں کے گل دستے سجاتے ہو مگر آہ تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے، کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی اور تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا، اور تمہاری زبانوں سے نہیں بلکہ تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنہ کے ترانے اٹھتے۔

مجھے ڈر ہے دل زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبادت ہے تیرے جینے سے

﴿پس﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے نیازی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اسی دن، وفات بھی اسی دن، ولادت بھی اسی مہینہ میں، وفات بھی اسی مہینہ میں، ولادت کسی اور دن ہوتی، وفات کسی اور دن ہوتی، لیکن رب نے دونوں کو ایک کرکے بتادیا کہ آپ کی امت اس دن کو جشن منائے گی، اگر ولادت پر جشن منائیں گے تو غمی سامنے آجائے گی اور اگر رنج وغم میں غوطہ زن ہوں گے تو خوشی ومسرت کے لمحات بھی اس کے دل کو سرور کریں گے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہے، بارہ ربیع الاول کون سا دن ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہے اور ۹ ربیع الاول آقاءِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کا دن ہے، لیکن ولادت کسی کو معلوم نہیں کہ کون سے دن ہوئی ہے؟ آج اس موسم میں ہونا یہ چاہیے تھا کہ امام الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم درود پڑھیں، قرآن مجید کی تلاوت کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر چلنے کا عزم مصمم کریں، ہونا تو یہ تھا، کرنا تو یہ تھا، لیکن آج ہم اس کے خلاف کرتے ہیں، بارہ ربیع الاول کو جلوس، جھنڈے، لوبانوں کی بتیاں سلگائی جاتی ہیں، آج امام الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مذاق اڑایا جارہا ہے، جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، اس دن میں کوئی خوشی نہیں کرتا اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، اس دن ہر آدمی خوشی کے لیے تیار تھا، بازاروں میں خوشی، لوگوں میں خوشی ہے، اگر آج ہمیں کوئی روکتا ہے کہ کون سا جلسہ جلوس ہے اسلام میں اس کا کہاں ثبوت ہے، یہ ایک بدعت سیئہ ہے، روکنے والے کو آج ہم بے دین جانتے ہیں، اسے اسلام کے اندر داخل نہیں سمجھتے ہیں، کیونکہ ہمارے

ایجاد کیے ہوئے دین کو دین نہیں مانتا، یہ انبیاء علیہ السلام کا منکر ہے، میں کہتا ہوں کہ جلسے جلوس اگر عبادت ہیں تو بتاؤ کہ عبادت کا تو ہر جز عبادت ہوتا ہے، نماز عبادت ہے، اس کا جز وضو ہے، وہ بھی ایک عبادت ہے، اس کا جز کپڑے کا پاک ہونا، اس کا جز جگہ کا پاک ہونا، یہ بھی عبادت ہے، اس طرح کی کئی مثالیں ہمارے اور تمھارے سامنے موجود ہیں، دیکھ سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں، کہ عبادت کون ہے، اور بدعات کون ہیں۔

اب بتاؤ! اگر یہ جلسے جلوس عبادت ہیں، تو اس کا کون سا جز عبادت ہے، مجھے بتاؤ نہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک اسلام پر کالا دھبہ ہے، جسے آج ہم اور آپ عبادت سمجھ رہے ہیں، ۹ ربیع الاول آقاء دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کا دن ہے، آج دنیا والے ولادت با سعادت کا کوئی ذکر نہیں کرتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو ایک بڑی مصیبت سمجھ کر (کہ آج ہم لوگوں کو اس مصیبت سے نجات ملی) اس پر خوشیاں مناتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ابلیس ملعون کو خوشی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دنیا کے کافروں کو خوشی ہوئی تھی، اگر آج کوئی مسلمان اپنے نبی کریم کی وفات کو خوشی کا دن جانتا ہے، تو یہ بات دنیا کے ہر لوگوں تک پہونچا دینا چاہیے کہ اس کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے کوئی رشتہ نہیں ہے اس ملعون کا عشق نبی سے زیادہ ہے، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عشق زیادہ ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عشق زیادہ ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عشق زیادہ ہے، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا عشق زیادہ ہے، ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام اور دوسری روایت کے مطابق دو لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کا عشق رسول سے تھا کہ نہیں تھا؟ اگر خوشیاں جائز ہوتیں تو صحابہ کرام کیوں نا کرتے؟ جواب دو! سوچتے کیوں ہو؟ تمھاری زبان بند کیوں ہے؟ جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھارے سے زیادہ علم تھا اگر یہ واقعات فرض،

واجب، سنت، مستحب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کی بھی تعلیم دے جاتے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ۲۳ رسالوں میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں چھوڑا جو دنیا کو نہ بتایا ہو کوئی ایسا جز یہ نہیں چھوڑا۔

قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے!

اور کہہ رہا ہے، ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ، قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی، لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ، یوں تو قرآن کی سیکڑوں آیتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر گویاں ہیں، اب بتاؤ نبی نے اپنی شریعت کی تعلیم میں سے کوئی کسر چھوڑی، نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو استنجے تک کی تعلیم دی ہے، جو کہ ایک ادنیٰ سا کام ہے، پھر اگر یہ خرافات اسلام کا حصہ ہوتا تو اس کی تعلیم کیوں نہیں دیتے؟ معلوم یہی ہوا قرآن سے کہ جو نبی ادنیٰ کی تعلیم دے سکتا ہے، جس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں، تو بدرجہ اولیٰ اس چیز کی تعلیم دیں گے یا دیتے جو ایک عبادت ہے، جو فرض نہیں واجب ہے؟ واجب نہیں۔ سنت ہے، سنت نہیں، مستحب ہے اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم نہ فرمائی، اور بتایا کہ یہ بدعت سیئہ ہے، اس کے کرنے میں آخرت کی بربادی ہے، کوئی ثواب نہیں اس کے کرنے والا مجرم ہے، اس نے جرم کا ارتکاب کیا ہے، اور ایسا جرم ہے جو قابل معاف نہیں، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو دین کا ایک موجد سمجھا، اپنے آپکو منصب الوہیت پر داخل کیا اور بتایا کہ میں بھی تو تیرا رب ہوں، تیرا پالنہار ہوں، میری بات بھی ایک عبادت ہے، اسے عبادت سمجھو اور خوب کرو، ثواب کا مدار اسی میں ہے، یہ انتہائی بے عقلی کی بات ہے، کیوں کہ میرا خالق کوئی اور ہے، میرا مالک کوئی اور ہے، نہ میرا وجود تھا اور نہ میری اتنی طاقت تھی، لیکن اس پروردگار کا مجھ پر کرم ہوا کہ مجھے اس دنیا میں اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا، پھر اس کے بعد اپنے آپ کو منصب ربوبیت میں شمار کرا رہا ہے یہ

بے عقلی کی بات ہے نا، ہاں بے عقلی کی بات ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اعلان کے بعد جو صحابہ کھڑے تھے کھڑے کے کھڑے رہ گئے، جو بیٹھے تھے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر روتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے مدینہ کی گلیوں میں کہرام مچ گیا، مدینہ کی گلیوں میں قیامت ٹوٹ گئی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر رو رہی ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رو رہے ہیں، وہی ۱۲ ربیع الاول جب چودہ سو سال بعد مدینہ میں آیا تھا تو لوگ رو رہے تھے، وہ عاشق رسول تھے یا گستاخ رسول؟ وہ تو رو رہے تھے، بلال نے بھی مدینہ چھوڑ دیا تھا عورتیں بھی مدینہ چھوڑ دیں، کیوں کہ محبوب ہی نہ رہے تو اب جینے میں کیا مزہ؟ رو رو کر اپنی جان کو اپنے محبوب سے جا ملائی، لیکن وہی ربیع الاول جب ہمارے پاس آتا ہے تو ہم لوگ اچھلتے، پھرتے، ناچتے، کودتے ہیں بتاؤ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے، یا ہم اور تم، نبی کے عاشق ہیں؟ تم سے بڑے بڑے عاشق رسول آئے، لیکن انھوں نے خوشیاں نہیں منائیں کیوں کہ یہ دین نہیں ہے، بل کہ دین کی مخالفت ہے اس میں ہلاکت ہے، آج تم چند روپے کی لوبان کی بتیاں جلا کر، بازاروں میں، جھنڈیاں لگا کر، نبی کے عاشقوں میں داخل ہو جاتے ہو، اس سے بڑا نبی کا مذاق اور کیا ہے؟ اس سے بڑھ کر شریعت سے غداری اور دھوکہ کیا ہے؟ تم شریعت پر چاہتے ہو یہ نبی کی شریعت ہے، یہ قرآن ہے، یہ دین ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو کہنے سے زیادہ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

تصوف کیا ہے مزاج بندگی اور تکمیل بندگی

قرآن ہے شاہد کہ خدا احسن سے خوش ہے
کس حسن سے یہ بھی تو سنو حسن عمل سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم، قال یا رسول اللہ ما الاحسان؟ قال ان تخشی کانک تراہ (مسلم کتاب الایمان ص ۲۹)

جہان رنگ وبو میں رنگ گوناگوں کا منظر تھا
مگر ہر اہل رنگ وبو کا حال رنگ ابتر تھا
نظام رنگ وبو سے ہو کے جو مافوق رہتا تھا
اسی مست خدا کا رنگ ہر دم رنگ خوشتر تھا

علمائے کرام اور بزرگان دین! آج کا یہ مبارک پروگرام اپنے اندر ایک عظمت ووقار رکھتا ہے اس کی ایک اہمیت ہے کہ آپ جیسی مقدس شخصیات اور باعظمت ہستیاں تشریف فرما ہیں میں آپ حضرات کے سامنے تصوف کیا ہے؟ اور اس کی عظمت اور اس کی انقلابی تاثیر کو بیان کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

سامعین کرام! پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ تصوف کیا ہے تصوف طرز زندگی ہے مزاج بندگی ہے ہم جئیں تو کس طرح؟ اور کس ڈھنگ سے جئیں؟ کس دھج سے شاہراہ حیات پر چلیں کہ جینے کے طریقے الگ الگ طرز فکر، جدا جدا طرز عمل، تصوف کسی زندگی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا بحث ومباحثہ شاید اس کا مزاج نہیں ہے وہ فکر وفلسفہ کی دقیق بحثوں کی جگہ زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے اور آہستہ

سے کانوں میں کہہ جاتا ہے ۔

کبھی انداز حسن پیارے ہیں ☆ مگر ہم سادگی کے مارے ہیں

سادگی حسن کا سب سے قیمتی زیور ہے اور زندگی کی سادگی، لباس وانداز کی نہیں، وضع قطع کی نہیں، نشست وبرخاست کی نہیں، بول چال کی نہیں، غربت میں نظافت کی نہیں، امارت میں لطافت کی نہیں، زندگی کی سادگی چیز ہی اور ہے، جب دل میں خدا کی یاد بستی ہے، جب سانسوں میں خدا کا ذکر ہوتا ہے، جب نہ دیکھ کر بھی نگاہیں خدا کو اپنے سامنے دیکھتی ہیں، اور ”کانک تراہ“ (مسلم شریف کتاب الایمان) عبادت کی کیفیت اور زندگی کی عادت بن جاتی ہے۔ جب دل ودماغ، احساس ووجدان خدا کی مرضی سے پورے طور پر ہم آہنگ ہو جاتے ہیں، جب پاک دل پاک نفس پاک نظر کے مرحلے گزرتے ہیں تو زندگی کی

سادگی عہد شباب کو پہونچتی ہے،

اس سادگی میں جلال بھی ہوتا ہے

جمال بھی

سادہ ہوتے ہوئے اس میں رنگ بھی ہوتا ہے۔

آہنگ بھی

کشش بھی

جاذبیت بھی

حرارت بھی

دل میں بھی

اور دماغ میں بھی

احساس میں بھی

اوراک میں بھی

داخل میں بھی

خارج میں بھی

وہ جو کسی نے کہا ہے

کچھ اس ادا سے آج وہ محفل نشیں رہے

جب تک ہمارے پاس رہے ہم نہیں رہے

یہ خود کا نہ ہونا وجود کو کھونا نہیں، موجود رہتے ہوئے معدوم کر دینا ہے۔

دوستو! وجود کو کھونا بھی بڑی اچھی بات ہے مگر ہے زندگی سے فرار۔ یہ ہے جذب کی راہ، مجذوب خدا کی راہ میں کھو جاتا ہے، مگر سالک صوفی کھوتا نہیں، اپنے آپ کو معدوم کر دیتا ہے، ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوتا۔ وہ صرف مرضی مولی کا اظہار بن جاتا ہے، وہ اپنی خواہش، اپنے نفس، اپنی من چاہی کو خدا کے چاہ کے مطابق بنالیتا ہے یہ ایمان کا اونچا مرحلہ اور تصوف کا طرز ہے۔

لا یومن احدکم حتی لیکون هواء تبعا لما جئت به۔

(مشکوٰۃ ص: ۳۰)

کا مصداق اس طرح تصوف طرز حیات، طرز عبادت اور انداز عبودیت کا نام ہے، اس راہ کا مسافر اچھی طرح جانتا ہے کہ العبادہ هي امتثال او امر اللّٰہ تعالی والعبودیة هي الرضاء بمرضات اللّٰہ تعالی

تصوف کیا ہے؟ یہ یقین کر دینے والا صرف اور صرف خدا ہے

مانگنا ہے تو اسی سے

دست سوال دراز ہوگا تو اسی کے سامنے

مرحلہ خاک نشینیں کا یا خاک رسائی کا

نگاہ جھکے گی تو اسی کے رحم وکرم پر

طلب ہوگی تو اسی کے در پر

یہ عزم ہو کہ اب تو اس در سے نہ سر اٹھے گا انشاء اللہ

ایک کیفیت مدام ہے عمل دوام نہیں

اس لیے نہیں کہ عمل کے مرحلے اتنے ہی ہوں جتنے شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے۔ مگر کیفیت یہ ہونی چاہئے کہ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی،

آرام ملے گا تو اسی کے حکم سے

تکلیف پہونچے گی تو اسی کے اشارے پر

اور جب زندگی بندگی کا مرقع ہے، یہی عزم ہے، یہی صدائے دل ہے تو جو کچھ مل رہا ہے رب ذوالجلال کے دربار سے اسی میں مزہ ہے، اسی میں راحت ہے، پھر آرام، پھر راحت، تکلیف، کلفت کا پیمانہ بدل جاتا ہے، پھر ہر مرحلہ زندگی عطاء الٰہی بن جاتا ہے اور دل اسے خوش دلی سے قبول کرتا ہے وہی المرضات بمرضات اللہ تعالی

یہی وہ مرحلہ تھا جس میں حضرت ایوب نے جسم سے گرے کیڑوں کو چن چن کر زخموں پر ڈالا تا کہ زخم ہرے رہیں وہ سمجھتے تھے کہ یہ تحفہ الٰہی ہے

مسلمانو! یہی وہ مزاج تھا جس نے خاتمہ زندگی میں لذت محسوس کی او روالذی نفسی بیدہ او ددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل (رواہ مشکوۃ کتاب الجہاد ص ۳۲۹)

(جی چاہتا ہے کہ بار بار زندہ کیا جاؤں اور بار بار جام شہادت نوش کروں) کی صدائے دل نواز سنائی دی ایسے بندگان خدا اور خوگر تسلیم ووفا صرف ایک دربار میں ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا کسی اور کے سامنے

دست سوال دراز نہیں کرتے یہ کیفیت ان مریدوں کو بھی ہوتی تھی جو بزرگ و برتر حضرت خیر البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مرشد کے مرید تھے مرشد نے توبہ کرائی او ربیعت لی تو یہ بھی فرمایا لاتسئلو الناس شیئا (ابن ماجہ ص ۲۸۱)

مریدوں پر اس بیعت وعہد کا اثر یہ ہوا کہ گھوڑے کی پیٹھ پر چلتے چلتے اگر چابک ہاتھ سے گر جاتا تو اتر کر خود اٹھاتے کسی اور سے مانگتے نہ تھے یہ بیعت وتلقین کا اثر تھا اور اس یقین کا اظہار تھا کہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی کسی سے نہیں مانگنا ہے خود ہاتھ بڑھا کر لے لینا ہے یا پھر دربار عالی میں یہ کہہ دینا ہے ۔

کچھ پاس کر اس ضعف کا اے رحمت باری

اٹھتے نہیں اب دست دعا اور زیادہ

مانگنا اور مانگ لینا انسانی مزاج ہے اور عام چیزوں کا مانگنا نہ ذلت ہے نہ طلب ناموافق ، ضرورت کی تکمیل کا ایک طریقہ بلا واسطہ خدا سے مانگنا ہے ، اور دوسرا طریقہ بالواسطہ بندوں سے طلب کرنا ہے یہ بندے سے طلب کرنا بھی عطاء الٰہی کی ایک راہ کھولنا ہے خدا تبارک وتعالی نے اما السائل فلا تنھر (سورۃ الضحی ۹۳) کہہ کر ضرورت مندوں کے حوصلے بلند فرمائے اور دینے والوں کے مزاج کی تربیت کردی ، یہ عام انسانی قانون ہے ، مگر مرشد کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے احسانی قانون کے تحت جو تربیت فرمائی ، تو چابک کی طلب سے مرید گریزاں ہوگیا ، دل میں یہ بات جم گئی کہ مانگنا تو صرف خدا سے ، اس مانگ کی قیمت الگ ہے ، اس مانگ کا رنگ خدا کی رحم خاص پر قائم ہے اس مانگ کا سیندور کہیں اور سے بھرا جاتا ہے ۔

نوجوانانِ اسلام ! نیاز مندوں کی بے نیازی کا یہ مزاج وانداز ، جو بے نیاز کا بندہ ہے ، بے نیاز رہے ، تصوف والے طرز فکر اور انداز زندگی کا اہم پہلو ہے یہ تربیت یافتہ حضرات اپنے فکر فردا اور غم امروز سے بے نیاز ہوتے ہیں ،

وہ اتنے پختہ ہو چکتے ہیں

کہ آسانی دل کو بہکاتی نہیں

دشواری دل کو برماتی نہیں

خوشی دل کو گرماتی نہیں

تکلیف دل کو کمہلاتی نہیں

وہ اس یقین کے ساتھ جیتے ہیں کہ ع

دل میں بسے ہے یار تمنا کا ہے کی

اور ان کے دل ہی میں نہیں نگاہوں میں بھی ایک ہی تصویر ہوتی ہے "کانک تراہ" باہمہ ہوتے ہیں وہ بے ہمہ ہوتے ہیں، باہمہ اس لیے کہ خلق بھی خالق کی مرضی تخلیق کا شاہکار ہے اور بے ہمہ اس لیے کہ خالق ہی ان کی منزل ہے وہ صرف اور صرف "کانک تراہ" کے مرحلہ میں جیتے ہیں "کانک تراہ" کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے غار حرا کی خاموشی اور یکسوئی کی سنت بھی سامنے رہنا ضروری ہے غار ثور کے نازک مرحلے بھی حوصلہ بڑھاتے ہیں ہجرت کا طویل سفر بھی عزم وعزیمت کو مستحکم کرتا ہے، محبت وایثار اور جاں نثاری کا ذوق ومزاج مدینہ پاک کے گل وبو، وہاں کی مٹی کی خوشبو اور سخت پہاڑوں کی نرمی سے بنتا ہے، مرحلہ سخت دشوار میں چٹانوں کے سے عزم کے لیے معرکہ بدر وحنین کی تربیت کام آتی ہے احد کی شکست اور مکہ مکرمہ کی فتح کے مرحلے دلیل راہ ہوتے ہیں اور دل کی آنکھ سے انہیں دیکھ دیکھ کر کبھی آنکھیں بند کرکے اور کبھی آنکھیں کھول کر خدا کی راہ میں بڑھا جائے تو "کانک تراہ" کا مرحلہ آتا ہے۔

عزیز دوستو! یاد رہے اگر یہ عملی پہلو علمی موشگافیوں کی خراد چڑھ گیا، تو پھر بحث ہوگی، کہ مادی نظر نورانی الاصل کو دیکھ کیسے سکتی ہے، اور جو جسم وجہت سے بلند بالا ہے وہ نظر کیسے آسکتا ہے ایسی ایسی بڑی کارآمد عالمانہ متکلمانہ بحثیں سامنے آئیں گی

جس طرح ذکر غیر مربوط جذب کی کیفیت پیدا کر دیا کرتا ہے، علمی موشگافیوں کی کثرت اور حکیمانہ نکات کی زیادتی عملی تہی دامنی کا تحفہ دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں عقل باریک اور روح تاریک ہو جاتی ہے، شاید اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منطقی استدلال اور فلسفانہ موشگافیوں کے ذریعہ خدا کو دماغ میں نہیں اتارا، حکمت وموعظت، محبت ومؤانست، وجہد پیہم اور زہد مسلسل سے خدا کو دلوں میں اتار دیا، اچھا ہے لوگ علمی بحث کریں "کانک تراہ" کی حقیقت اور صورت کیا ہو سکتی ہے، وہ مثال ہے یا حقیقت اور اگر حقیقت ہے تو رویت بصری ہے یا قلبی ہے، بحثیں بہت ہو سکتی ہیں مگر جاننے والے اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ جیسا دکھائی دیگے ہم ویسا ہی دیکھیں گے او رو دور کہیں سے کوئی کہتا سنائی دیگا۔

لذت ایں بادہ نہ دانی با خدانہ چشی

حضرات! تصوف کیا ہے؟ شریعت پر عمل اور شریعت کے ذوق مزاج کو دل میں اتار لینا دماغ میں بسا لینا، اس لیے حقیقت طریقت اور شریعت اور شریعت کے درمیان میں الجھاؤ ہے، نہ ٹکراؤ، ایمان ویقین کے ساتھ یہ تربیت کے مرحلے ہیں ، درخت کی جڑیں جتنی گہری جاتی ہیں، اس کے برگ وبار تازگی اور توانائی روئیدگی او ربالیدگی میں فرق آجاتا ہے، ژالہ زدہ پودوں اور پھولوں کا رنگ کیسا جھر کا ہا ہوتا ہے بررودت بھی اس سادگی پر کبھی چادر مہتاب تنی ہوتی ہے، کبھی کبھی آفتاب کا اس پر سایہ ہوتا ہے، اس سادگی میں بڑی بے ساختہ پرکاری ہوتی ہے، اس طرز زندگی والے بھرپور زندگی جیتے ہیں، مگر جینے کی تمنا نہیں کرتے، وہ تو موت کو وصل محبوب کا ذریعہ اور دیدار الٰہی کا آلہ سمجھتے ہیں، ان کا شیوہ ان کی سوچ ایک جان کا زیاں ہے، سو ایسا زیاں نہیں، وہ اسماعیل ذبیح اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی حیثیت کے چراغ بردار اور راز زندگی کے علم بردار ہوتے ہیں، اس لیے جان دینے میں سرخروئی اور کامرانی کا مزہ لیتے ہیں وہ

سمجھتے ہیں ۔

متاع وصل جاناں پس گراں است ☆ گر سودا بجا بودے چہ بودے

اور ان کی سادگی میں حضرت عثمان غنیؓ کی نصف دولت لٹانے کا جذبہ ہوتا ہے، حضرت ابوبکرؓ کے کل اندوختہ قدموں میں نچھاور کرنے کا حوصلہ ہوتا ہے اس سادگی حیات میں مقدار مطلوب نہیں، اقدار محبوب ہوتے ہیں، یہ سادہ زندگی والے، بھولے بھالے، رب اشعث اغبر کی چلتی پھرتی تصویریں خاموش زبان سے کہتی ہیں۔

سب کچھ لٹا کے راہ محبت میں اے شکیل ☆ خاموش ہیں کہ جیسے دولت کونین پاگئے

محترم! اس سادگی اور سادہ طرز زندگی کا سرا کہیں اور ہے جس نے ان کے دل سے تخت کی ہیبت اور تخت کی وحشت کو مٹادیا، وہ **لاخوف علیھم ولاھم یحزنون** (سورۃ یونس:۶۲) کی چلتی پھرتی تصویر بن گئے، ان کے لیے تخت شاہی سے زیادہ کشش کھجور کی چٹائی میں ہوتی ہے، بوریہ نشیں ہو کر انھوں نے تختوں میں لہریں پیدا کیں، ان کی شناخت جبہ ودستار اور تسبیح وزنار سے نہیں، "**من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ**" ہے وہ خدا کے عشق میں مست ہوتے ہیں، باخبری کے ساتھ وہ لا الہ الا اللہ کی ضرب مسلسل سے نفی تمام اور اعتراف تام کرتے، وہ ھیبت اور ہیئت، اظہار وابراز، پہناوا اور دکھاوا کی جگہ سادگی میں پرکاری دیکھتے وہ اقرار صالح کے مؤید ریا سے متنفر اور انکار کے کافر ہوا کئے ہیں۔

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست ☆ ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

تصوف کی راہ میں عشق کی طلب اور تڑپ بھی چاہئے

حسن کی پسند اور پرکھ بھی

درد کی لہریں بھی

لذت درد بھی

راہ حق کے زخم بھی چاہئیں عزم و عزیمت کا مرہم تریاق بھی اور ان سب باتوں پر توازن واعتدال کی چادر تنی ہونی چاہئے

وہ عشق جو چھلک جائے

وہ حسن جو وا ہو جائے

وہ درد جو ٹیس بن کر ابھرے نہیں

وہ مرہم جو تریاق نہ ہو

اچھا نہیں چھو کھا نہیں ہے

عشق وہ نہیں جو جلوہ جمال آراء میں کھو جائے، عشق وہ عشق ہے جو کوہ کنی پر آمادہ کر دے، اور تربیت نفس سے بڑھ کر کوہ کنی کہیں اور ہو سکتی ہے؟ حسن وہ ہے جو یوسف عفیف کی نگاہوں کو اور جھکا دے اور خاموش زبان سے کہہ دے، ؎

تو شاہین ہے بسیرا کر، پہاڑوں کی چٹانوں میں

حسن جو پردہ دری پر اتارو ہو، حسن جو وا ہونے میں واہ واہی کے مزے لوٹے جسن ہے مگر حسن بازاری ہے، حسن درباری ہے، اس کا وزن دل میں نہیں ہوتا وہ صرف نگاہوں کا کھیل ہے، اصل حسن کردار، افکار قلب ونظر اور عمل کا حسن ہے، ؎

قرآن ہے شاہد کہ خدا احسن سے خوش ہے ☆ کس حسن سے یہ بھی تو سنو حسن عمل سے

سامعین: درد اور دردمندی بھی اس راہ کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے وہ درد جو سوچ سوچ کر ابھرے، وہ درد جو موقع شناس اور مصلحت بین ہو، وہ درد جو لطیف قلب نہیں، سرمایہ عقل ہو، درد نہیں درد کے نام پر آڑ شگف تہمت ہے،

تصوف کی راہ حقیقت طریقت و شریعت کی راہ ہے، اس راہ کے مسافر کے لیے عزم و عزیمت بڑا توشہ ہے، وہ جسے مواظبت واستقلال کہا جاتا ہے، وہ اسی عزم و عزیمت کا عکس جمیل ہے، مشکل حالات پر قابو پانے کا حوصلہ آڑے وقتوں میں کلمۂ حق

کی صدائے دل نواز بلند کرنا، افضل جہاد کے نمونوں میں اضافہ کرنا، دین کے لیے عزیمت کی راہ اختیار کرنا، اور عزم مصمم کے ساتھ کام کرتے رہنا وہ مزاج ہے جس کی تعمیر وتشکیل تصوف کرتا ہے،

تصوف کیا ہے؟ مزاج بندگی اور تکمیل زندگی،
زندگی کو عبادت سمجھنا اور اپنی خواہش کو مٹا کر
ارادوں کو دبا کر
اپنے کو بھلا کر

عبادت میں لگ جانا تصوف ہے اور جب عبادت ہو رہی ہو تو پھر کسی اور کا خیال کیوں آئے؟ ہر طرف اسی کی ذات جلوں گر ہو، سب جانتے ہیں کبھی تو اتنا فرق ہو جاتا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک چمن کے دو پودے ایک ہی نسل کے دو پھول ہیں، تربیتی مرحلہ سے گذر کر تیار ہونے والے انسان اور غیر تربیت یافتہ کے درمیان کچھ اسی انداز کا فرق ہوتا ہے، شریعت قانون اسلامی ہے کسی خوف سے قانون کو مان لینا اور بات ہے، اور قانون کے مطابق مزاج بنا لینا بالکل دوسری چیز ہے، دونوں مزاج کے عمل اور ردونوں کے نتیجہ میں بڑا فرق ہے، شاید اسی لیے شریعت کے دائرے میں مدعی علیہ سزا پاسکتا ہے، طریقت کی راہ میں مدعی خطا کار اور سزا وار ہوتا ہے، شریعت کے ذریعہ سزا دلوائی جاسکتی ہے، جو مجرم ہے جس کے خلاف دعویٰ دائر کیا گیا ہے، طریقت انھیں مجرم سمجھتی ہے جو دعویٰ کرے، ادعا کے مرتکب ہو گئے شریعت کے فیصلے قاضی کی عدالت میں ہوتے ہیں، طریقت کے محاکمہ کی جگہ قاضی الحاجات کا دربار ہے۔

اور صوفی کون؟

وہ وعدۂ الست کے رازدار
عشق الٰہی میں سرشار

حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جاں نثار

اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار ہوتے ہیں

خدارسیدہ کانك تراہ چشیدہ ان کی شناخت ہے اس لیے حسن کے معیار کو پر کھتے ہیں عشق کے مرحلہ گیرہ گیر کے راز کے آشنا ہوتے ہیں تو ازن اور اعتدال ان کی زندگی ان کی تعلیم و تبلیغ و تربیت کی بنیاد کا عنصر ہوتا ہے جو جتنا بلند ہوتے ہیں وہ اتنا ہی متواضع اور متوازن ہوتے ہیں۔

سامعین کرام! تصوف کو بہتوں نے بے توازنی کے جھروکوں سے تلاش کرنے کی کوشش کی ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ امت وسط کی تعمیر و تشکیل امر سوی ہے اس لیے شخصیت وسط بھی خدا کی پسند ہے صوفی یا اللہ والا اسی شخصیت وسط کا نمونہ اور نمائندہ ہوتا ہے اور جو ادھر ادھر جھک جائے وہ مثال اور معیار نہیں ہو سکتے انسان کامل، مربی کامل، مرشد کامل صلی اللہ علیہ وسلم متوازن اور معتدل ہیں وہ اسوۂ حسنہ ہیں معیار کامل ہیں اسی لیے۔

سیرت تیری تصویر کمالات بنا کر ☆ دانستہ مصور نے قلم تو ڑدیا

یہی وہ چیز ہے جس کو تصوف کہتے ہیں اسی کی نسبت فرماتے ہیں،، الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین آمنو او کانوا یتقون ،، اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ تصوف نہیں بلکہ غیر معمولی چیز ہے تو سمجھو کہ اہل فن کے قول سے ناواقف معلوم ہوتا ہے کہ یہی تصوف کے حواشی قشیریہ میں ہے التصوف تعمیر واالظاھر والباطن اور باطن کے متعلق دو چیزیں ہیں ایک عقیدہ دوسرا اخلاق ان سب کی اصلاح بھی قرآن میں ہے مگر صوفیہ نے ان کو تصوف سے تعبیر کیا ہے قرآن نے ایمان اور عمل صالح سے تعبیر کیا ہے تو تصوف کی حقیقت یہ ہے اور اس کا ثمرہ تقربو اکم عندنا زلفی۔

سوائے تیرے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے یارب جدھر بھی جاؤں
کسے غم دل وجان سناؤں کسے میں زخم جگر دکھاؤں

یہ دنیا والے بے وفا ہیں وفا کی قیمت سے بے خبر ہیں
پھر ان کو دل دے کے زندگی کو جفا سے آہنگ کیوں سناؤں

جو خود ہی محتاج ہیں سراپا غلام ان کا ہوں تو کیونکر
غلام کا بھی غلام بن کر میں اپنی قیمت کو کیوں گھٹاؤں

اگر چمن میں ہے مست بلبل بہار فانی سے ہے وہ ناداں
بھلا نشیمن جو عارضی ہو تو اسکو مسکن میں کیوں بناؤں

مجھے تو اختر سکون دل گر ملا تو بس اہل دل کے در پہ
تو ان کے در کو میں اپنا مسکن صمیم دل سے نہ کیوں بناؤں

وما علینا الا البلاغ

بابری مسجد کا قضیہ کیسے حل ہو؟

حامداً ومصلیاً، امابعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ومن منع مساجد اللہ ان یذکر الآیۃ

یہ دور سیاست بھی کیا دور قیامت ہے
چپ رہو تو نزاکت ہے بولو تو شرارت ہے

امیر جمع ہیں احباب حال دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

سامعین کرام! یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے کہ ناچیز کی شمع خراشی کی خندہ پیشانی سے گوارہ کررہے ہیں میرے لیے یہ انتہائی مسرت کی بات ہے لیکن اہل فضل او راہل کمال کے سامنے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

دعا فرمائیں کہ رب کعبہ میرے بیان میں اثر پیدا فرمائے اس کے ثمرات مرتب ہوں اس سے صالح جذبات کی تحریک وتشکیل ہو، وما ذالک علی اللہ بعزیز، آج میرا موضوع سخن مسلم پرسنل لاء بورڈ ہے دنیا کی نظر میں آج مسلمانوں کے حالات کے بارے میں کیا کہوں، ایک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی، ورنہ سامنے آپ کے جرات گفتار کہاں سے لاتا، مسلم پرسنل لا بورڈ کی تاریخ ایمان ویقین کے متوالوں کی تاریخ ہے ، بصارت وبصیرت کی تاریخ ہے، جرات وعزیمت کی تاریخ ہے، صبر واستقامت، احتیاط وپرہیز کی تاریخ ہے، بر وقت فیصلے اور فیصلوں پر مسلسل عمل کی تاریخ ہے، وہ احتیاط جو بزدلی کا تحفہ دے، وہ پرہیز جو حالات سے گریز سکھائے، وہ صبر جو ظلم مسلسل کی حسین تعبیر تلاش کرے، اور وہ برداشت جو بے عملی تک پہونچادے، زندہ افراد اور زندہ اداروں کے

لیے نہ قابل قبول ہے اور نہ گوارہ۔

دوستو! وقت بہت گذر چکا ہے، بہے پانی اور گذرے وقت کو لوٹایا نہیں جاسکتا، جو وقت بچا ہے وہ بہت تھوڑا ہے، بے حد نازک ہے تقدیر کیا ہے، کوئی نہیں جانتا، لیکن تدبیر کی گھڑی یہی ہے، بڑے ادب کیساتھ عرض کر رہا ہوں امت امید بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھ رہی ہے

اپنے لہو سے روشن کردیں گلیاں اس ویرانے کی
گرچہ بہت تاریک ہیں راہیں شہر وفا تک جانے کی

ملت اسلامیہ کے پاسبانو! آج کے حالات سخت ہیں، امت پر جو حملے ہو رہے ہیں جو سازشیں رچی جارہی ہیں، جو عزائم، وہ وحشت ازبام ہیں، شعائر اللہ زد پر ہیں، جان و مال عزت و آبرو پر لالے پڑے ہیں، دھمکیوں سے سہمانے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے، اور وطن عزیز کا یہ منظر کتنا دلخراش ہے کہ اس دھرتی پر قانون بے چارہ ہوتا جارہا ہے، انصاف شرم شار ہے، سچائی کو مٹایا جارہا ہے، حقیقتوں کو پروپیگنڈوں میں دبایا جارہا ہے، اور بے بصیرتی کی انتہا یہ ہے کہ وہ ملت جس کا ہر فرد ہمارے وطن کا چھٹا انسان ہے، اسے ذرا دھمکا کر اس کے حقوق غصب کرنے کی فضاء بنائی جارہی ہے، بے شک مرحلے سخت دشوار سامنے ہیں اور بڑا امتحان ہے۔

لیکن وطن عزیز کے کانٹوں کے چننے کی ذمہ داری اور اسے گلزار بنانے کی جواب دہی ہمیں قبول کرنی ہوگی۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو
سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

یاد رکھئے! نفرت کی آب یاری، اور ظلم وعداوت کی کاشتکاری، اقتدار کی مجبوری تو ہوسکتی ہے، مذہبی تعلیم کبھی نہیں ہوسکتی، اقتدار کی طلب اس کی ہوس اس کے تقاضے کسی کے دل میں انگڑائی لے سکتے ہیں، اس شخص کا کسی مذہب سے تعلق ہوسکتا ہے، اس کا نام ہلاکو اور چنگیز ہوسکتا ہے، اسے ہٹلر اور میسولینی کے نام سے پکارا جاسکتا ہے، وہ بادشاہ اور جنرل ڈائر کی شکل میں سامنے آسکتا ہے، وہ بش اور بلیئر کہلا سکتا ہے، واجپائی اور اڈوانی اس کا نام ہوسکتا ہے، اقتدار فتنہ خیز ذہن اور ہوس ملک گیری کیلئے طاقت کا بیجا استعمال اور سازشوں کا جال ایک مریض جذبہ ہے، اور یہ جذبہ کسی بھی مذہب کے ماننے والوں میں پایا جاسکتا ہے مگر ہے، بہرحال یہ مرض، اس مرض پر صاف ستھرے سچے مذہب اور روحانی قدروں ہی سے قابو پایا جاسکتا ہے، اسی نسخہ شفا کو اپنا کر ملکوں ملکوں میں مشکلات ومسائل حل ہوئے ہیں، اور یہی نسخہ شفاء امتوں کا محاسب بھی ہے، راہبر بھی، اور منزل بھی۔

ہمیں اپنا محاسبہ بھی کرنا چاہئے، اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ صرف حالات بدل گئے ہیں، یا ہم بھی کچھ بدل گئے ہیں، اس مرحلہ میں اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہماری دستگیری کرتا ہے۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (سورۃ الشوری)

تم جس مصیبت میں پھنسے ہو وہ تمہاری کمائی ہوئی ہے اور اللہ تو بہت سی غلطیوں کو معاف کردیتا ہے۔

آج یقیناً حالات سخت ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا خرمن کو جلانے کیلئے بجلیاں چاروں طرف سے گرج رہی ہیں۔

اس نازک وقت میں سرکار ذی وقار صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رہنمائی فرماتے ہیں۔

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک

الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الا کلہ الی قصعتہا قال قائل ومن قلۃ نحن یومئذ؟ہل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء السیل ولینزع عن اللّٰہ من صدور عدوکم المہابۃ منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوھن ،قال قائل یا رسول اللّٰہ ما الوھن ؟قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم حب الدنیا وکراھیۃ الموت .(مشکوٰۃ المصابیح)

بروایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح دستر خوان پر لوگ دوسروں کو بلایا کرتے ہیں ،تمہارے خلاف بھی قومیں ایک دوسرے کو بلائیں گی ،کسی نے پوچھا کیا اس دن تعداد تھوڑی ہوگی ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ،تمہاری تعداد بہت ہوگی لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے جھاگ کی سی ہوگی۔

خدا تعالیٰ تمہارے وقار او ررعب کو مخالفوں کے دل سے نکال دینگے اور تمہارے دلوں میں وھن ڈال دیں گے۔

کسی نے پوچھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہن کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نا گواری۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کا جو نقشہ کھینچا تھا ،وہ اب دور نہیں نزدیک نظر آرہا ہے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی جو تشخیص فرمائی۔

وہ بھی واضح رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام امت کے ہر فرد کے لیے دعوت فکر ہے ،اور فیصلہ امت کو کرنا ہے کہ اسے قلب روح عزیز ہے ،یا اس کا معدہ او رمادہ بھی ،وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے راز زندگی اور نسخہ جاودانی کو دل میں اتارنے کے لیے تیار ہے یا نہیں ؟ امت کا ایمان ہے کہ ان نسخوں پر لازوال یقین اور اسے زندگی میں برتنا ہی کامیابی کی شاہ کلید ہے۔

اقتدار کے تقاضے، نفرت کی آبیاری، اور عداوت کی کاشتکاری ہوسکتی ہے مگر ایمان کے تقاضے دنیا کی محبت اور موت کا خوف نہیں ہوسکتے، ایمان کا تقاضہ تو ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا ہے (القرآن) اس لیے

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ کیجئے ☆ پیش نظر تو مرضی جاناناں چاہئے

دوستو! یقین کیجئے دینی فکر اور مذہب سے سچا عشق اور اس پر عمل شاہراہ حیات ہے، روحانی قدروں کو اپنے اندر سمو لینا زندگی کی معراج ہے، اور ایسی ہی زندگی کیلئے، لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی بشارت ہے، ہم سب جو اس بشارت کے طلبگار اور امیدوار ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں کو ہر گھر میں پہونچا دیں، او رہر دل میں اتار دیں تو ساری بگڑی بن سکتی ہے ہم محاسبہ نفس بھی کریں، محاسبہ معاشرہ بھی، اصلاح نفس بھی کریں اور اصلاح معاشرہ بھی، اور یہ بتاتے بھی چلیں کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ (الحدیث)

دنیا کی محبت ہر غلطی کی جڑ ہے اور یہ بات دلوں میں اتارتے چلیں کہ جب بھی دنیا کی محبت اور موت کا خوف ہوگا وہ عہد ہوگا ہم پر امتوں کے ٹوٹ پڑنے کا، یہی سبق ہے ہمارے آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

ہمیں کوئی دشمنی نہیں شیخ و برہمن سے ☆ ہمیں نفرت ہے ان غدار وطن سے

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ قضیہ بابری مسجد صرف گفت وشنید سے حل ہو جائے، یہ امر ناممکن ہے حل ہونے کی صرف ایک ہی صورت نظر آتی ہے، وہ صورت انشاء اللہ اوروں کو بھی پسند آئے گی کہ پہلے بابری مسجد پر گفت وشنید کریں، پھر عدالت فیصلہ کرے گی کہ وہ زمین واقعی مندر کی ہے یا بابری مسجد کی، اگر یہ بات عدالت کو پسند نہیں آتی ہے تو کوئی اور ہی راستہ اختیار کرے، جس سے ہندوستان کا امن باقی رہے ہندوستان اوروں کی نظر میں بدنام نہ ہو۔

یہ بات بھی عدالت اپنی ذہن میں رکھ لے کہ بابری مسجد کی زمین وقف شدہ زمین ہے، جس کا واضح اور کھلا مطلب یہ کہ وہ زمین اللہ، اشور یعنی (God) کی ہے۔ مسلمان تو مسلمان ہندو بھائی بھی اس بات کے معترف ہیں کہ وقف شدہ زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتی جس کے لیے وقف کی گئی ہے بس اسی کی ہوتی ہے اس میں کسی اور مذہب والے کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں پہونچتا ہے۔

اسلام کے غیور نوجوانو! آج کوئی مسلمان کسی بھی مسجد کا سودا نہیں کر سکتا، اگر کوئی ایسا کریگا تو اس کا دائرے اسلام میں رہنا مشکل ہو جائیگا، یہ بات دنیا کی نظروں میں پوشیدہ نہیں بلکہ یہ راز ظاہر و باہر ہے کہ ہر روز اقلیتوں کو دبایا مارا کاٹا جا رہا ہے، اس کے باوجود بھی حاکم وقت اقلیت کی پیچھ لیکر انصاف کے دائرے میں اکثریت کے ساتھ کوئی ایسی کاروائی نہیں کرتا ہے جو ملک کے امن وسلامتی کیلیے مثبت قدم ہو، بلکہ اکثریت کے ساتھ دے کر مظلوموں کے زخموں پر نمک چھڑکا جاتا ہے، اور یہی ہو رہا ہے، ورنہ تو دنیا کا کوئی ایسا قضیہ نہ تھا، جس کا کوئی حل نہ ہو بابری مسجد ہی کیا ہے، بابری مسجد کا مسئلہ تو صرف دومنٹ میں صاف ہو جائے گا۔

آج ہمارا ہندوستانی سپرم کورٹ نے بات چیت کے ذریعہ حل کا اشارہ ۱۹۹۴ء میں دیا تھا لیکن کسی کی توجہ اس طرف نہیں گئی، کیونکہ سب کا دھیان ملکیت کے مقدمات مسماری کے سلسلے میں فوجداری کے مقدمات، اور ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کے واقعات کی جانچ کررہے لبراہن کمیشن کی طرف الجھا دیا گیا۔

اگر بابری مسجد کی جگہ میں رام مندر بنانے کے سلسلے میں کوئی قانون بنتا ہے تو اس کے تحت متنازعہ زمین کو رام مندر بنانے والوں کے حوالے کرنی پڑے گی او ر سپریم کورٹ اپنے دو فیصلوں میں کہہ چکا ہے کہ جب تک ملکیت کے مقدمات کا فیصلہ نہیں ہو جاتا تب تک متنازعہ زمین کسی فریق کو نہیں دی جا سکتی، اور فیصلہ ہونے

تک مرکزی حکومت کی تحویل میں رہے گی کوئی بھی اس طرح کا قانون غیر آئینی و باطل ہوگا، اور جب اسکو آئین کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا تو تاش کے پتوں سے بنے گھر کی طرح دھڑام سے زمین بوس ہو جائیگا۔

6 دسمبر 1992ء کو بابری مسجد پوری دنیا کے سامنے شہید کردی گئی۔ بیسویں صدی کا سب سے بڑا جھوٹ یہ تھا کہ ایک مسجد کو ڈھانچے کا نام دیا گیا۔

اسلام پر مر مٹنے والو! تمام انتہا پسند ہندو تنظیموں نے بابری مسجد کو محض اس واسطے مسمار کیا تھا کہ انہیں ہر صورت میں وہاں رام مندر ہی بنانا ہے، تمام جد جہد صرف اس بات کے لیے ہے کہ مسلمانوں کی ذہن سازی کیجائے کچھ ذمہ دار لوگوں کو دامے درمے سخنے قدمے اپنے منصوبے میں شامل کیا جائے، اور ایک آواز میں تمام مسلمانوں کی زبان سے یہ کہلوایا جائے کہ ہم صرف عدالت کا فیصلہ مانیں گے، اور عدالت کے فیصلے آنے تک رام مندر تعمیر کی حمایتی تنظیمیں اسے اپنی آستھا کا سوال بنا کر عدالت کے فیصلے تسلیم کرنے سے کتراتی رہیں گی، لیکن فیصلہ آنے سے قبل جب انہیں اپنے منصوبے کی کامیابی کا یقین ہو جائیگا تو وہ بھی اعلان کردیں گے کہ ہم بھی عدالت کا فیصلہ قبول کرلیں گے، مسلمان اور مسلمان کے رہنما چونکہ پہلے ہی عدالت کے فیصلے کو تسلیم کرنے کا ہزار بار اعلان کر چکے ہونگے، لہٰذا ان کے لیے اپنے الفاظ سے پھرنے کا موقع نہیں ہوگا، اس وقت تک آئی، ایس، آئی اپنا کام مکمل کر چکی ہوگی، اور شاید زمین کے نیچے سے ایسے شواہد اکٹھا کر چکی ہوگی، جن کے دم پر عدالت میں یہ ثابت کیا جاسکے گا کہ مسجد کی تعمیر سے پہلے اس جگہ مندر تھا اور اس کی نشانیاں مل گئی ہیں۔

لیکن وہاں پر اب تک مندر کا کوئی ثبوت نہیں ملا، بلکہ مسجد اور قبرستان کے ثبوت ملے ہیں ابھی تک تو آئی، ایس، آئی کی کارکردگی اسی سمت میں اشارہ بھی کر رہی ہے۔

پھر ہو سکتا ہے وہی جو گجرات میں، بیسٹ بیکری، معاملے میں تمام ملزمان کے باعزت بری ہونے کے سلسلے میں ہوا شاید پروفیسر ملک زادہ منظور احمد نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

وہی قاتل وہی منصف عدالت اس کی وہ شاہد
بہت سے فیصلوں میں اب طرف داری بھی ہوتی ہے

آج مسلم رہنماؤں کو دوسروں کے فارمولے قبول کرنے سے قبل سوچنا ہوگا کہ مسجد کے مسئلے کو جس صورت سے حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، قطعی غیر مناسب اور غیر شرعی ہے، کیونکہ مسجد کسی بندے کا گھر نہیں اس میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، جس طرح مندر میں ردو بدل نہیں ہو سکتا، جب مسجد اپنی شرائط شرعیہ کے مطابق تعمیر کیجاتی ہے تو پھر وہ از قیام تا قیامت مسجد رہتی ہے، چاہے وہاں نماز نہ پڑھنے دی جاتی ہو، اور خواہ وہاں تک کسی مسلمان کی رسائی بھی نہ ہو، مسجد کا تقدس بہرحال باقی رہے گا، بابری مسجد کے حل کا صرف ایک ہی راستہ نظر آتا ہے، وہ ہے عدلیہ سارا قضیہ عدالت میں رکھا جائے، اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہاں مندر توڑ کر مسجد بنائی گئی تھی تو پھر وہاں ہرگز مسجد کی تعمیر درست نہیں، کیونکہ ہمیں اسلام یہ سبق نہیں دیتا کہ دوسرے کے عبادت خانہ کو توڑ کر اپنا عبادت خانہ بناؤ، بلکہ ہمارا دین ایسا سچا دین ہے، کہ دوسروں کی عبادت گاہ کو بھی محبت کی نظر سے دیکھتا ہے، اور اسے بھی عبادت گاہ سمجھتا ہے۔ اور اگر وہاں مندر نہیں تھا تو پھر وہاں مسجد ہی تعمیر کیجائے۔

سارا جھگڑا ختم آپس کے ہو جائیں گے عدلیہ پورے ملک کا وقار ہوتا ہے، اس کے آگے نہ صدر کا کوئی منصب ہوتا ہے، اور نہ ہی کسی وزیر کی وزارت، صرف قانون ہے جو ملک کی عزت کو دوبارہ بحال کر سکتا ہے۔

دین اسلام کے جیالو! آج کچھ ان پڑھوں نے جس کو فقہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اپنے آپ کو بہت بڑا مفتی و عالم دین سمجھ کر یہ غلط بات کہی ہے کہ فقہ جعفری

کے مطابق کسی مسجد کے کھنڈر بن جانے کے بعد اس کی جگہ کا استعمال بدلا جاسکتا ہے۔

یہ غیر حقیقی بات ہے فقہ جعفریہ میں کہیں ایسا مذکور نہیں ہے، مسجد از فرش تا عرش مسجد ہے، اس کے مسجد ہونے کو کسی بھی صورت میں بدلا نہیں جاسکتا، مسجد کی جگہ کے استعمال کو بدلنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر کوئی ظالم و جابر اس کو منہدم کردے تب بھی اس کا احترام و تقدس بحال و برقرار رہے گا، اور کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس کے دعوی سے دستبردار ہوجائے، جہاں تک مسلم پرسنل لا بورڈ اور شنکر آچاریہ کے درمیان گفتگو کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں مجھے یہ کہنے میں کوئی تردد نہیں کہ اس معاملہ میں کسی کو گفتگو کا کوئی حق نہیں اب بات چیت کرنے کا کوئی موقع نہیں۔

برادران وطن! یہ یاد رکھنا ہوگا کہ کل کوئی پھر ایسی طاقت آسکتی ہے جو تعمیر شدہ عبادت گاہ کو اسی طرح برباد کردے، جس طرح بابری مسجد کردی گئی ہے، کوئی ظلم و جبر کی بنیاد پر کسی عبادت گاہ کو ڈھادے وہ دوسری بات ہے، لیکن کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ امن وامان کی خاطر اس کو خوشی سے کسی دوسرے کے حوالے کردے، 1984ء میں رام جنم بھومی تحریک شروع کی گئی، اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو بابری مسجد کی جگہ مجوزہ رام جنم بھومی کا گربھ گرہ بنانے کی غرض ہے۔ 1986ء میں بابری مسجد کا تالا کھول کر عملاً اسے مندر میں بدلنے، 1989ء نومبر میں مجوزہ مندر کا شیلانیاس کرنے، 1992ء جولائی میں مجوزہ مندر کے مشرقی حصے کے طور پر خلاف قانون پختہ چبوترہ تعمیر کرنے ریاستی و مرکزی حکومت کی ملی بھگت سے، 1992ء میں مسجد منہدم کرنے و کانچی پیٹھ کے شنکر آچاریہ شری چیندر سرسوتی کے الفاظ میں پی وی نرسمہا راؤ کے ذریعہ ایک پنیہ کے کام کے طور پر مسجد کے ملبے کے اوپر 6 تا 8 دسمبر 1992ء عارضی مندر قائم کرانے باوجود یہ بنیادی مقصد پورا نہ ہوسکا، دوسری قومیں جانتی ہیں کہ مندر کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی راہ میں یہ اصلی رکاوٹ ہے، اس لیے دشمن اسلام نے دسمبر 1992ء

میں رام جام بھومی تحریک چلائی، اس نے یکے بعد دیگرے آنے والی مرکزی حکومتوں کو بے شمار الٹی میٹم دیئے ہیں، کئی احتجاجی تحریکیں چلائی ہیں، مسلمانوں کو زبان وتشدد کا نشانہ بنانے کے کئی پروگرام منعقد کیئے ہیں اس کے باوجود یہ کانٹا اس کے دل میں چبھا ہوا ہے، نرسمہا راؤ نے مسجد کے ملبے کے اوپر عارضی مندر بنوایا ہے۔

پس پردہ جو مصالحت کی بات چل رہی ہے اس میں شفافیت نہیں ہے، یہ گپ چپ بات چیت بھی مذاہب کے اصولوں میں ایک سماجی عیب ہے، بابری مسجد کے ملبے پہ اپنی قیادت کی عمارت کھڑی کرنے والے ان لیڈروں کے پاس 1986ء کے بعد دولت وجائیداد کہاں سے آگئی ہیں؟ شاید ہندوتو کے علمبردار سردار پٹیل کے اصول پر عمل کرتے ہوئے بابری مسجد کے مسئلے پر یہی ترپ کا پتہ چل رہا ہے۔

ہندوستان کے حوالے! ان تمام حالات کو اپنی آنکھوں میں رکھ کر بتایئے کہ اس ہندوستان کو پستی میں کون دھکیل رہا ہے، سب سے بڑا دہشت گرد کون ہے۔

ہمیں بیرونی دہشت گردوں کی فکر ہے لیکن
خود اپنے ملک کے دہشت گردوں کا کیا کیا جائے
جو اپنے زہر سے مسموم کرتے ہیں فضاؤں کو
ضروری ہے کہ ان سانپوں کے ہونٹوں کو سیا جائے

میں آج پوری دنیا کی حکومتوں سے یہ بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ گذشتہ ۲۰ر۲۵ برسوں کے دوران دنیا کے مختلف خطوں میں جو دہشت گردانہ کارروائیاں ہوئی ہیں ان پر ایک نظر ڈالتے جائیں اور بتائیں کہ کیا دہشت گردی عیسائیت ہے؟ اس لیے کہ I.R.A والے عیسائی ہیں۔

کیا دہشت گردی یہودیت ہے؟ اسلیے کہ اسرائیلی دہشت گردی میں یہودی ملوث ہیں۔

کیا دہشت گردی بدھ مت ہے؟ اس لیے کہ RedArmy والے بدھسٹ ہیں۔

کیا دہشت گردی ہندومت ہیں؟ اس لیے کہ بابری مسجد کو ڈھانے والے اور فسادات میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے ہندو ہیں۔

کیا دہشت گرد سکھ مت ہیں؟ اس لیے کہ پنجاب میں دہشت گردی کی تاریخ لکھنے والے سکھ ہیں۔

کیا دہشت گرد اسلام و مسلمان ہیں؟ اس لیے کہ اسمبلی اور ہندوستانی پارلیامنٹ میں خونریزی مچانے والے مسلمان ہیں۔

تاریخ یہی کہتی ہے کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب ہی نہیں، اگر ہے حکومت کے پاس تو ثبوت دکھائے۔

آج اسلام کو دہشت گردی کا نام دیکر بدنام کرنے کی کوشش کرنا انتہائی ناعقلی کی بات ہے، کیونکہ اسلام امن وسلامتی کا دھرم ہے، نیک نیتی اور سچائی کا مذہب ہے، خون ریزیوں کے سخت مخالف ہے، کسی کی عبادت گاہ کو گرانے کی اجازت نہیں دیتا، ظالموں کو ستم گری سے روکتا ہے

اسلام کا مزاج اجتماعت پسندانہ ہے انفرادیت پسند نہیں (الاسلام الا بالجماعة)

اسلام کا مزاج اختراع پسندی وجدت طرازی کا نہیں بلکہ اتباع پسندی ہے نیز گوشہ گری اور انقطاعیت پسندی کا نہیں۔ (لا رهبانية في الاسلام)

اسلام میں جبر واکراہ نہیں ہے بلکہ نرمی ومحبت کے ساتھ حجت وبرہان سے حق کو واضح کیا جاتا ہے (لا اكراه في الدين)

اسلام میں تخریب وضرر رسانی نہیں بلکہ تعمیر ونفع رسانی ہے (لا ضــــــرر ولا ضرار في الاسلام)

اسلام میں توہم پرستی نہیں بلکہ شگون یا ٹونے ٹوٹکے یا کسی کو کسی کی بیماری لگ جانے کا تخیل نہیں (لاعدوی ولا طیرۃ فی الاسلام)

اسلام میں خواہشمند کو عہدہ نہیں دیا جاتا کہ اس میں خود غرضی ہوتی ہے (لاتولی امرنا ھذا من طلبہ)

اسلام میں تکلیف مالایطاق نہیں (لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا)

اسلام میں دھوکہ دہی نہیں (فلیس منا من غشنا)

اسلام میں تصنع و بناوٹ تکلیف و نمائش نہیں (وماانا من المتکلفین)

اسلام میں تعصب تنگ نظری نہیں (لا نفرق بین احد من رسلہ)

اسلام میں بزدلی کم ہمتی ممنوع، اور عالی حوصلگی اور ہمت مردانہ مطلوب ہے (ولا تھنو ولا تحزنو ا)

اسلام میں مایوسی مذموم اور توکل اعتماد ممدوح (لا تیاسو امن روح اللہ)

اسلام میں تنگی نہیں فراخی و وسعت ہے (ما جعل علیکم فی الدین من حرج)

اسلام میں غلو و مبالغہ کو دخل نہیں، بلکہ توسط اعتدال ہی اس کا اصول ہے

اسلام میں انصاف ہے منہ دیکھی بات نہیں ظلم و زیادتی نہیں (لا یجرمنکم شنان قوم ان لا تعدلوا)

اسلام میں ہر شخص کو عمل پر ابھارا گیا ہے، کسی کی کوشش دوسرے کے کام نہیں آئے گی (لیس للانسان الا ماسعی)

اسلام تو یہ ہے ان تمام خصوصیتوں کے باوجود اس کو بدنام کرنا یہ بے عقلی کی بات نہیں ہے؟

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جب کوئی قوم کسی مذہب والے کو اپنے پاؤں تلے دبا کر رکھنا چاہتی ہے جائز و اصلاح کی معقول راستے بند کردیے جاتے ہیں تو ظلم کی کوکھ سے ظلم

اور تشدد کی کوکھ سے تشدد پیدا ہوتا ہے اگر حقائق کے اظہار کے راستے بند کردئے جائیں تو طغیانی وتشدد سرکشی اور دہشت گردی پیدا ہوتی ہے، اور ایک ایسی صورت حال کو اختیار کرتی ہے، جس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے، آج یہی ہو رہا ہے صرف نیویارک واشنگٹن میں مظلوموں کا خون ہی نہیں بہا، بلکہ یہ خون پوری دنیا میں بہہ رہا ہے۔

دہشت گردی تو ہر حال میں قابل مذمت ہے، سیاسی حصول کے واسطے دہشت گردی مچائی جاتی ہے۔

آج جو ہندوستان کا دشمن ہے وہ تو آزاد ہے اور جس نے خون کی ہولیاں کھیل کر اس ہندوستان کو آزاد کرایا

ہندوستان جس کے حریت کے باغ کو مسلمانوں نے اپنے خون جگر سے سینچا

وہ ہندوستان جس کی آزادی کی خاطر بحر نا آشنائے ساحل میں کود پڑے او رخون کے موجوں سے کھیلتے ہوئے منجدھار تک جا پہونچے۔

جس نے بے پناہ قربانیوں کے ذریعہ پروان چڑھایا آج وہ دہشت گرد ہے

ملے جو وقت تاریخ اٹھا کر دیکھ ☆ کسی سے کم نہیں قربانیاں ہماری بھی

آج ہمیں ایسا لگتا ہے کہ پھر ہمیں ایک بار تحریک بالا کوٹ، تحریک انبالہ تحریک ریشمی رومال، تحریک آزادی چلانی ہوگی، حکومت وقت ہندوستان کی جمہوریت کو باقی رکھے پامال نہ کرے، اگر پامال ہوتی جائے گی اور بزرگ آزادی کی خوابوں کو پس پشت ڈالا جائے گا تو ایک بے حد مہیب اور خوفناک ہو کر ایک جنگ عظیم کا سبب ہو جائے گا اور اس جنگ کا نام غزوہ ہند ہوگا جس کی طرف اشارہ ہمیں تاریخ کی کتابیں کر رہی ہیں اور مجاہدین آزادی کا بھی یہی فرمان ہے کہ ایک روز ہندوستان میں وہ جنگ ہوگی

جس کا نام غزوہ ہند ہوگا۔

وطن کے جیالو! ایسا لگتا ہے ان غدار وطن کے افعال سے کہ یہی جنگ پوری دنیا میں ہونے والی ہے، جس کی نشاندہی پامال جمہوریت کررہی ہے، دجال اکبر کا یہ تازہ ترین انعجاز جس کا آغاز ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء سے ہوگیا۔

اسلام کو دہشت گردی قرار دینا

اسلامی احکام کو دہشت گردی قرار دینا

اسلامی شعار کو دہشت گردی کا شعار قرار دینا

اسلامی شعار کی پاسداری اور اسلامی احکام پر عامل حکومتوں کو دہشت گرد حکومت قرار دینا، اسلامی شعار کے پاسداری و اسلامی احکام پر عامل معاشرہ کو دہشت گرد معاشرہ قرار دینا، اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں تنظیموں و تحریکوں کو دہشت گرد تنظیم و تحریک قرار دینا، اسلامی احکام کے عامل افراد کو دہشت گرد قرار دینا۔

آج ایمان والوں کو مجبور کرنے اور ورغلانے کی کوشش کی جارہی ہے جو دجال اکبر کی خصلت ہے جو اقامت ایمان، اقامت صلوۃ، زکوۃ صدقہ ختنہ نکاح شہادت جہاد، یہ سب کام کرنے سے روکے گا اور ان سب شعائر کا استہزا کرے گا، وہ دجال صفت ہے آج یہ سب ہورہا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دجال اکبر اور ابلیس کے آلہ کار ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی مسلمانوں کو ہر بلا مصیبت سے محفوظ رکھے کہنے سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

برادران اسلام! آج کے اس دور پرفتن میں پورا عالم ہمارہ دشمن ہورہا ہے ہمارے قومی اور ملی لیڈران محض اپنی روٹیاں سینکنے کے چکر میں لگے ہوئے ہیں۔

ایسے نازک وقت میں تمام مسلمانوں کو نہایت تدبر تحمل سے کام لینا ہوگا

اور بابری مسجد کے قضیہ کو بڑی فہم ودانشمندی سے حل کرنا ہوگا

لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے دل کی آواز یہ ہو۔

خون دل بھر کے چراغوں کو کریں گے روشن

ہم تو آئیں ہیں زمانہ میں اجالوں کے لیے

وہ تو زخم پرانا تھا یہ زخم تو تازہ ہے

پھر باپ کے کاندھوں پر بیٹے کا جنازہ ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حالات حاضرہ حقائق کے تناظر میں

مسئلوں کے اسطرح اب حل نکالے جائیں گے
آئینوں کے شہر میں پتھر اچھالے جائیں گے

حامدا ومصلیا : اما بعد! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب الوطن من الایمان

حادثے وقت کی رفتار ہوئے جاتے ہیں
مرحلے اور بھی دشوار ہوئے جاتے ہیں
بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے جن کو
وہ بھی اب صاحب کردار ہوئے جاتے ہیں

ملت اسلامیہ کے نوجوانو! آج کے اس مبارک اجلاس میں میری تقریر کا موضوع حالات حاضرہ ہے، اللہ سے دعا کریں کہ خالق دو جہاں مجھے صحیح بات کہنے اور پوری امت مسلمہ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج کے اس نازک دور میں مخالفین سے مقابلہ اور روفاع کی کیا تدابیر ہیں، ان کو اس مختصر سے وقت میں بیان کرنا اور ان پر تفصیلی روشنی ڈالنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے، لیکن سردست دور حاضر کے عنوان پر کچھ کہنے کے لیے کھڑا ہو گیا ہوں۔

قوم وملت کے پروانو! آج یہ صاف لفظوں میں ہر ایک سے مخاطب ہوتا ہوں کہ یہ مادر وطن کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے، ہندوستان، ہندو، مسلم، سکھ عیسائی ہر ایک کا ہے، جنگ آزادی میں مادر وطن کے واسطے خون بہانے والے ہر ایک ہیں، جنہوں نے خون کی ندیاں بہا کر اس ملک میں ایک جمہوری حکومت قائم کی

جس کا واحد مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے ہر فرد کو جمہوریت کا حق حاصل ہے کہ من او رسب کچھ کرسکتا ہے کسی کو کسی پر دباؤ ڈالنے کا حق نہ ہوگا۔ لیکن ان اکابر کے قائم کردہ اصولوں کو اکثریت والے ٹھکرا کر اپنا من چاہا قانون نافذ کرر ہے ہیں، اور جمہوریت کو پامال کرر ہے ہیں۔

چھیڑتی جا اس عراق دلنشیں کے ساز کو

اے ساغر دل سمجھتا ہے تیری آواز کو

ظلم وزیادتی کو اپنا شیوہ بنا کر، غیروں کے حقوق کو دبا کر، اوروں کی عزت وآبرو کو چھین جھپٹ کر اس ملک کے جمہوری قانون کو توڑ چھوڑ کیا جا رہا ہے۔

آج قانون ہندوستان ان غداروں کے دانستہ فعلوں کو دیکھ کر بلک بلک کر آواز دے رہا ہے، کہ کہاں ہیں وہ لوگ؟

جنہوں نے امن وسلامتی کی خاطر جمہوریت کو اپنایا تھا؟

آج ہندوستان کے ہر ایک ذرہ ذرہ سے یہی آواز سنائی دے رہی ہے کہ کہاں ہیں جمہوریت کو اپنانے والے؟

آج جمہوریت کو توڑ چھوڑ اور اسے نیست ونابود کیا جا رہا ہے

آج لال قلعہ، قطب مینار آواز دے رہے ہیں کہ کہاں ہیں ہندوستان کی خاطر جمہوری قانون بنانے والے؟

جنہوں نے ہم کو ان سیاکاروں کے ہاتھوں میں چھوڑ رکھا ہے؟

آج بابری مسجد آواز دے رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ کہاں ہیں جمہوریت کی خاطر مٹنے والے؟

جنہوں نے میری عزت وآبرو کو دوبالا کیا تھا،

آج مائیں بہنیں آواز دے رہی ہیں کہ کہاں ہیں وہ لوگ؟

جنہوں نے جمہوریت میں ہمیں حصہ دلایا تھا؟

آج ہم سے ہمارا حصہ لوٹا جارہا ہے، جسم نازک میں تیر وتلوار کو آزمایا جارہا ہے،

ہماری عصمت وعفت کو تارتار کیا جارہا ہے،

مساجد، مدارس ومکاتب کو ملبے کی شکل میں تبدیل کیا جارہا ہے،

مسلمانوں پر ہر طرف سے ظلم زیادتی کی جارہی ہے

عبادت گاہ اور عبادتوں پر پابندیاں عائد کی جارہی ہیں

نسل کشی پر مجبور کیا جارہا ہے

جب سے دنیا وجود میں آئی ہے، تب سے کوئی بھی گھڑی، کوئی وقت ایسا نہیں، جس میں ظلم وزیادتی کی داستان سننے کو ہمیں نہ ملی ہو

اہل اسلام اور مخالفین اسلام کا معرکہ آرائی نہ ہوئی ہو

ظالم وجابر طاقت ور اور کمزور ومظلوم میں ٹکراؤ نہ ہوا ہو

خرمن انسانیت پر بجلیاں نہ گریں ہوں

باغ آدم میں آندھیاں نہ آئیں ہوں

ظلم وبربریت نے انسانیت کا منھ نہ نوچا ہو، ایسا ہوا یا نہیں؟

دوستو بتاؤ تو صحیح ایسا ہوا ہے اور ہورہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔

۱۶۰۸ء میں برطانیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے اپنا مکر کا جال اس ملک میں پھیلایا، اپنے مکر کے جال سے ۱۷۰۱ء میں ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے علاقوں میں حکومت قائم کرلی اور ۱۷۷۱ء میں بلا آخر میسور کے ایک صوبے پر قبضہ جمایا، اور اس مادر چمن کی گورنری اپنے ہاتھ میں لے لی۔

۱۷۹۰ء تک ہندوستان کے چار بڑے بڑے صوبوں پر یہ غدار حکمراں ہو گئے

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ۱۷۶۲ء میں باپ کی مسند پر مسند نشین ہوکر حدیث کا درس دینا شروع کیا۔

۱۷۶۳ء میں ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط دیکھا بالآخر ۱۷۷۳ء میں انگریز کے خلاف بغاوت کا اعلان کردیا۔

اور انگریزی دشمنی کا بیج بویا، اور انگریزی حکومت انگریزی ذریت انگریزی قوم کے خلاف جہاد کا فتوی جاری کیا۔

۱۷۷۲ء میں فتوی جہاد کی وجہ سے فتح علی ٹیپو سلطان نے میدان جنگ قائم کیا ۱۷۹۲ء میں فوجوں کے ساتھ مرنجہ قدم کے علاقے میں قدم رنجہ فرمائے میسور کی چار بڑی بڑی لڑائیاں لڑیں۔

۱۷۹۹ء میں مجاہد خدا میسور کی دھرتی پر مادر وطن ہندوستان کی خاطر شہید کردیئے گئے، ان کے بعد نواب سراج الدولہ نے میدان میں آکر پلاسی کی جنگ اپنوں کی غداری کی وجہ سے یہ بھی شہید کردیئے گئے۔

۱۸۲۰ء میں راجہ رنجیت سنگھ پنجاب کا حکمراں بنا مسلمانوں پر ظلم وزیادتی شروع کردی، مسجد شاہی لاہور میں اصطبل خانہ بنادیا لڑکیوں کو بے آبرو کیا، ۱۸۲۶ء میں سید احمد شہید راجہ رنجیت کے مقابلے میں ساڑھے سات سو مجاہدوں اور دس ہزار مریدوں کو لیکر رائے بریلی سے چلے، ۱۸۲۷ء میں پشاور پر حملہ کرکے فتح پائی۔

اور فتح پشاور کے بعد فوراً اسلامی احکام لاگو فرمادی، ۱۸۲۷ء ہی میں پشاور، شن کیاری، اتمان زئی، اکوڑا فتح کرکے راجہ رنجیت کی طرف آگے بڑھے، یہ قافلہ ۱۸۳۱ء میں بالاکورٹ کی پہاڑی پر پہونچا اور اسی سن میں ۵، رمئی یا ۹ مئی کو شاہ اسماعیل شہید، شہید ہوئے ان میں مولانا جعفر تھانیسری، مولانا ولایت علی، مولانا مملوک علی، مولانا یحیی علی بچے ہوئے لوگوں میں سے ہیں، ۱۸۵۷ء میں دہلی کے علاقہ میں

ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کی میٹنگ ہوئی اس میٹنگ میں مولانا جعفر تھانیسری مولانا ولایت علی، مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا رشید احمد گنگوہی، حافظ ضامن شہید یہ سارے لوگ شریک کانفرنس تھے۔

اس میٹنگ میں حضرت نانوتوی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کی تقریر فرمائی، اور لوگوں کے دلوں میں جوش وجذبہ پیدا فرمایا۔

۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی ہوئی اور ایک تحریک ریشمی رومال جس کی بنیاد مولانا نانوتوی کے شاگرد مولانا محمود الحسن نے رکھی۔

۱۸۶۱ء میں ہندوستان میں تین لاکھ قرآن مجید کے نسخے انگریزوں نے جلائے۔

۱۸۶۳ء سے ۱۸۶۷ء تک چودہ ہزار علماء کو پھانسی پر لٹکایا، ۱۸۵۷ء میں مولانا جعفر تھانیسری کو پھانسی کا حکم ہوا مولانا یحییٰ علی صاحب کے داڑھی کے بال کاٹے گئے ۱۸۶۷ء تک ان علماء نے قربانیاں دیں۔

۱۸۶۷ء میں کوئی دینی مدارس اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہا۔

۱۹۲۰ء میں شیخ الہند نے یونیورسٹی کے نوجوانوں کے جذبہ کو ابھارا اور اپنی تاریخ ماضی کو یاد دلایا، تو ان کی اس تقریر سے مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی اور بڑے بڑے لیڈر اور قائد پیدا ہوئے۔

۱۹۲۱ء میں مولانا شیخ الہند محمود الحسن کا انتقال ہوا۔

۱۹۳۶ء میں حسین احمد مدنی نے انگریز کی فوج میں بھرتی ہونے کو حرام قرار دیا، محمد علی جوہر نے چودہ چودہ گھنٹہ انگریزی میں برطانیہ میں انگریز کے خلاف تقریر کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ میں غلام ملک میں نہیں جاسکتا۔

آپ نے انگریزوں کی غداری کینہ پن دیکھی، مادر ہند میں اپنے مکاری کا کیسا جال بچھایا، آپ اس سے آگے بڑھیں۔

جب انگریز نے، مادر ہند سے پیٹھ پھیر کر بھاگا تو دوسری طرف امریکہ نے سیاست کا نیا جال بچھایا، اور دنیا کے سب سے بڑے چار عہدوں پر اپنا قبضہ کرلیا۔

جس کے ذریعہ آج یہ دنیا کے لوگوں پر ناجائز ظلم وزیادتی اور حکمرانی کررہے ہیں جب آپ اس سے آگے بڑھیں گے تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ امریکہ ظالم اپنا ساز وسامان افغانی لوگوں کو عطا کرکے روس سے ٹکراؤ کرکے روس کو ٹکڑے ٹکڑے کروادیا۔

عراق کے جنرل محمد قاسم پر فضائی حملہ کروایا۔

فلسطین پر حملہ آور اسرائیل کو کیا۔

پھر عراق کو دوبارہ نشانہ بنایا لیکن اس وقت کامیاب نہ ہوسکا جب اس سے آگے بڑھا تو افغانی کمزور و بے بس لوگوں پر ہزاروں ملین پاونڈ کے بم برسوائے اور افغانستان کو اجاڑ کر رکھ دیا جب اس سے آگے بڑھا تو پھر سے بارہ عراق کو نشانہ بنایا۔

اس سے قبل ہندوستان کے لوگوں میں نفرت وعداوت پھیلانے کی کوشش بابری مسجد کے گروادینے کیساتھ کیا، پھر گجرات گودھرا، کشمیر کے واقعات کو پیدا کیا۔

تاریخ کی ایک لمبی داستان ہے دلائل کے طور پر چند ایک مثال ذکر کردی گئی ہیں مختصر یہ کہ ہر ایک کے دل میں نفرت کا بیج بونے والا امریکہ ہے۔

۱۹۶۸ء میں ہندوستان کے مساجد ومدارس پر جو بلڈوزر چلوائے گئے تھے وہ امریکہ کے اشارہ پر بلکہ تاریخ ہمیں اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ جو کچھ دنیا میں ظلم وزیادتی ہورہی ہے اور ہوئی ہیں وہ سب کی سب امریکہ کا ہی فعل ہے۔

وندے ماترم پڑھنے پر مسلمانوں کو کس نے مجبور کیا؟

نسل کشی کرنے پر کس نے مجبور کیا؟

بے انتہا جبر وتشدد کے ساتھ مسلمانوں پر کس نے ظلم کیا؟

دریائے جہلم کو مسلمانوں کے خونوں سے کس نے رنگین کیا؟

مسلمان ماؤں بہنوں کیساتھ کس نے ظلم کیا؟

گجراتی مسلمان بھائی بہنوں کے ساتھ کس نے ظلم کیا؟

مہاتما گاندھی کے آشرم کو کس نے ویران کیا؟

بزرگوں کے خوابوں کو کس نے اجاڑا؟

مسلمان ماؤں بہنوں کے ساتھ کس نے زنا بالجبر کیا؟

مسلمان ماؤں اور بہنوں کے پیٹ کس نے چاک کئے؟

مسلمان حاملہ عورتوں کو چاقو کے ساتھ کس نے جان بحق کیا؟

مسلمان نومولود بچوں کی بوٹیاں کس نے بنائیں؟

مسلمان نومولود بچوں کو آگ میں کس نے جھونکا؟

مسلمان معصوم بچوں کو تیلوں میں کس نے چھانا؟

مسلمان معصوم بچوں پر بم اور گولیاں کس نے برسائیں؟

مسلمانوں کو پہاڑوں کی کھوہوں میں کس نے دبایا؟

مسلمانوں کو جیلوں کی سلاخوں میں کس نے ڈلوایا؟ عراقی وافغانی مسلمانوں کو بدحالی اور زبوں حالی پر کس نے مجبور کیا؟

عراق کو کس نے اجاڑا؟

مزار اقدس پر کس نے بم برسوایا؟

حضرت علی کی قبر مبارک کو کس نے نیست ونابود کیا؟

میدان کربلا کو کس نے برباد کیا؟

حضرت نبی پاک ﷺ کے مقدس داماد کو کس نے تکلیف دی؟

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سینے میں برچھیاں کس نے گاڑیں؟

حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے سینے کو کس نے چیرا؟

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر، بم کس نے برسایا؟

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابو بکر شبلیؒ، حضرت فضیل بن عیاض، سفیان بن عیینہؒ، کے مزارات کو تہس نہس کس نے کیا؟

ان مسلمان زاہدوں کے مدارس پر کس نے پابندیاں عائد کیں؟

ان بزرگوں کے مزارات کو کس نے اجاڑا؟

فلسطینی مظلوموں پر کس نے ظلم وزیادتی کروائی؟

قبلہ اول بیت المقدس پر کس نے تالے لگوائے؟

قبلہ اول بیت المقدس کو کس نے اصطبل بنایا؟

قبلہ اول بیت المقدس پر کس نے سور کا گوشت ڈلوایا؟

قبلہ اول بیت المقدس پر کس نے لونڈیوں کا ناچ نچوایا؟

قبلہ اول بیت المقدس پر کس نے جتوں کو رکھوایا؟

قبلہ اول بیت المقدس پر کس نے پابندیاں جاری کروائیں؟

بیت حرم کو کس نے نشانہ بنایا؟

مسلمان معصوم بچوں کو یتیم کس نے کروایا؟

مسلمان عورتوں کو بیوہ کس نے بنوایا؟

بابری مسجد پر تالا کس نے لگوایا؟

بابری مسجد پر کس نے چبوترے بنوائے؟

بابری مسجد پر کدال کس نے چلایا؟

بابری مسجد کو ناجائز کس نے ڈھایا؟

بابری مسجد کے ملبہ پر کس نے عارضی مندر بنایا؟

شاہ بابر پر کس نے الزام ڈالا؟

بابری مسجد میں کس نے بت رکھا؟

مدارس و مکاتب کی بندش کا کس نے اعلان کروایا؟

سیاہ بل کس نے نکالا کس نے چلایا؟

دنیا میں دہشت گردی کون پھیلا رہا ہے؟

دنیا میں ظلم وزیادتی کون مچا رہا ہے؟

دنیا والو! انصاف کی نظر سے دیکھو اور ہمیں جواب دو کہ آج کون دہشت گرد ہے، آج نفرت وعداوت کا بیج کون بو رہا ہے، ظلم وزیادتی کون کر رہا ہے، ماؤں کی امنگوں کون اجاڑ رہا ہے، بہنوں کی سہاگ کو کس نے اجاڑ رکھا ہے، اج اس کا ہمیں فیصلہ حل کر کرنا چاہئے تھا، اور حاکم کو چاہئے کہ دشمن کو سزائے موت دے تا کہ آپس میں امن باقی رہے، ملک کی جمہوریت نہ ٹوٹے، خاص کر مادر ہند میں کوئی فتنہ فساد نہ پھیلے، ایک دوسرے کے درمیان نفرت وعداوت کی آگ نہ لگے، اور ہمارے ہندوستان کو کوئی زک نہ پہونچے۔

اس چمن کی ہر کلی پر نام کندہ ہے میرا
پتی پتی پر ہماری داستاں تحریر ہے
گولیاں کھا کے بھی مسکراتے رہے
پھر بھی تیرے سدا گیت گاتے رہے

ملت اسلامیہ کے فرزندو! راہنمائے قوم مہاتما گاندھی آزادی ہند کے بعد لوگوں سے یہ مخاطب ہوا تھا کہ کوئی اکثریت کسی اقلیت کو دبا کر چین کی زندگی گزار نہیں سکتی ہے، اگر کوئی اس ہندوستان میں اقلیت والوں کو دباتا ہے تو وہ اس ملک کا سب سے بڑا غدار ہے اسے اس ہندوستان میں رہنے کا حق نہیں ہے۔

اس کو فوراً جلاوطن کر دیا جائے شہر بدر کر دیا جائے تا کہ مادر ہند کی جمہوریت نہ

تو نے کیونکہ ہندوستان میں ہر ایک بھائی بھائی ہیں۔

ہندو مسلم سکھ عیسائی ☆ آپس میں سب بھائی بھائی

چاہے وہ جس دین سے تعلق رکھتا ہو، ہر ایک برابر کا حقدار ہے آزادی ہند کے خاطر ہر ایک نے اپنا خون و پسینہ بہا کر اس چمنستان کو آزادی کا ہار پہنایا اور تمھیں غلامی کی زندگی سے چھٹکارا دلا کر آزاد پرندہ بنا ڈالا ہے

میں اپنے عہد کی تاریخ لکھنے والا ہوں
مرے قلم کو حقیقت شناش رہنے دو

لیکن آج رہنمائے قوم کی باتوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جارہا ہے او راس کے خلاف عمل کیا جارہا ہے۔

مجاہدین آزادی کے محبوب شہر گجرات کو گودھرا کا بہانہ بنا کر نیست و نابود کر دیا گیا، جہاں پر مہاتما گاندھی کا آشرم تھا، اب وہاں کسی بھی رہنمائے قوم کی آشرم موجود نہیں ہے، اور نہ وہاں قانون کا کوئی پاس لحاظ ہے، بلکہ آنکھوں میں پٹیاں باندھ کر قانون کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں جو دنیا کے سامنے ظاہر ہو رہا ہے۔

آج جو فسادات ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں یہ سب کے سب حکومت کی سر پرستی اور شہ پر ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

آج کوئی مدارس و مکاتب پر دہشت گردی کا الزام لگاتا ہے۔

تو کوئی مسلمانوں کو دہشت گرد ہونے کا تو کوئی ہمیں مسجد نبوی سے رشتہ توڑنے اور بھارتیہ کرن کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تو کوئی قرآن کو فسادی کتاب کہتا ہے کہ قرآن میں فساد کرنے کا حکم موجود ہے

آج قرآن سے آیات جہاد کو نکال دی جائیں جو دنیا میں دنگا فساد کروا رہی ہے۔

قرآن و اسلام کی عظمت و شرافت و دیانت، امانت و فصاحت کو میں خود بیان

نہیں کرتا اور نہ ہی دین اسلام کی خوبیوں کی وضاحت کسی مسلمان کے اقوال سے کروں گا کیونکہ تم جیسے جہال کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی من گھڑت ہے۔

بلکہ تم اپنے پیشوا، اپنے امام اپنے مقتدا اپنے راہنما مہاتما گاندھی سے قرآن واسلام کے بارے میں پوچھو کہ قرآن دنیا والوں کو کس چیز کی تعلیم دیتا ہے۔

کیا قرآن اسلام بدبختی، شقاوت ونفرت عداوت وظلمت وحشت وبربریت کو پھیلاتا ہے؟ یا امانت ودیانت شرافت وعظمت کا پیکر دنیا والوں کو بناتا ہے۔

کیا جہنم کے غار عمیق میں لے جاتا ہے؟ یا جنت کے سدابہار باغیچوں او رنہروں میں سیر وتفریح کراتا ہے۔

تمہارا مقتدا، تمہارا پیشوا تمہارا امام، تمہارا رہنما یہی جواب دے گا کہ خدا کی قسم میرے علم میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں ہے۔

اس جیسا کوئی دین نہیں ہے۔

جو جانوروں کو انسان بنادے جو دل دل میں عدل وانصاف قائم کر کے ظلم وزیادتی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔

جو کفر وشرک کے اندھیاروں میں علم وعمل کا چراغ روشن کر کے پوری انسانیت کو زندگی بسر کرنے کا سلیقہ عطا کیا۔

مغربی تہذیب وتمدن کا کلیجہ چاک کر کے اسلامی تہذیب سے پوری دنیا کو منور کیا اپنے فیضان وبرکات سے پوری دنیا کو بیدار کر کے ان کے دلوں میں صداقت وسچائی کا چشمہ پیدا کیا۔

گونگوں کو زبان اور بے زبانوں کو فصاحت وبلاغت کا امام بنادیا۔

بدعملوں کو زہد وتقوی کا پیکر اتم بنادیا محمد ﷺ بن عبد اللہ کو رسول بنادیا۔

عمر بن خطابؓ کو فاروق اعظم بنادیا۔

عبد اللہ بن ابو قحافہ کو صدیق اکبر بنا دیا۔

عثمان بن عفان کو عثمان غنیؓ اور ذوالنورین بنا دیا۔

حلم و بردباری اور حیا کا پیکر بنا دیا، علی بن ابی طالبؓ کو شیر خدا علی مرتضی بنا دیا۔

حضرت عائشہ کو صدیقہ بنا دیا، حضرت فاطمہ کو سیدہ نساء اہل الجنتہ بنا دیا، فاطمہ زہرہ اور بتول کے لقب سے یاد کرایا، حضرت حمزہؓ کو شہداؤں کا سردار بنا دیا، نعمان بن ثابت کو امام اعظم کی شہرت عطا کی محمد بن ادریس کو امام شافعیؒ کے لقب سے ملقب کیا او رزمانہ کا امام بنا دیا۔

قوم وملت کے پروانو! قرآن کریم خدا تعالی کا کلام ہے، حقانیت اسلام کی واضح دلیل ہے، خدا تبارک وتعالی کی وحدانیت کے فیضان کو عام کرنے کا ذریعہ ہے، فارق بین الحق والباطل ہے، ظلمت وجہالت کفر وشرک تمرد وسرکشی سے دور رکھنے کا ایک آلہ ہے، خیر وشر حلال وحرام جائز وناجائز کے درمیان امتیاز کرنے کا ایک واسطہ بے مثال ہے، یہ تو قرآن کریم کی عظمت ورفعت کو بتا رہا تھا، اسلام وقرآن کی حقیقت کو ان سے اور ان کے علاوہ سے پوچھو مہاتما گاندھی جی نے جنگ آزادی کے وقت اقرار کیا تھا کہ دین اسلام ہی سب سے بہترین دین ہے، اور اس کیساتھ یہ بھی کہا تھا کہ اس (قرآن) نے جو دنیا والوں کو عطا کیا ہے، وہ ایک بے مثال ہے لوگوں کو ظلمت وجہالت کے گمراہ کن راستے سے نکال کر ہدایت وجنت کے راستے پر لے آیا لوگوں کے دلوں سے حیوانیت کو نکال کر انسانیت کو ڈالا، وہی درندہ صفت انسان جو اپنی اولادوں کو زندہ درگور کردیتے تھے، لیکن دین اسلام آتے ہی ہر ایک کی آنکھیں کھل گئیں، اپنی کم عقلی اور بے وقوفی سمجھ میں آگئی۔

دین اسلام نے لوگوں کو اس بات کے کہنے پر مجبور کردیا کہ واقعی ہم لوگ گمراہی اور بے دینی پر تھے، مہاتما گاندھی جی نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ملک کا نظام صحیح چلانا

ہو، خصوصاً ہندوستان کا تو پھر حضرت عمر فاروقؓ جیسے لوگ چاہئیں ورنہ تو ملک کا نظام قانون ایک نا ایک دن بگڑ کر رہ جائے گا جو آج صادق آرہا ہے ایک دوسرے کو لوگ دبانے پر تلے ہوئے ہیں۔

محترم حضرات! ہم مہاتما گاندھی سے آگے چلتے ہیں تو ڈاکٹر امبیڈکر جو ہریجنوں کے سردار تھے نظر آتے ہیں اس سے ہم دین اسلام کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تو تاریخ بتاتی ہے کہ یہ اسلام کو ہر مذہب ہر دین پر فوقیت دیتے تھے، اور صاف صاف لفظوں میں کہا کرتے تھے جس نے اس دین اسلام کو اختیار کیا وہ یقیناً کامیاب اور جنتی ہے، اور جس نے اس سے منھ موڑا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا، اپنی ذات کے ساتھ ساتھ پورے ہریجنوں کے ایمان لانے والے تھے لیکن تقدیر میں جو کچھ لکھا تھا وہی کام آیا۔

فرازدار بھی نظریں جھکا کے بات کرے
بڑے گمان میں اس بانکپن میں رکھتا ہوں

پھر لوگوں ہمیں بتاؤ کہ قرآن اور دین اسلام کہاں دنگا اور فساد کی تعلیم دیتا ہے دہشت گردی مچاتا ہے؟ اہل یوروپ بھی اس دین کی تعریف کرنے پر مجبور ہوئے اور تعریف کیئے جس سے بڑھ شاید ممکن نہ ہو، چنانچہ مسٹر گبن صاحب لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کہ وہ عورتیں جو لڑائی میں قید کی جائیں، اپنے بچوں سے قطعاً جدا نہ کی جائیں ایک ایسا حکم ہے، جس پر دنیا کے تمام مورخین کی نکتہ چینیاں جو انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کی ہیں قربان کی جاسکتی ہیں۔

سارے جہاں میں ان کے برابر کوئی نہیں
ہم ان کے ہیں جن سے بہتر کوئی نہیں

"یاسورتھ اسمتھ صاحب لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمام ہر پیغامبر سے

عظیم الشان اور بلند پایہ ہے“

”میور صاحب معترف ہیں کہ تمام نبیوں اور پیغمبروں کے کاموں سے مشکل ترین کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا“

کارلائل صاحب اس اقرار پر مجبور ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجسم رحم اور عفو تھے، اس کی تمام زندگی یتیموں، بیواؤں اور کمزوروں کی حمایت میں گذری یہ اس شخص کی زندگی تھی جو خدا تعالیٰ کے لیے پیدا اور خدا کے لیے انتقال کر گیا، اگر کسی آدمی نے اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کی تو وہ یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

”انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لفظ قرآن کے تحت لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور دینی کام کرنے والوں میں سب سے زیادہ کامیاب تھے،،

,,لیونارڈ صاحب کہتے ہیں کہ اگر کسی نے زمین پر خدا کو پالیا اگر کسی نے خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کردی اگر کسی شخص کی زندگی کا نصب العین محض نیکی کا پرچار تھا تو وہ یقیناً عرب کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے“

بابا گرونانک نے لکھا ہے توریت زبور، انجیل ترے پاٹھ سن ڈٹھے وید رہی قرآن کتاب کل جگ میں پرواز (جنم ساکھی کلاں ص ۱۴۷)

توریت زبور انجیل اور وید وغیرہ کی تمام کتب پڑھ کر دیکھ لیا قرآن شریف ہی قابل قبول اور اطمینان قلب کی کتاب نظر آئی،

رہی کتاب ایمان دی سچ کتاب قرآن (اگر سچ پوچھو تو سچی اور ایمان کی کتاب جس کی ملاقات سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے، قرآن شریف ہی ہے،،

مسٹر آرنلڈ وہائٹ نے اسلامک ریویو ماہ مئی ۱۹۱۶ء صفحہ: ۲۲۶ میں لکھا ہے ”اسباق جو ہم عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید سے یہودیوں کے توسط سے سیکھتے ہیں، ہمیں بنی نوع انسان کے ساتھ انسانیت سے پیش آنا، اور تمام لوگوں کے خیالات کا احترام کرنا

سکھاتے ہیں۔

لیکن قرآن نے مسلمانوں کو نہ صرف زبردست جنگ آرائی سکھائی بلکہ پرائیوٹ زندگی میں ہمدردی، خیرات، فیاضی، شجاعت، اور مسلمان نوازی کا سبق پڑھایا۔

پروفیسر اڈورڈ جی براؤن ایم، اے بی نے اپنی تالیفات دوائے لٹریری ہسٹری آف پرشیا (تاریخ ادبیات ایران) میں زند اوستا اور قرآن کا مقابلہ کرتے ہوئے ص ۱۰۳ میں لکھا ہے، میں جوں جوں قرآن پر غور کرتا ہوں، اور اس کے مفہوم ومعانی کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں میرے دل میں اس کی قدر ومنزلت زیادہ ہوتی جاتی ہے، لیکن زند اوستا کا مطالعہ بجز ایسی حالتوں کے کہ اس کو علم الاوطان یا تحقیق لسانی یا اسی قسم کے دیگر اغراض کے لیے پڑھا جائے طبیعت میں تکان پیدا کرتا اور بار خاطر ہو جاتا ہے۔

اسلامی قانون قابل تعریف اصول پر مشتمل ہے اور زیادہ قابل تعریف امر یہ ہے کہ اسے ان اصول کی تعلیم وانجام دہی سے زبردست مقاصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے جن فضائل واعمال کی اس میں ہدایت کی گئی ہے وہ ایسے برگزیدہ اور شائستہ ہیں کہ کسی مشہور سکی بدھسٹ بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

مسٹر روڈول جس نے قرآن پاک کا ترجمہ شائع کیا لکھتا ہے جتنا بھی ہم اس کتاب (قرآن) کو الٹ پلٹ کر دیکھیں، اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی نامرغوبی نئے نئے پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے، لیکن فوراً ہمیں مسخر کر لیتی ہے متحیر بنا دیتی ہے اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کر چھوڑتی ہے اس کا طرز بیان باعتبار اس کے مضامین واغراض کے عفیف عالی شان اور تہدید آمیز ہے، اور جا بجا اس کے مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہونچ جاتے ہیں، غرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا پرزور اثر دکھاتی رہے گی۔

لوگو! قرآن کریم کی عظمت و وقعت غیروں کی نظر میں دیکھتے جاؤ اور میرا کلام غور سے سنو! فرانس کے مشہور مستشرق موسیو سید سے پوچھو کہ قرآن کیا ہے؟

جواب دے گا قرآن ایک واجب التعظیم کتاب ہے، جس نے ہمیں بتایا کہ خدا کے حقوق بندوں پر کیا ہیں؟ اور بندوں کے حقوق اور تعلقات خدا سے کس قسم کے ہونے چاہئیں۔

اس میں فلسفہ اور اخلاق کی ہر قسم کی باتیں مذکور ہیں فضل و کمال عیب و نقصان حقیقت اشیاء عبادات و اطاعت گناہ معصیت کوئی بات ایسی نہیں ہے، جس کا قرآن جامع نہ ہو واقعات کے اعتبار سے اس کی آیتیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتی رہی ہیں ، اور یہی ایک چیز تھی جس نے تمام عرب میں قومیت کی روح پھونک دی، جنگجو قبائل میں اتفاق و اتحاد کی بنیاد ڈال دی، اور دنیا میں ایک عالمگیر رابطہ اخوت پیدا کردیا، وہ آداب واصول جو فلسفہ و حکمت پر قائم ہیں، جن کی اساس عدل و انصاف پر مبنی ہے، جو دنیا کو بھلائی اور احسان کی تعلیم دیتے ہیں، ان میں سے ایک جز بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو، وہ اعتدال و میانہ روی کا سیدھا راستہ دکھلاتا ہے، ضلالت و گمراہی کے گڑھے سے نکالتا ہے، اخلاقی کمزوریوں سے بچا کر فضائل و عزت کی روشنی میں لاتا ہے، اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے، جو جہلا اسلام کو وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے سیاہ قلب ہونے کی یہی ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ قرآن کی ان صریح آیات کو بالکل نہیں دیکھتے، جن کے اثر سے عرب کی تمام اور بری اور معیوب عادتیں جو مدت ہائے دراز سے تمام ملک میں رائج تھیں ہٹ گئیں۔

سفینۂ حیات کے ملاحو! قرآن کے سوا دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں، جو اپنے آغاز سے آج تک بلا شبہ ویسی ہی ہو، اب اس مبارک کتاب کے متعلق عقلا غیر مسلم کی شہادتیں ملاحظہ کیجئے، اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ

اسلام ہے (پروفیسر آرنسٹ ہکل جرمنی)

مہاتما گاندھی لکھتے ہیں! اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فطرت انسان کے مطابق ہے۔

ینگ انڈیا گروکل کانگڑی کے پرنسپل رام دیو ایم، اے لکھتے ہیں! قرآن کی بھاشا بہت سندر ہے، اس میں فصاحت بلاغت بھری ہے، اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کے اندر بہت اچھی باتیں ہیں، قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں، صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے، عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا، محمد ﷺ نے عورتوں کے حقوق قائم کیے (پرکاش فروری ۱۹۲۷ء)

ہندو فاضل پروفیسر دہرو جی وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی نے گروکل کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا: حضرت محمد صاحب ﷺ نے جس رنگ میں توحید الٰہی کو قائم کیا وہ ایک بے نظیر طرز تھا (الفضل ۱۹۲)

قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی ولطیف ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین ناصح نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کرتا ہے

(فرک مؤرخ جرمنی)

قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان مثل اس کے نہیں بنا سکتا یہ لازوال معجزہ ہے جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے (مسز بیل)

یہ تحریف سے پاک ہے دیباچہ قرآن (مسٹر جی ایم راڈویل)

کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں ہے کہ اس کی عبادت اتنی مدت تک خالص رہی ہو (سر ولیم میور)

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں۔ (پریچنگ آف اسلام)

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ اسلام کی وضاحت اعتقادات اور اس کے ساتھ دوسروں کے مقابل میں نیکی اور انصاف جس کی مہر اس مذہب پر کی گئی ہے اس کی عالم گیری اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے فی الواقع تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے پہلے پہل وحدانیت خالص ومحض اشاعت دین میں کی، اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور شان بھی یہی سادگی ہے، جو باعث ہوا اسلام کی قوت اور اسلام کے مضبوطی کی، یہ وحدانیت محض ایسی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی بھید یا معمانہیں ہے، نہ اس میں متضاد چیزوں کے ماننے کی ضرورت ہے، جو دوسرے مذاہب میں واقع ہوتی ہیں اور جنہیں عقل سلیم قبول نہیں کرتی ایک خداواحد مطلق معبود ہے تمام بندے اس کی نظروں میں ہیں بہت تھوڑے سے ارکان دین جن کا بجالانا واجب ہے اور ان کے بجالانے کی جزا بہشت او رنہ بجالانے کی سزا جہنم ہے اس سے زیادہ صاف اور سادہ اور غیر مبہم کون سا مذہب ہو سکتا ہے تمدن عرب دیگر مذہب جو دنیا میں رائج ہیں ان میں سے کسی کتاب کو یہ بات نصیب نہیں، بائبل کے متعلق علماء نصاری کو خود تحریف کا اقرار ہے۔

گرسٹم اپنی تفسیر نویں بان منی میں لکھتا ہے کہ بہت سے پیغمبروں کی کتابیں نیست ونابود ہوگئیں۔

سر ولیم میور انجیل یوحنا کے متعلق لکھتے ہیں بے شک یہ کتاب مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے تصنیف کی (تاریخ کلیسا)

ایک مسیحی نامہ نگار لکھتا ہے پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کردئے ہیں کیونکہ مسلمان جب قرآن وحدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی ودنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا مصری (اخبار وطن)

شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ (انسائکلوپیڈیا برٹینکا)

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لیے اس قدر موزوں ہیں کہ تمام صدائیں اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے (ڈاکٹر سموئیل جانسن)

قرآن کریم وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں اہا نگر نے لمبی چوڑی ان اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں، ان سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کے لیے عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز نہ کرنے کے لیے نہیں ہو سکتا۔ (تمدن عرب)

دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے

(ڈاکٹر کے ایس بیچارام ایم اے پی ایچ ڈی)

ڈاکٹر ای اے فریمن لکھتے ہیں! اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد ﷺ بڑے پکے راست باز اور سچے ریفارمر تھے، دنیا اعمال کی فضا ہستی میں آپ ﷺ ہی وجود نادر پائے جاتے ہیں آپ ﷺ کی ہستی ایسی مفصل و شرح ہے جس کے حالات ہم تک صحیح اور با تفصیل پہونچے ہیں، انسانی اخلاق کی اصلاح جو آپ نے فرمائی ہے، اجتماعیات کے اندر جو انقلاب علوی آپ کی تعلیم نے پیدا کیا ہے، سوسائٹی کے تزکیہ او راعمال کے تطہیر کے لیے جو اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے، وہ آپ کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتی ہے (مسز ایڈورڈ مونٹی)

حضرت محمد ﷺ کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص آپ کی اولوالعزمی اخلاق جرات نہایت خلوص نیت سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا (اقتت کرنل سائکس)

ہندو فلاسفر مسٹرتی ، ایل۔ دسوانی لکھتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ترحم دہمدردیات اور اچھائی سے پر ہے۔

الامان جون ۲۵ء سردے پرکاش دیوجی لکھتے ہیں احضرت محمد ﷺ منجملہ ان بزرگ اشخاص کے ہیں ، جنہوں نے قانون قدرت کے مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت کی روشنی پھیلائی ، تنگ دل اور متعصب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ کہیں لیکن جو لوگ با انصاف او رکشادہ دل ہیں وہ کبھی محمد صاحب ﷺ کی ان بے بہا خدمات کو جو وہ نسل انسانی کی بہبود کے لیے بجالائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے (سوانح عمری محمد صاحب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی کے متعلق تو جیسا میں نے عرض کیا بے شمار مجلدات ہیں لیکن اسلام تو اپنے ہر پیشوا ہر بزرگ کی سوانح عمری رکھتا ہے، اور ان تمام کے دامان عصمت لغویات وخرافات کے بدنما دھبوں سے پاک ہیں ، دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے متعلق اشارۃً التماس ہے کہ یہودی عیسائی موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کی سوانح عمری مکمل نہ پیش کر سکے، اگر بائبل سے کچھ مواد جمع کیا جائے تو اس میں اس قسم کی باتیں آتی ہیں کہ وہ مسیح اپنی والدہ صاحبہ سے فرماتے ہیں کہ اے عورت تیرا مجھ سے کیا واسطہ ہے۔

لیکن کسی غیر محرم عورت سے سر مبارک پر تیل کی مالش کراتے نظر آتے ہیں ، بدھ اور زرتشت کی سوانح عمریوں کا تو ذکر ایک گروہ محققین کا اسی میں کلام ہے کہ اس نام کے آدمی دنیا میں تھے بھی یا نہیں ؟

یا یہ فرضی نام ہیں قرآن مجید اور اسلامی شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائف کے متعلق محققین کے اس قدر احوال ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے گی ، یا واقعات ودلائل صادقہ سے ان پر کچھ لکھا جائے تو چند مجلدات کا کافی ہونا بھی دشوار ہے ، طالب حق کے لیے یہ مجمل سطور بھی کافی ہیں۔

حرف زداد و دانش و دین است ایں کہ ما ☆ بجز صلاح خاطر دانا نوشتہ ایم

قوم وملت کے پروانو! دیکھا آپ نے کہ اہل یورپ بھی حق بات لکھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ "والفضل ما شهدت بهه الاعداء" آج یہ فرقہ پرست لوگ جو دوسروں پر الزام ڈال کر خود دنگا فساد مچا کر اس ہندوستان کی جمہوریت کو پامال کرنے پر لگے ہوئے ہیں، آج ان فرقہ پرستوں کا نہ زیبا افعال اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ یہ حضرات جمہوریت کو پامال کرنا چاہتے ہیں، اگر آج ہندوستان کو پھر نئے سرے سے سونے کی چڑیا بنانا اور امن وسلامتی درکار ہو تو ان دہشت گرد فرقوں کو فورا جلا وطن کیا جائے سزائے موت کے علاوہ اور کوئی سزا ان کو نہ دی جائے، تا کہ جمہوریت ہند کا پاس ولحاظ بھی رہے مجاہدین آزادی کے اصولوں کا کچھ پاس ولحاظ بھی رہے۔

مادر ہند کے فرزانو! اپنی مظلوم عبادت گاہوں، مدارس، مکاتب پر کچھ نظر کرو، اپنی ماؤں بہنوں کی عزت وعصمت کے تحفظ کی خاطر بیدار ہو، مادر ہند کے اصولو ں کو باقی رکھنے کی کوشش کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مسلم مائیں اور بہنیں قیامت میں تیرے دامن پکڑ لیں، اور رب کے دربار میں شکایت کردیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ پیاری بابری مسجد، لال قلعہ قطب مینار، جامع مسجد تیری بداعمالیوں کو رب کے سامنے رکھ کر شکایت کردیں کہ رب میری عزت وآبرو کو ریزہ ریزہ کیا جارہا تھا لیکن یہ بزدل مسلمان عیش وعشرت میں مست ومگن تھے اس وقت کیا جواب دوگے رب کے سامنے اپنا منھ کیسے دکھاؤگے کون سا چہرا لیکر رب کے سامنے حاضر ہوگے وطن سے محبت بھی ایمان کا ایک جز ہے حب الوطن من الایمان۔

کیا یہ ہندوستان تیرا مادر وطن نہیں؟

کیا یہ بابری مسجد لال قلعہ، قطب مینار، جامع مسجد تمہاری عبادت گاہ او

راسلامی آثار نہیں ہیں؟ کیا یہ گجراتی مائیں بہنیں تمھاری مائیں بہنیں نہیں ہیں؟

کیا یہ مظلوم مسلمان تمھارے بھائی نہیں؟

کیا کشمیری مائیں بہنیں تمھاری مائیں بہنیں نہیں؟

جب کہ قرآن کہتا ہے!

"انما المؤمنون اخوۃ" کہ گجراتی بھائی تمھارے بھائی ہیں۔

گجراتی مسلمان مائیں تمھاری مائیں ہیں۔

کشمیری بہنیں تمھاری بہنیں ہیں۔

پھر بھی آج اس کا کوئی پرسان حال نہیں۔

کوئی ان کی روداد سننے کو تیار نہیں۔

کوئی ان کے دکھ درد میں شامل نہیں۔

دوسروں کی عزت کی باتیں کرتے ہو اپنی عزت کی نہیں

دوسروں کی عزت کی فکر کرتے ہو اپنی عزت کی نہیں۔

دوسروں کے دکھ درد میں شامل ہوتے ہو اپنوں میں نہیں۔

دوسروں کے وطن کی باتیں کرتے ہو اپنے وطن کی نہیں۔

آج رہنمائے قوم کے ایک فرد۔

جواہر لال نہرو کے ایک سپاہی۔

مولانا حسین احمد مدنی کے ایک مقتدی۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ایک پیروکار۔

حضرت مولانا ابوالکلام کے ایک پاسدار کی حیثیت سے یہ بات کہہ دو

ہندوستان جمہوری ملک ہے، اس میں سب کا برابر حق ہے، اگر کوئی کسی کو دبانا چاہتا ہے تو وہ اس ہندوستان کا سب سے بڑا غدار ہے، اسے اس ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔

اور اس کے اس فعل سے ہندوستان ریزہ ریزہ ہو کر رہ جائے گا، جمہوریت پامال ہو جائے گی اور برملا کہہ دو۔

لگا دی آگ نفرتوں کی بہت اچھا کیا لیکن
یہ شعلے جب تمہارا گھر جلائیں گے تو کیا ہوگا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قرآن پاک کو کمائی کا ذریعہ نہ بنایا جائے

الحمد للہ و کفی والصلوۃ والسلام علی نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اما بعد!

قال اللہ تعالی: فی القرآن المجید، اعوذ باللہ من الشیطان لرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، لا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا

محترم عزیز دوستو: اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ اے لوگوں میرے قرآن کو بیچ کر مت کھاؤ ہم نے تمہارے کمانے کا ذریعہ کا راستہ الگ بنایا ہے، جس طرح تمام عبادات میں اجر وثواب کے لیے اخلاص نیت شرط ہے اسی طرح قرآن میں بھی اجر وثواب کے لیے اخلاص نیت ضروری ہے کہ محض حق تعالی کی رضا وخوشنودی کی نیت سے حفظ قرآن اور اس کی تلاوت کی جائے، اپنی نمائش یا کسی دوسری دنیاوی غرض کو ہر گز پیش نظر نہ رکھا جائے،

علامہ نووی نے آداب القرآن کی تفصیل لکھتے ہوئے فرمایا ہے، فاوّل ذلک یجب علی القاری الاخلاص کما قد مناہ ومراعاۃ الآدب مع القرآن (تبیان)

قرآن پڑھنے والے کے لیے اخلاص نیت اور قرآن کے ادب کی رعایت ضروری ہے، تفسیر اتقان میں حضرت معاذ بن انس کا قول نقل کیا گیا ہے،، من قراء القرآن فی سبیل اللہ کتب مع الصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا، (اخرجہ احمد)

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کیلیے قرآن پاک پڑھا وہ صدیقین، شہدا

، صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ لوگ کیسے اچھے ساتھی ہیں۔

میں اتنا نہیں بلکہ صاحب مشکوۃ حضرت بریدہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ

"من قراء القرآن یتاکل به الناس جاء یوم القیامة ووجهه عظم لیس علیه لحم"، کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے قرآن کو اس لیے پڑھا کہ لوگوں سے اس کے ذریعہ کھائے یعنی ذریعہ معاش بنائے، قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ ہڈی ہی ہڈی ہوگا اس پر گوشت نہ ہوگا۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے چونکہ اس نے اشرف چیز (کلام اللہ) اور بزرگ عضو (دل) کو ایک ادنی اور ردی چیز کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا اس لیے وہ قیامت کے دن نہایت بری صورت اور بدتر حال میں ہوگا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ قرآن سیکھو اور اس سے جنت طلب کرو اس سے پہلے کہ اس کے ذریعہ سے دنیا طلب کی جائے کیونکہ قرآن تین قسم کے لوگ پڑھیں گے بعض فخر کے لیے، بعض حصول معاش کے لیے اور بعض خدا کی خوشنودی کے لیے (کنز)

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ جس نے کسی ظالم امیر کے پاس قرآن پڑھا تاکہ اس سے کچھ مال حاصل کرے، اللہ تعالی اس پر ہر حرف کے بدلے جو اس نے اس کے پاس پڑھا دس لعنتیں فرمائیں گے (تاریخ کبیر للبخاری واتقان)

آپ اس سے آگے چلیں، اٹھائیں کنزالعمال، کی روایت میں ہے کہ جو شخص کسی امیر کے پاس قرآن پڑھے گا اللہ تعالی اس پر ہر ایک حرف کے بدلے ایک لعنت فرمائیں گے اور اس امیر پر دس لعنتیں بھیجیں گے اور قیامت کے دن قرآن مجید اس سے جھگڑے گا بس وہ وہاں اپنی موت کو پکارے گا اس پر اس سے کہا جائے گا کہ ایک ہی ہلاکت کو نہیں بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔

عزیز دوستو! عام طور پر حفاظ کی عادت ہوتی ہے کہ ایصال ثواب یا تراویح

میں قرآن پڑھ کر پیسے لیتے ہیں، بعض ظالم تو باقاعدہ معاملہ طے کرتے ہیں اور بعض طے نہیں کرتے، دونوں صورتیں ناجائز اور حرام ہیں، لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں یہ کہنا کہ ہم نے طے نہیں کیا بے فائدہ ہے، جب روپیہ لینا اور دینا معروف مشہور ہے اس لیے یہ بھی جائز نہیں، "لان المعروف کالمشروط"، بہر حال تلاوت قرآن سے دنیا کمانا اور اسے معشیت کا ذریعہ بنانا نہایت سخت ترین جرم ہے دنیا کمانے کے لیے خدا نے ہزاروں راہیں پیدا کی ہیں۔

متقدمین فقہا کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا بھی جائز نہیں، البتہ متاخرین فقہانے ضرورت کے پیش نظر اس کی اجازت دی ہے، علماء امت نے قرآن کی اجرت سے حتی الامکان احتراز کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ابوشامہ شرح شاطبی میں فرماتے ہیں کہ ابو عمارہ حمزہ بن زیات زہد وتقوی اور قرآن پر اجرت لینے سے اجتناب کا وصف ایسا تھا کہ قراء سبعہ میں سے کسی میں نہ تھا، جریر بن عبد الحمید بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حمزہ بن زیات سخت گرمی کے زمانہ میں میرے پاس آئے، میں نے پانی پینے کی غرض سے حاضر کیا تو انھوں نے محض اس وجہ سے نوش نہیں فرمایا کہ کہیں یہ قرآن پڑھانے کا معاوضہ نہ ہو جائے، خزانۃ الروایات میں بعض کتابوں سے منقول ہے کہ امام اعظم نے اپنے صاحب زادہ حماد کو ایک معلم کے سپرد کیا معلم جب الحمد للہ سکھا چکا تو آپ نے پانچ سو درہم اس کے پاس بھیجے، معلم اس سے بہت خوش ہوا آپ یہ سن کر بہت ناراض ہوئے حماد کا بھیجنا موقوف کر دیا اور فرمایا کہ اس کے نزدیک قرآن کی وقعت نہیں، انوار الاذکیاء میں ہے ابو نصر سراج علیہ الرحمہ کے ایک بار ماہ رمضان المبارک میں بغداد پہو نچنے پر لوگوں نے آپ کو ایک مسجد شونیزیہ میں ایک خلوت خانہ دیا، اور درویشوں کا امام بنا دیا، آپ نے عید تک درویشوں کی امامت کی اور تراویح میں پانچ قرآن ختم کئے، خادم ہر رات کو آٹا اور ایک ٹکیہ آپ کے حجرے کے دروازہ پر رکھ جاتا آپ اٹھا کر اندر ایک کونے میں رکھ

دیتے، جب عید کی نماز پڑھ کر آپ کہیں کو راہی ہوئے تو لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ تیسوں ٹکیا ایک کونے میں رکھی ہیں، سب لوگوں کو بہت تعجب ہوا،

مسئلہ: ہاں رقیہ اور تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے۔

قرآن سے تعلق ومحبت! جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن پاک خداوند قدوس کا محبوب ترین اور پاکیزہ کلام ہے، اس کلام میں ہر طرح کے محاسن وکمالات موجود ہیں، اور ہر قسم کے عیوب ونقائص سے منزہ اور پاک ہیں، کیوں نہ ہو وہ ایسی ذات کا کلام ہے جو خود تمام محاسن وکمالات کی جامع ہے اور ہر نوع کے نقائص وذمائم بلکہ ان کے شائبہ تک سے پاک صاف ہے ابن ماجہ حاکم میں ہے کہ اللہ کو اپنا کلام اس درجہ محبوب ہے کہ جب کوئی شخص اس کی تلاوت کرتا ہے تو اس کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی سے گانا سن رہا ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا اس آدمی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلام الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو (شیخین)

یہی وجہ تھی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ تابعین، اور تمام علماء مشائخ وصوفیہ کلام الٰہی سے تعلق خصوصی تعلق رکھتے تھے اور انتہا درجہ کی محبت کی ہے تاریخ اکابر کے واقعات سے بھری پڑی ہے، جن کا احصاء مشکل ہے، در حقیقت کلام الٰہی سے محبت خود اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت ہے۔

حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام کی محبت قلب میں ہو، حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک عورت سے دریافت کیا کہ تمھارے پاس کوئی شخص نہیں ہے، جس سے تم دل بہلاؤ اور اس سے انسیت پیدا کرو تو اس نے قرآن مجید اٹھایا اور نہایت ادب سے اس کو اپنی گود میں لیکر کہا کہ میرے لیے سب سے بڑا انیس ہے، (احیاء العلوم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شغف کا یہ عالم تھا کہ شہادت کے وقت بھی قرآن سامنے رکھا تھا اور آپ تلاوت میں معروف تھے اور خون کے قطرے قرآن کی آیت فسیکفیکھم اللہ ھو السمیع العلیم پر پڑے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ تلاوت قرآن کے بہت زیادہ شائق تھے او رتنہائی میں اس سے دل بہلایا کرتے تھے بسا اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے کلام پاک سنتے تھے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ جو قرآن کے بڑے ماہر تھے کاتب وحی بھی رہ چکے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا، آپ کو بھی تلاوت قرآن سے غیر معمول شغف تھا، تہجد کی نماز میں آٹھویں دن ایک ختم کرنے کا معمول تھا۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ کو بھی قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف تھا اپنی فرصت کا وقت قرآن پاک کی تلاوت اور تعلیم میں گزارتے تھے۔

داری میں ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ بڑے عبادت گزار صحابی تھے او ربڑی مشقت برداشت کرتے تھے آپ کو قرآن مجید کے ساتھ والہانہ تعلق تھا، قرآن مجید کو چہرے پر رکھ کر کتابی ربی کتابی ربی کہتے اور بے اختیار روتے۔

حضرت عمرؓ نے جب نماز تراویح باجماعت کا اہتمام فرمایا تو امام ایک ایک رکعت میں سوسو آیتیں پڑھتا تھا اور صحابہ کرامؓ شوق وذوق میں کھڑے کھڑے اس قدر تھک جاتے تھے کہ ٹیک لگانے کی نوبت آتی اور صبح کے وقت فارغ ہو کر تشریف لے جاتے (موطاء)

حضرت اسود بن یزید تابعیؒ کو تلاوت سے خاص انہماک تھا اور آپ روزانہ تلاوت فرمایا کرتے تھے، حتی کہ مرض الموت میں بھی آپ کے معمول میں کوئی فرق نہیں آیا، جب ضعف کی وجہ سے حرکت کی طاقت نہ رہی تو اپنے بھانجے ابراہیم نخعیؒ

کا سہارا لے کر تلاوت کرتے تھے، حضرت سعید بن المسیبؒ کو تلاوت قرآن سے خاص انس تھا اور تلاوت کبھی ناغہ نہیں ہوتی تھی اگر سفر کی حالت ہوتی تو اپنی سواری ہی پر قرآن پڑھا کرتے تھے۔

سعید بن جبیرؒ کو بھی ایسا گہرا تعلق تھا کہ بسا اوقات ایک رکعت میں کلام پاک ختم فرما دیتے اور وعظ و نصیحت پر مشتمل آیات کو بار بار دہراتے تھے چنانچہ سعید بن عبید فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ لوگوں کی امامت کر رہے تھے جب اذالاغلال فی اعناقھم والسلاسل یسحبون فی الحمیم پر پہونچے تو بار بار پڑھتے رہے۔

عزیز دوستو! قاری قرآن کے لیے تلاوت قرآن کے آداب کی بھی پوری رعایت مطلوب ہے یوں تو یہ امور آداب کے درجہ میں ہے فرض یا واجب نہیں لیکن ان امور کی رعایت ایک حد تک ضروری ہے آداب و مستحبات کی رعایت نہ کرنے سے بسا اوقات غلط نتائج پیدا ہو جاتے ہیں اسی لیے اسلاف نے خود بھی آداب تلاوت کا پورا لحاظ فرمایا ہے اور آداب تلاوت کو تفصیل و بسط سے تحریر فرمایا ہے۔

آداب ظاہری: شریعت میں ہر ذکر کے لیے طہارت مستحب ہے قرآن پاک کی تلاوت افضل الاذکار ہے تو اس لیے وضو طہارت کا تلاوت کے وقت ہونا بھی مستحب ہے، اتقان ص ۱۰۵ ج ا میں ہے، یستحب الوضوء لقراءۃ القرآن لانہ افضل الاذکار وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ ان یذکر اللہ الا علی طھر، قرآن شریف کی تلاوت کے لیے وضو کرنا مستحب ہے اس لیے کہ قرآن کریم کی تلاوت افضل ترین ذکر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر پاکی وصفائی کے قرآن پاک تلاوت کو ناپسند فرماتے تھے، بلا وضو بھی تلاوت جائز ہے لیکن اگر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت ہو تو پھر تلاوت قرآن جائز نہیں ہے مسواک بھی کرے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں لہذا ان کو

مسواک سے خوب پاک کرو، رواہ ابن ماجہ والبزار عنہ مرفوعاً بسند جید (اتقان)

پاک صاف کپڑے پہنے خوشبو لگائے، پاک جگہ میں بیٹھ کر تلاوت کرے ،تسن القراۃ فی مکان نظیف (اتقان)

پاک صاف جگہ پر قرآن پاک کی تلاوت مسنون ہے، رو بقبلہ سر جھکا کر وقار وسکینہ کے ساتھ بیٹھے، قرآن پاک گود میں یا رحل تپائی پر تعظیم وتکریم کے ساتھ رکھے ،زمین یا جس فرش پر بیٹھا ہو نہ رکھے، بعض علماء کے نزدیک تقبیل بھی مستحب ہے،

قرآن پاک کی تلاوت سے قبل اعوذ بھی پڑھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ تعوذ قبل القراۃ مسنون ہے یا واجب؟ بعض علماء نے واجب بھی قرار دیا ہے، استعاذہ کے الفاظ میں گو اختلاف ہے، مگر اصح اور مختار یہ کہ اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم کہنے سے استعاذہ بہتر ہے، خانیہ میں ہے کہ ہر سورت کے شروع میں تعوذ کی ضرورت نہیں اگر درمیان قرات کوئی اجنبی بات کی کو سلام کا جواب ہی دیا تو دوبارہ تعوذ کرے، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھے، اس کے بعد ترتیل سے قرات کرنا شروع کرے، زیادہ جلدی کرنا پسندیدہ نہیں۔

تفسیر حسینی میں ہے کہ یسن الترتیل فی قرأۃ القرآن قال تعالی ورتل القرآن ترتیلا (اتقان)

ترتیل کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت مسنون ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ترتیل حفظ وقوت اور ادائے حروف کا نام ہے۔

اہل تجوید نے قرات کے تین طریقے بیان کئے ہیں۔

(۱) ترتیل یعنی خوب اطمینان سے اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا۔

(۲) حدر یعنی قواعد کی رعایت کرتے ہوئے تیز پڑھنا اس کو ادراج بھی کہتے ہیں۔

(۳) تدویر حدر اور ترتیل کے درمیان پڑھنا بہر سہ صورتیں جائز ہیں، لیکن ترتیل کے ساتھ قرات کرنا افضل اور اولی ہے، فرائض میں بھی اس کی رعایت سے تلاوت کی جائے ترتیل سے قرات کے مستحب و مسنون ہونے کی مختلف حکمتیں علماء نے ذکر کی ہیں۔

عیوب قرات! قراء نے قرات کے جن معائب (۱۶) عیوب کی تفصیل بیان کی ہے ان سے اجتناب کیا جائے سولہ عیوب قرأت یہ ہیں۔

(۱) تھمیز: ہر حرف ا ہمزہ کی آواز نکالنا۔

(۲) عجل: اس قدر جلدی پڑھنا کہ ایک حرف دوسرے سے جدا ہو کر سمجھ میں نہ آئے۔

(۳) تطویل: آواز کو مد کی مقدار سے زائد کھینچنا۔

(۴) تطنین: بے موقع غنہ کرنا۔

(۵) ترجیع: آواز کو حلق میں پھرانا کہ حرف مکرر ہو جائے۔

(۶) تسحیق: حروف کی ادائگی میں حد سے زیادہ دیر کرنا اور وسط کلمہ میں سانس توڑ دینا اور باقی کلمہ سے شروع کرنا۔

(۷) ترعید: آواز کو مدات و حرکات میں ملانا۔

(۸) تمطیط: آواز کو بے جا طور پر کھینچنا کہ جس سے ایک حرف دوسرے حرف اور ایک حرکت دوسری حرکت سے مختلط ہو جائے۔

(۹) المضیغ: حروف کو چبا کر پڑھنا۔

(۱۰) تنقیش: حروف کو پورا ادا نہ کرنا۔

(۱۱) بوتیہ: اول حروف کو نا تمام چھوڑ کر دوسرا حرف شروع کرنا۔

(۱۲) بوکوہ: بے محل ادغام کرنا۔

(۱۳)ھمھمہ : مخفف حرف کو مشدد پڑھنا۔

(۱۴)زمزمہ : گانے کی طرز پر پڑھنا۔

(۱۵)عنعنہ: ہمزہ کو مخلوط بعین پڑھنا۔

(۱۶)تحزین :ایسی طرح آواز کو بنا کر پڑھنا جیسے کوئی روتا ہے۔

تلاوت کے وقت حضور قلب اور خشوع کا لحاظ رکھے،اور ایسی طرح قرات کرے جو اس وقت کے مناسب ہے گویا جل سبحانہ وعز اسمہ کو کلام پاک سنا رہا ہے ،خشوع وخضوع پر عبادت کی روح اور جان ہوتی ہے جس درجہ اعمال میں خشوع وخضوع اور اخلاص ہوگا،اسی قدر حق تعالی کے یہاں قبولیت ہوتی ہے،حق تعالی کا ارشاد ہے:ان الذین اوتو العلم من قبلہ اذا یتلی علیھم یخرون للاذقان سجدا .

جن لوگوں کو قرآن سے پہلے دوسری آسمانی کتابوں کا علم دیا گیا ہے جب یہ قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا، وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور قرآن ان کے خشوع کو بڑھاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں نقل کیا گیا ہے،اذا تتلی علیھم آیت الرحمٰن خرو سجد وبکیا، جب تلاوت کی جاتی ہے اللہ کی آیتوں کو ان کے سامنے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور قرآن ان کے خشوع کو بڑھاتا ہے۔

عزیز دوستو! تلاوت قرآن کے وقت رونا بھی مستحب ہے اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی اختیار کرے،اور حزن وخشوع بھی اختیار کرے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے، بہت سی احادیث اور آثار سلف میں اس کی فضیلت

اور ترغیب وارد ہوئی ہے ایک حدیث میں ہے، اقرؤا القرآن وابکوا فان لم تبکوا فتباکوا (تبیان)

قرآن پڑھو اور روؤ اگر رونا نہ آئے تو بتکلف روؤ۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک سورت تم کو سنانے والا ہوں جو شخص سن کر روئے گا اس کے لیے جنت ہے اگر رونا نہ آئے تو بتکلف روئے (اتقان)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ میں نے عرض کیا حضور میں آپ کو قرآن سناؤں درانحالیکہ قرآن آپ پر نازل ہوا ہے، ارشاد ہوا کہ میں دوسروں سے سننا پسند کرتا ہوں میں نے سورہ نساء پڑھی جب آیت فکیف اذا جئنا من کل امت بشھید پر پہونچا تو آپ نے فرمایا بس بس میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں (بخاری و مسلم)

حضرت عمر ابن خطابؓ نے ایک دن صبح کی نماز میں سورہ یوسف شروع کی جب اس آیت پر پہونچے وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم تو بہت متاثر ہوئے اور زار وقطار رونے لگے، یہاں تک کہ رکوع پر مجبور ہو گئے، حضرت ابن عمر جب الم یاٗن للذین آمنو ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ خشیت الٰہی سے لوگوں کے قلوب پگھل جائیں، پڑھتے تو دیر تک روتے رہتے۔

حضرت ابو صالحؒ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوئے جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو رونے لگے حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ ھکذا کنا یعنی ہم لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے (تبیان)

تبیان ہی میں حضرت ابورجاءؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ رونے سے انکی دونوں آنکھوں کے نیچے گڑھے سے پڑ گئے تھے جو پرانے تسمہ کی طرح

نظر آتے تھے، بخاری شریف میں ہے حضرت ابوبکر تمام صحابہ میں انتہائی نرم دل تھے جب وہ قرآن پڑھتے تو اس قدر متاثر ہوتے کہ بے اختیار رونے لگتے تھے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کو قرآن پاک سے غیر معمولی محبت تھی ان کے سامنے جس وقت قرآن پڑھا جاتا تو بے حد متاثر ہوتے ان پر خوف وغم طاری ہو جاتا اور اس قدر روتے کہ دیکھنے والوں کو ترس آنے لگتا۔

علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم لوگ یحییٰ بن سعید القطانؒ کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے انھوں حاضرین میں ایک شخص سے فرمایا کہ قرآن پڑھ کر سناؤ اس نے سورہ دخان شروع کی جوں جوں وہ پڑھتا تھا یحییٰ بن سعید پر رقت طاری ہوتی جاتی تھی جب وہ شخص ان یوم الفصل کا پر پہونچا تو بدن کانپنے لگا اور غشی طاری ہو گئی زمین پر گر پڑے یہ حالت دیکھ کر گھر کی عورتیں اور بچے رونے لگے تھوڑی دیر بعد جب آپ کو افاقہ ہوا تو زبان پر بھی یہ آیت جاری تھی۔

نہ معلوم اور کتنے آثار اس نوع کے کتب وسیر وتواریخ کی کتب میں موجود ہیں آپ چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں۔

حصول وبقا کا طریقہ

عزیز دوستو! جب تک ذوق وشوق اور طبعیت میں نشاط اور سرور ہے تلاوت کرے اور جب طبیعت میں فرحت وانبساط نہ ہو تو تلاوت نہ کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اقرؤا القرآن ما ائتلف علیه قلوبکم فاذا اختلفهم فقوموا عنه متفق علیہ (مشکوۃ)

قرآن پاک کی تلاوت کرو جب تک دلوں میں الفت وجمعیت ہے اور جب تم مختلف ہو جاؤ یعنی اکتا جاؤ تو تلاوت روک دو یعنی دلی نشاط وانبساط وجمعیت قلب کے ساتھ قرآن پڑھو اور جب یہ کیفیت نہ رہے تو تلاوت ترک کر دو کیونکہ بے ذوقی

اور تنگدلی سے تلاوت نہ کی جائے۔

شیخ عبد الحق دہلویؒ نے لکھا ہے کہ کوشش کی جائے کہ کثرت تلاوت سے طبیعت ملول نہ ہو اس کی عادت ڈالنی چاہیے، جب آیت رحمت آئے تو حق تعالی کے فضل کی درخواست اور جب عذاب کی آیت آئے تو شر اور عذاب سے استعاذہ کرے جب آیت تنزیہہ پر گذرے تو تنزیہہ کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت بھی یہی تھی، البتہ یہ بات قابل رعایت ہے کہ نماز میں یہ ادب نہیں خارج صلوۃ البتہ اس کی رعایت رکھے۔

خوش آوازی سے تلاوت کرے کیونکہ بہت سی روایات میں اس کی فضیلت آئی ہے جیسا کہ پہلے احادیث میں آچکا ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت مصحف کی ترتیب کے موافق کرے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ جو قرآن پاک منکوسا تلاوت کرے تو آپ نے فرمایا کہ ذاک منکوس القلب، البتہ بچوں کو آخر مصحف سے پڑھانا حفظ کی سہولت کے لیے جائز ہے آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ تلاوت کرے چونکہ یہ واجب ہے حنفیہ کے نزدیک تلاوت کے چودہ سجدہ ہیں جن کے مقامات قرآن میں متعین ہیں، قرآن پاک میں دیکھ کر تلاوت کرے کیونکہ مصحف میں نظر ایک مستقل عبادت ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے حضرات صحابہ قرآن پاک میں دیکھ کر تلاوت کرتے تھے اور یہ بات مکروہ کہتے تھے کہ کوئی دن ایسا گذرے کہ مصحف میں نظر نہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ دیکھ کر قرآن پڑھنے کی حفظ پڑھنے پر ایسی ہی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر (اتقان)

علماء نے لکھا ہے کہ دیکھ کر پڑھنے میں تدبر و تفکر کرنے کا زیادہ موقع ملتا

ہے اس لیے یہ فضیلت بیان فرمائی گئی ہے نیز عبادتوں پر مشتمل بھی ہے مثلا دیکھنا چھونا وغیرہ، بعض علماء نے حفظ قرات کو افضل کہا ہے کہ فضائل کیوجہ سے جو حفظ قرآن پر پہلے آچکے ہیں، نیز اس میں زیادتی خشوع بھی متحقق ہوتا ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ بھی حفظ پڑھنے ہی کی تھی۔

امام نوویؒ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ یہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے بعض کے لیے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جس کو اس میں تدبر و تفکر زیادہ حاصل ہوتا ہے اور جس کو حفظ میں تدبر زیادہ حاصل ہوتا ہے اس کو حفظ پڑھنا افضل ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اسی تفصیل کو پسند فرمایا ہے۔

عمر بن میمونؒ نے شرح احیاء العلوم میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن کھولے اور بقدر سو آیات کے پڑھ لے تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

ابو عبیدؒ نے حدیث مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو استاد نے قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کو بتایا، تلاوت میں بعض روایات سے جہر کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور بعض میں اسرار صوت کا، اس میں کوئی کلام نہیں اگر کسی نمازی یا قائم وغیرہ کی تشویش ہو تو جہر جائز نہیں ہے اگر تشویش نہ ہو تو اختلاف ہے۔

علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ جہاں ریا کا شبہ ہو یا کسی مصلی یا قائم کی تکلیف واذیت ہو اور جہاں دوسرے کی ترغیب کا سبب ہو کسی کو تکلیف نہ ہو تو جہر افضل ہے جہر میں شیطان کا دفعیہ اور جمع فکر، طرد نوم اور نشاط بھی ہوتا ہے (اتقان)

بعض علماء کے نزدیک کچھ حصہ قرات کا جہراً اور کچھ سراً کیونکہ سراً پڑھتے ہوئے کبھی ملول ہوتا ہے تو جہر سے انس حاصل ہوتا ہے اور زور سے پڑھنے میں جب تکان ہو جاتا ہے اسرا سے راحت حاصل ہوتی ہے تلاوت میں افضل اوقات کی رعایت کرے

حنفیہ کے نزدیک صبح عصر اور اوقات ثلاثہ میں تلاوت کے بجائے درود وتسبیح میں مشغول ہونا افضل ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ یوم عرفہ پھر جمعہ پھر پیر اور جمعرات کا دن قرات کے لیے خصوصیت سے اختیار کرے، رمضان کا عشرہ اخیرہ اور عشرہ اول ذوالحجہ بھی افضل ہے او رمہینوں میں رمضان کا مہینہ افضل ہے۔

ابتداء تلاوت کے لیے لیلتہ الجمعہ اور ختم کے لیے لیلتہ الخمیس کو اختیار کرے افضل یہ ہے کہ ختم اول نہار اور اول لیل میں کرے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب اول لیل اور اول نہار میں قرآن پاک کوئی شخص ختم کرتا ہے تو اس پر فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں دارمی میں ہے کہ عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ گرمی ہو تو دن میں ختم کرے اور سردی کا موسم ہو تو شروع رات میں ختم کرے، اللہ ہم سب کو قرآن سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے والا بنائے اور اس کی تلاوت وثواب کا عادی بنائے آمین۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

پوٹا کی حقیقت

قال اللہ تعالی فی کلام المجید ،اعوذباللہ من الشیطن الرجیم ،بسم اللہ الرحمن الرحیم : لاتفسدوا فی الارض (پ:۱رکوع:۲)

یہ دور سیاست بھی کیا دور قیامت ہے
چپ رہو تو نزاکت بولو تو شرارت ہے
اب شعور دے گلفام بدلنا ہوگا
جس میں گردش نہ ہو وہ جام بدلنا ہوگا

ملت اسلامیہ کے ہمدردو! آج میرا موضوع تاریخ کی روشنی میں پوٹا کی حقیقت ہے۔

انصاف کا یہ کون سا پہلو ہے آسماں ☆ مفلس کو سب چلے ہیں مٹانے کے واسطے

لیکن آج فرقہ پرست ایک معصوم قوم جو قتل وغارت گری، خون ریزیوں سے کوسوں دور ہے آج اسی کے سر پر دہشت گردی کا قلادہ ڈالا جا رہا ہے، اور کہا جا رہا ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں، قرآن وحدیث میں دہشت گردی کی تعلیم ہے، یہ ملا مولوی اپنے مدارس ومکاتب میں باضابطہ بچوں کو دہشت گردی کی ٹریننگ دیتے ہیں اور جیش محمد اور طائم کے سپاہی بناتے ہیں۔

لیکن عزیز دوستو! میں ان ظالموں سے پوچھنا چاہتا ہوں، کہ گذشتہ ۲۰، ۲۵ برسوں کے درمیان دنیا کے مختلف خطوں میں جو دہشت گردانہ کاروائیاں ہوئی ہیں ان پر ایک نظر ڈالو اور بتاؤ کہ کیا دہشت گردی عیسائیت ہے؟ کیونکہ I R ' A والے عیسائی ہیں؟

کیا دہشت گردی یہودیت ہے اس لیے کہ اسرائیلی دہشت گردی میں یہودی ملوث ہیں؟

کیا دہشت گردی بدھ مت ہے اس لیے کہ بدھ مت RED ARMY والے ہیں؟

کیا دہشت گردی ہندومت ہیں اس لیے کہ بابری مسجد کو ڈھانے والے اور فسادات میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے ہندو ہیں؟ کیا دہشت گردی سکھ مت ہے اس لیے کہ پنجاب میں دہشت گردی کی تاریخ لکھنے والے سکھ ہیں؟

کیا دہشت گردی اسلام ہے اس لیے کہ کشمیر اسمبلی اور ہندوستانی پالیامنٹ میں خوں ریزی کرنے والے مسلمان ہیں؟

لیکن امت محمدیہ کے محافظو! میں تاریخ کے مطالعے کے بعد بے جھجک حکومت سے کہتا ہوں، مجھ کو اس کی سزاؤں سے کوئی خوف نہیں، کہ دہشت گرد اس دنیا میں مطلب پرست، اور خصوصا ملک کے حکمراں ہیں، جو اسلام کو آج دہشت گرد کہہ رہے ہیں۔

حالانکہ اسلام ایک امن وسلامتی کا دھرم ہے، نیک نیتی وسچائی کا مذہب ہے ،اسلام خونریزیوں کے سخت مخالف ہے۔

اسلام کسی عبادت گاہ کو گرانے کو جائز قرار نہیں دیتا ،اسلام ظالم کو ستم گری کرنے سے روکتا ہے،اگر اسلام دہشت گرد ہوتا تو پھر وہ کتاب جو شک وشبہ سے بالاتر ہے جس کی مثال لوگ پیش کرنے سے عاجز ہو گئے،اس میں قانون نہیں بنایا جاتا؟

قرآن کہتا ہے لاتفسدوا فی الارض .

قرآن یہ فیصلہ کیوں کرتا؟ السارق والسارقة فقطع ایدیھما .

قرآن یہ عدالت کیوں قائم کرتی؟ الشیخ والشیخوخة اذا زنا یا

فجلدوا کل واحد .

قرآن انصاف کا ترازو کیوں قائم کرتا؟ الزانی والزانیہ .

پھر قرآن کیوں کہتا؟ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر .

قرآن کو یہ کیا ضرورت پڑی تھی کہ آواز بلند کرتا قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ.

قرآن میں یہ کیوں آتا؟ یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا.

قرآن وحدیث میں لاکھوں آیتیں ایسی ہیں جو ایک دوسرے کے درمیان اخوت ومحبت کا درد پیدا کرتی ہیں۔

قرآن خونریزیوں سے روکتا ہے، تو پھر میں ان ظالموں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان دلائل کے بعد تم خود ہی بتاؤ کہ اسلام اخوت ومحبت کی تعلیم دیتا ہے، یا ظلم وستم اور لوٹ مار کی تعلیم دیتا ہے یہی قرآن وحدیث جو آج مکاتب ومدارس میں پڑھائی جاتی ہے جس نے تجھے لاکھوں مجاہدین آزادی دیے، آج جن مکاتب ومدارس کو ظالم دہشت گردی کا اڈہ قرار دے رہا ہے ان کی نظروں میں ظلم وستم کا گڑھ دکھائی دے رہے ہیں۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے فقیہ الامت، امام وقت حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے شیخ الاسلام مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی کو تیرے حوالے کیا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو دیا، جو جیل گوالیار میں بیٹھ کر امت کو ہدایت دیتے رہے۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے ملت اسلامیہ کے عظیم قائد بلکہ برصغیر کے عظیم محدث، امام الاولیاء راس الاتقیاء، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اپنے آغوش تمنا

میں پالا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے علامہ ابن تیمیہ جیسے جری وبہادر کو عطا کیا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ہونہار بیٹا، شاہ ولی اللہ کا لخت جگر شاہ ولی اللہ کا صحیح جانشیں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کو پیش کیا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جنہوں نے جنگ آزادی کے عظیم ہیرو، بلکہ دارالعلوم کی ریڑھ کی ہڈی امام وقت ابو حنیفہ وقت حضرت رشید احمد گنگوہیؒ جیسی شخصیت کو حوالہ کیا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کو عطا کیا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے دارالعلوم دیوبند کا طالب علم حسین احمد مدنیؒ جیسی شخصیت کو عطا کیا۔

یہی وہ حسین ہے جو کراچی کانفرنس میں اس وقت حاضر ہوئے جب سیاہ فام انگریزوں نے وارنٹ کا حکم لگا چکا تھا لوگوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

یہی وہ مرد مجاہد طالب علم دارالعلوم دیوبند ہے جس نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال کر گھر سے نکلا اور وقت مقررہ پر اسٹیج پر حاضری دی، جو اپنے ساتھ ہی کفن کا ٹکڑا لایا تھا، انگریز ظالم اپنی مشین گنوں کو اسٹیج کے نشان بنا کر تیار تھے، کہ کون بھاشن دیتا ہے ہم اس پر اپنی گولیاں چلائیں یہی وہ ممتاز مجاہد آزادی ہے جس نے اپنا نقاب چہرے سے اکھاڑ پھینکا، اور اپنی صدری کو دونوں ہاتھوں سے یوں کھینچا، اور کہا کہ کس کی ماں نے حلال دودھ پلایا ہے، لو آج تیرے سامنے حسین احمد کھڑا ہے، گولیاں چلاؤ ہر ایک گولیاں چلائیں، لیکن گولی اپنی مسکن سے باہر نہ نکلی یہی وہ مرد مجاہد ہے۔

لیے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل ☆ شہید ناز کی تربت کہاں ہے

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے عبید اللہ سندھی کو عطا کیا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے امام المحدیث مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کیا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں جس نے شیخ زکریا وفقیہ الامت مفتی سعید احمد کو عطا کیا۔

یہی وہ مکاتب ومدارس ہیں کہ جب ضرورت پڑی تو اپنی شعلہ نوائیوں سے طوفان سکر وتیز سرکش وبے باکی کو دیا۔

اور جب ضرورت پڑی تو قوم نے بچے بچے نونہالوں کی تربیت واصلاح فرما کر باطل کے لیے دیوار آہنی اور فولادی لشکر بنا دیا، آج تاریخ ہمارے سامنے موجود ہے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں دو لاکھ مسلمان شہید ہوئے جن میں ساڑھے اکیاون ہزار علماء کرام تھے، پانچ سو علماء کرام کو دہلی میں پھانسی کے پھندے میں لٹکا دیا گیا ۱۸۶۳ء سے ۱۸۶۷ء تک انگریز نے چودہ ہزار علما کو تختہ دار میں لٹکایا، ۱۹۳۰ء کی جنگ میں چودہ ہزار مسلمان جیل گئے۔

یہ مدارس ومکاتب نے خود غرضی ومفاد پرستی نہیں دی۔

ان مدارس نے چاپلوسی نہیں دی۔

ان مدارس نے دنیا کو پست حوصلگی وبزدلی وکم ظرفی نہیں دی۔

ان مدارس نے دنیا کو نفرت وعداوت نہیں دی۔

بلکہ مدارس ومکاتب نے تو ہر دور میں نغمہ مہر ووفا گاتے رہے۔

مسلمانوں کو اسلام پر مر مٹنے کا ذوق وشوق عطا کیا۔

ان مدارس ومکاتب نے حب الوطن من الایمان کی صدا بلند کی۔

لوگوں کے دلوں میں ایمانی حرارت وجوش پیدا کیا۔

ظلم وجور، جبر وتشدد کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔

انسان کو صحیح راستہ چلنے کا شعور عطا کیا۔
سینوں میں مشعل حریت جلائی جگہ جگہ جذبۂ آزادی کے شعلے بھڑکائے۔
یہ سینوں میں حوصلے، اور حوصلوں میں جان بلندی عطا کی۔
کبوتر کے تن نازک میں شاہین کا جگر پیدا کیا۔
عروق مردہ مشرق میں خون زندگی دوڑایا۔
جس کے نتیجہ میں وہ طوفان تند و تیز، وموج تند و جولاں اٹھی کہ جھنگوں کے نشیمن تہہ وبالا ہو کر رہ گئے، آج تک ان مدارس ومکاتب سے خبر رساں ایجنسیوں نے یہ بات شائع نہ کر سکی کہ ان مدارس ومکاتب میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے، یا غنڈہ گردی سکھائی جاتی ہے۔
حقوق انسانی کی پامالی کا طریقہ سکھایا جاتا ہے
یا جنگ وجدال کے طریق واطوار بتایا جاتا ہے
اور نہ یہ ثابت کر سکا کہ ان مدارس ومکاتب کے دروازے بند ہوتے ہیں نہیں ایسا نہیں، ان مدارس ومکاتب کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، ہر قوم داخل ہو کر ان مدارس ومکاتب کا جائزہ لے سکتی ہے، یہ مدارس ومکاتب کی آواز ہے، من دخله کان آمنا بلکہ اس بات شاید یہی لوگ نہیں بلکہ ان کے رہنما اور رہبر مہاتما گاندھی جواہر لال نہرو وشبھاش چندر بوس، ڈاکٹر امبیڈکر، جھانسی کی رانی نے یہ بات کہی تھی ان مدارس ومکاتب میں مسلمان وطن کے سپاہی بناتے ہیں، جو اپنی جان ومال سے بے خوف وخطر لڑتے ہیں اس کا ثبوت ان حضرات نے خود دیا تھا مولانا حسین احمد مدنی سے لیکر لگ بھگ سینکڑوں طلبہ کا جو اس وقت دار العلوم کے گہوارے میں تربیت پا رہے تھے جو اپنی مادر وطن کی خاطر اور رضائے الٰہی کے واسطے اپنی جان ومال واولاد سے کھیل بیٹھے تھے۔
گولیوں کی سنسناہٹ

پھانسی کے پھندے

تپتی ہوئی ریت پر لیٹتے ہوئے بھی یہی کہتے تھے افضل الجهاد کلمة الحق عندالسلطان الجائر۔

لیکن عزیزدوستو! تو میں آج اٹل، اڈوانی، بال ٹھاکرے، توگڑیا، مودی، مایاوتی، اوما بھارتی، سدرشن، راج ٹھاکرے، منموہن سنگھ، سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ہی بتائیں کہ

یہ مدارس ومکاتب دہشت گردی کا اڈہ ہے یا تیرا اسکول جو صبح وشام تک بند کر کے بچوں کو ایک دوسرے کے خلاف ٹریننگ دی جاتی ہے۔

ایک دوسرے کے خون کا پیاسہ بنا کر نکالا جاتا ہے۔

ایک دوسرے کی عزت کے کھلواڑی کا طریقہ بتایا جاتا ہے۔

ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی کا سبق دیا جاتا ہے۔

ایک دوسرے میں نفرت وعداوت کے زہر افشانی کرایا جاتا ہے۔

درندیت کے سارے اسباب مہیا کرائے جاتے ہیں۔

مسلمانوں نے وطن سے کبھی غداری نہیں کی، جب بھی وقت پڑا تو میدان جہاد میں بے جھجک کود پڑے۔

اپنے وطن سے ہم نے ہر دم یاری کی
دشمن نے جب حملوں کی تیاری کی
حق کی خاطر جنگ وفا کی جاری کی
بلبل خود آزاد ہے لیکن قید میں ہے صیاد
زندہ باد مسلماں زندہ باد

مسلمان ہی کی اولاد تھی جس نے عزت وآبرو اور سونے کی چڑیا کے تحفظ کی

خاطر وطن کے مہر وفاء گاتا ہوا جہاد کا پرچم بلند کیا، کوئی یہ فرقہ پرست لوگ نہیں تھے، جنگ آزادی چھیڑی تو یہ ظالم لوگ انگریزوں کے ساتھ تھے جو آج اپنے آپ کو حامی وطن اور مسلمانوں کو غدار وطن کہتا ہے آپ لوگ خود فیصلہ کریں کہ غدار کون ہے

پہلے یہ طے کرو کہ وفادار کون ہے
پھر وقت خود بتائے گا غدار وکون ہے

اسلام تو یہ ہے کہ جس نے غداری کی تعلیم کبھی نہ دی، دشمنی نہ دی، بلکہ محبت واخوت کی تعلیم دی، اور تا قیامت دیتا رہے گا۔

عزیز دوستو! جب کوئی قوم یا معاشرہ کسی مذہب کو اپنے پاؤں تلے دبا کر رکھنا چاہے، جائز واصلاح کے معقول راستے بند کردیئے جائیں تو ظلم کی کوکھ سے ظلم اور تشدد کی کوکھ سے تشدد پیدا ہوتا ہے اگر حقائق کے اظہار کے راستے بند کردیئے جائیں تو طغیانی، تشدد اور دہشت گردی پیدا ہو جاتی ہے اور ایک ایسی صورت حال کو اختیار کرتا ہے جس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے، آج یہی ہو رہا ہے صرف نیو یارک، واشنگٹن میں ہی مظلوموں کا خون نہیں بہا بلکہ یہ خون ساری دنیا میں بہہ رہا ہے، افغانستان، چوجستان، فلسطین، کشمیر، گجرات، گودھرا، کانپور، علی گڑھ، میرٹھ، ملیانہ، پھر یہ تمیز تفریق کیسی؟ جتنا آج مسلمانوں کو گودھرا گجرات کے اندر نقصان ہوا ہے اگر اب سے وہ بیس سال تک کمائے تب بھی اس حال تک نہیں آسکتے مسلمانوں کے ساتھ ظلم کی کوئی انتہا نہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان ماں، بہنوں بھائیوں کو ٹرین کے ڈبے میں بند کر کے جلا دیا گیا حاملہ بہن کا پیٹ چاک کر کے بچے کو تلوار کے نوک میں لیکر گلی گلی میں جلوس نکالا گیا ہے پولس گاڑیوں سے تیل نکال کر مسلمانوں کو زندہ تیل چھڑک کر مارا گیا ہے، یہ معاملہ گجرات گودھرا احمد آباد میں دہشت گردی نہیں دکھائی دی جب یہی معاملہ گوا میں جا ملا تو اٹل جی نے فوراً اسے اسلام کے ساتھ جوڑ کر اسلام کو دہشت گرد کہہ دیا۔

عزیز دوستو! جب اٹل بہاری سے لوگوں نے کہا کہ خفیہ ایجنسیوں یا سی بی آئی کے ذریعہ اس معاملہ کی جانچ کرائی جائے اور فورا اسکو سزا دی جائے لیکن اس ظالم حکومت نے اس بارے میں کوئی بھی راستہ اختیار نہ کیا، یہی وہ ظالم حکمراں ہے جو کہہ رہا تھا کہ ظلم ہوا جو گجرات کے اندر ہوا آج اس واقعہ نے میرا منھ کالا کر دیا ہے اب کیسے اپنا چہرہ دوسرے ملکوں میں دکھاؤں گا لیکن جب گجرات احمد آباد کا دورہ کیا اور وہاں سے آنے کے بعد یہی ظالم کہتا ہے کہ کسی بھی حال میں نریند مودی کو وہاں سے نہیں ہٹاؤں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

ہندو کا قتل ہے نہ مسلمان کا قتل ہے
اے دشمنان ہند یہ انسان کا قتل ہے

آج گاندھی جی کی سرزمین سسک رہی ہے، وہ مہاتما گاندھی جنہوں نے ہنسا کے خلاف ایک اہنسا کے پیغام سے ایک موثر لڑائی لڑی تھی مہاتما گاندھی نے بموں کے استعمال کو گناہ سمجھا تھا، لاٹھی بلم بھالا اور تشدد کی ہر راہ کو وہ جرم عظیم سمجھتے تھے، اس ایک درویش نے اس ایک بے غرض انسان نے اس ایک آن بان اور شان والے نے ہندوستان کو غلامی کے شکنجے سے آزاد کرانے کے لیے ثابت کر دیا تھا کہ سچائی وہ بڑا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ ہر جھوٹ کو ماردی جاسکتی ہے مہاتما گاندھی نے بغیر کسی تشدد کے تن کے گورے من کے کالے انگریزوں کو ہندوستان سے سات سمندر پار دھکیل کر اس دھرتی کو سورج کی روشنی عطا کی تھی مہاتما گاندھی نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس ملک میں خصوصیت سے دو بڑے فرقے ہیں ایک ہم ہندو کے نام سے اور دوسرے کو مسلمان کے نام سے جانتے ہیں یہی دونوں ہندوستان کی طاقت ہیں یہ دونوں ہندوستان کی بے مثال شکتی ہے مہاتما گاندھی نے ہندو کا ''ہ'' نکال کر اور مسلمانوں سے ''میم'' نکال کر ہم بنایا تھا کہ ہم ہیں ہندوستانی میں سمجھتا ہوں کہ ساری دنیا میں ہندوستان کے ماتھے پر تشدد

کے واقعات ایک کلنک ثابت ہوئے ہیں ایسا لگتا ہے کہ گجرات میں کوئی اسٹیٹ کا چیف منسٹر نہیں بیٹھا ہے بلکہ انسانیت کا قاتل ایک فریق بن کر ساری انسانیت کو اور ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کو دنیا میں رسوا کر رہا ہے۔

عزیز دوستو! جہاں عدل وانصاف کا سایہ نہ ہوگا وہاں نفسیاتی بیماریوں کو بڑھنے کا موقع ضرور ملے گا جو انسان کے لیے جسم کو نڈھال بنا دینے سے زیادہ خطرناک وہلاکت خیز ثابت ہو سکتی ہے کچھ یہی حال بابری مسجد اور رام مندر کے قضیہ کا بھی ہے جس کی ایک مثال ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو مسجد گرا دی گئی اور نرسمہا راؤ سرکار نے اس کا مداوا کرنے کے بجائے جنوری ۱۹۹۳ میں ایک آرڈی نینس صدارتی فرمان جاری کر کے بابری مسجد کے ارد گرد تمام اراضی ایکوائر کرتے ہوئے بحق سرکار ضبط کر لی اس آرڈی نینس کی رو سے بابری مسجد کے بارے میں دائر تمام مقدمات ثبوت اور دستاویزات بھی کالعدم قرار پائے گئے اور کارروائی کے طور پر مرکزی حکومت نے دستور کی دفعہ ۱۴۳ کے تحت معاملہ سپریم کورٹ سے رجوع کیا کہ آیا بابری مسجد سے پہلے اس اراضی پر مندر موجود تھا یا نہیں اس بارے میں عدالت اپنا فیصلہ سنائے لیکن عدالت عالیہ نے اس جھمیلے میں پڑنے سے انکار کر دیا اور مقدمہ دوبارہ ایکوائر کر کے ہائی کورٹ کی لکھنؤ بینچ کو منتقل ہو گئے اڈوانی در حقیقت یہ سمجھنے لگے کہ پورا شمالی بھارت ان کے پاؤں پر آ گرا ہے ان کے رتھ یاترا نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دی تقسیم ملک کے بعد کبھی بھی ہندو مسلم فسادات اتنے بڑے پیمانے پر نہیں ہوئے تھے جتنے اڈوانی کے رتھ یاترا کے دوران ہوئے آئی۔ ایس۔ ایس کے شری مدن داس دیوی نے ایک بار پھر وہی بات دہرائی ہے کہ آنجہانی اندرا گاندھی یہ کہہ کر کوئی بھی اقلیت اکثریت کو ناراض کر کے خوش نہیں رہ سکتی اقلیتوں کو حیران اور ہندوتو وادیوں کو منزل قریب کا عندیہ دے دیا تھا مگر یہ سوچ وفکر اور حکمرانی کے لیے انتہائی خطرناک اور مضر رساں ہے۔ جمہوریت میں حکومت

واقتدار کا حصول یا اس کے سرچشموں تک رسائی کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اکثریت کے بل بوتے پر آپ جو چاہیں کریں عدل وانصاف آئین وقانون اقتدار وروایات نام کی کوئی چیز باقی نہ رہے اور جمہوریت کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ۲۴ کروڑ مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر نت نئے قوانین کے ذریعہ اقلیتوں کو اس درجہ حراساں اور مفلوج بنا دیا کہ جس میں اکثریت کی ایک خاص جماعت ان پر جو مظالم چاہے کر سکے اور جو سلوک چاہے ان سے روا رکھے آج حکومت حیوانیت و درندگی کے لیے نڈھال بن گئی ہے اسکی حکومت کے رحم وکرم پر ہیں جسے ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ حقیقت میں کوئی ہمدردی نہیں ہے آج آر ایس ایس کے دھمکی کا جواب صرف اقلیتوں کو نہیں بلکہ اہل ملک کو دینا ہے آیس ایس کی یہ تجویز کہ اقلیتوں کو اگر محفوظ رہنا ہے تو ہندوؤں کے رحم وکرم پر رہنا ہوگا یہ تجویز ملک کو کس سمت لے جائیگی یہ تو وقت ہی بتائے گا آر ایس ایس والے کے علاوہ اور ہی مذاہب والے ملک کی قومیت کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اگر ملک کے مستقبل کا چہرا گجرات ہی ہے جہاں مہاتما گاندھی کا سابرمتی آشرم ایک محفوظ جگہ نہیں رہی جہاں امن کے لیے کوئی میٹنگ ہو سکے جہاں امن کے حامیوں کو مار ڈالنے کی دھمکیاں دی جائیں۔

گاندھی جی اب دیکھ لو آ کر اپنا ہندوستان
کیسے کیسے آپ کے چیلے ہو گئے بے ایمان

دوستو! میں حیران ہوں کہ مذہب کی بناء پر دہشت گردی کے خلاف کوئی کاروائی کیوں نہیں کی جا رہی ہے؟ ہندوستان کی قسمت میں یہ فسادات ملک کی تقسیم کے ساتھ ہی لکھ دیئے گئے تھے۔

۳۰ سال قبل وزارت داخلہ کی طرف سے یہ اعتراف باقاعدہ سرکاری رپورٹ میں سامنے آگیا تھا کہ فرقہ وارانہ فضاء اور نفرت کی آگ ملک میں موجود ہے اور مستقبل

میں اس کی شدت میں کمی آنے کا کوئی امکان نہیں ہے شاید حکمرانوں نے اس سے بھی اثر لیا ہو کہ خطرہ مسلم فرقہ پرستی ہے جس پر بدنام زمانہ قانون ٹاڈا قومی سلامتی ایکٹ او راب پوٹا کے ذریعہ قابو میں لیا جائے گا لیکن ایسا نہیں بلکہ ہندوتو نمائندہ وی ایچ پی بجرنگ دل آزادی کی جدوجہد کے اعلی مقاصد کو مسمار کر رہے ہیں صرف یہی لوگ نہیں وہ ایک سے زائد مذاہب والے معاشرے کے اخلاقی اصولوں کو مسمار کر رہے ہیں جو آج وزیر اعظم کا سر شرم سے جھکانے پر مجبور کر دیا ہے تو اب حاکم وقت خود ہی فیصلہ کریں کہ ایسے شخص کے بارے میں کہ اسکو کیا سزا ملنی چاہیے؟ آج ہندوتو کا پہلا ہدف اسلاف اور مسلمانوں کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کر کے امت مسلمہ کو داعیانہ کردار سے روکنا ہے دوسرا ہدف مسلم اتحاد کو ختم کر کے نفرت کا بیج بونا ہے تیسرا ہدف عالمی سطح پر پائی جانے والی اسلامی بیداری کا سد باب کرنا ہے چوتھا ہدف ملک کے تعلیمی نصاب میں تبدیلی کر کے مسلمانوں کا تدریجا ذہن میں تبدیل کرنا ہے، تا کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے اسلام سے منقطع ہو جائیں پانچواں ہدف ذات پاک کے نظام کو مستحکم کرنا ہے چھٹا ہدف زیر دست طبقوں کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کر دینا ہے ساتواں ہدف مسلمانوں کو سیاسی طور پر کمزور کرنا ہے اس لیے ایک منصوبہ بند سازش کے تحت مسلمانوں کے نام ووٹر لسٹ سے غائب کئے گئے ہیں کہیں مدرسوں میں دہشت گردی ہونے اور کہیں دہشت گردی کے نام پر ان کے اوپر پوٹا جیسے سخت قانون کا نفاذ کیا جا رہا ہے۔

فرقہ پرستی نے تو ہمیں کر دیا تباہ
یکتا کی شان گھٹنے کے اب دن نہیں رہے
رو رو کے کہہ رہی ہیں ہمالیہ کی چوٹیاں
بھارت مہان گھٹنے کے اب دن نہیں رہے

اس صورت میں قرآن وحدیث اعلانیہ طور پر کہتا ہے وقـاتلـوهم حتى لا

تکون فتنۃ، تو دوسری جگہ قرآن کہتا ہے "واقتلوھم حیث وجدتموھم" قرآن کہتا ہے "وقاتلوا المشرکین کافۃ" حدیث آواز دے رہی ہے "وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ" دہشت گردی تو ہر حال میں قابل مذمت ہے سیاسی حصول کے واسطے دہشت گردی کی جاتی ہے اسلام صرف اپنے دفاع میں تلوار اٹھانے کی اجازت دیتا ہے اسلام تو ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ ظالم کو بھی بخش دیتا ہے اگر کوئی ظالم اسلام میں امن چاہے تو اسلام اس کو فوراً امن دے دیتا ہے اس پر ظلم وزیادتی نہیں کی جاتی اس کی مثال تاریخ کے اندر ہزار ہا ہزار موجود ہے۔ ثمن سریہ ابو سفیان کو، قاتل حضرت حمزہ وحشی کو، ابو سفیان کی بیوی ہندہ کو، برادر عثمان۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم سے دھکہ دیکر نکالا تھا امن دیا معاف کیا اس سے بہتر کون سا دین ہے کیا واقعی یہ دین دہشت گرد ہو سکتا ہے؟ آپ خود بتائیں نہیں، ثمامہ نے مکہ والوں کو گندم دینا بند کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندم مکہ والوں کو بھجوایا اسلام جب بھی فتح وکامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوا ہے تو فوراً اس ملک کے لوگوں کو امن دیا ہے کسی بھی عبادت گاہ کو آج تک برباد نہیں کیا دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کا اتنا احترام اسلام میں ہے جتنا کسی اور مذہب میں نہیں کس طرح کوئی مسلمان کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ کو مسمار کر کے اس پر مسجد بنا سکتا ہے۔ دہشت گردی کی ابتداء تو حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے قابیل سے ہوئی لیکن بیسویں صدی میں دہشت گردی کی ابتداء یورپ کے ایک جرمنی ملک سے شروع ہوئی، ہمیشہ امریکہ نے اپنے ویٹو کے حق کو استعمال کر کے اسرائیلی جارحیت کی حمایت کی، اور غیر قانونی قبضوں سے اسرائیل کی واپسی کی مخالفت کی جس طرح ہیروشیما ناگاساکی پر ایٹم بم برسا کر خوشی کے شادیانے بجائے گئے تھے اسی طرح آج فلسطین، افغانستان، عراق، کشمیر، گجرات، گودھرا پر برسا کر خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں کیا یہ دہشت گردی نہیں بلکہ امریکہ نے معمر قذافی کے گھر پر بم باری کروائی یہ دہشت گردی نہیں۔

خلیج کے اندر، بحری جہاز کے ساتھ ساتھ انسان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔
امریکہ نے اس کمانڈر کو بیسٹ ایوارڈ دیا۔
انہوں نے نریندر مودی کو اس کے فعل پر شاباشی دی۔
امریکہ نے عراق کے ایٹمی سینٹر کو تباہ کیا۔
انہوں نے گجرات کو دھرا کو برباد کیا۔
یہ دہشت گردی نہیں؟

آج صرف مسلمان تاریخ کے صفحات میں ایک دہشت گرد بنا ہوا ہے موت ایک حقیقت ہے لیکن وقت پر، وقت سے پہلے نہیں باطل کے آگے جھکنا میری فطرت نہیں بلکہ باطل کو اپنے آگے جھکانا یہ میری فطرت ہے ایک ظالم کو ظلم سے روک دو یہ اس کی مدد ہے شاہ فیصل جنرل ضیاء الحق کے ساتھ کس نے غداری کی اسلامی حکومت فیصلہ کرے کہ دہشت گرد کون ہے آج ایک اسلامی اپاہج حکومت نے آج تک امریکہ کو ٹوکا تک نہیں چنگاری سے شعلہ وجود میں آتا ہے ایک بوڑھے کے رگوں میں وہ خون جوش مار رہا ہے جو غزوہ بدر اور احد و کربلا میں گرم ہوا تھا اگر آج کوئی شہید ہو رہا ہے تو وہ اپنے خون سے دہشت گردی کی لکیر کھینچتا ہے آج مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے طارق بن زیاد کی دعا خالد بن ولید کی شجاعت کی تاریخ کس گمشدہ دفتر میں گم ہو گئی ہے اٹھو یہ زمین ہمارے خدا کی ہے ہم خدا کے دشمن کے قبضے سے نکال کر خدا کے بندے کے سپرد کریں آپ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جنگ کو دہشت گردی کہیں گے؟ اگر دہشت گردی ہوتی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم ضرور روک دیتے تو پھر آج مسلمانوں کا یہ فیصلہ کیسے دہشت گردی کہلائے گا اب دور آیا ہے کہ لوگ بچوں کو نور الدین زنگی صلاح الدین ایوبی اور خالد بن ولید کی تاریخ کا سبق دیں تا کہ دنیا جان سکے کہ اسلام کا پیغام کیا ہے؟ دہشت ہے یا امن؟ اگر میں غلط کہتا ہوں تو میرے خلاف کیس کریں حکومت خود کیس کرے میں آپ کو بھی

حکومت کو بھی کہتا ہوں کہ آپ میرے خلاف ہائی کورٹ سپریم کورٹ میں رٹ دائر کریں کہ یہ مولوی ہمیں ظالم کہتا ہے حالانکہ ہم ایک امن پسند انسان ہیں ہم شانتی کو چاہتے ہیں ہم غارت گری کو نہیں چاہتے خوزیزیاں و فسادات کو نہیں چاہتے۔

ہم کسی کو چیخ و پکار کرتے دیکھنا نہیں چاہتے۔

ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔

عزیز دوستو! بلکہ ہر قوم ہندو مسلم سکھ عیسائی آپس میں سب بھائی بھائی چارگی کو چاہتے ہیں آپ عدالت میں آئے ہیں میں بھی عدالت میں حاضر ہوتا ہوں آپ اپنے دلائل لائیں میں بھی دلائل پیش کرتا ہوں تم بھی تیاری کر کے آؤ میں بھی تیاری کر کے آتا ہوں تم بھی اپنے تمام ہمدردوں کو عدالت میں لاکر کھڑا کرو، میں بھی اپنے تمام علماء و مفتیان کو لاکر کھڑا کرتا ہوں، اگر عدالت ایک سال بعد دو سال بعد پانچ سال بعد اگر تجھے ظالم نہ کہا، تیرے خلاف فیصلہ نہ دیا تو رب کعبہ کی قسم رب محمد کی قسم، میں ہر سزا کا مستحق ہوں ملک چھوڑ دوںگا، غلامی بھی کروں گا جلاوطنی قبول کرلوںگا، تجھے پابندیاں عائد کرنے کی ضرورت نہ ہوگی

دوستو! میری بات تو سنو تاریخ بتاتی ہے کہ ان ظالموں کے ظلم سے بڑھ کر کسی نے ظلم نہیں کیا اڈوانی کی رتھ یاترا جہاں سے گذری وہاں تک مسلمانوں کے خون کی ہولی نہیں کھیلی گئی، سپریم کورٹ کے حکم امتناعی کے باوجود حکومت کی یہ ناکامی صرف ناکامی تھی یا حکومت وقت کی سازش گندی تھی اس وقت کے بی جے پی کے لیڈر مرلی منوہر جوشی، اڈوانی تیز اور دیگر جھگڑے کی تال پر رقص مستانہ کر رہے تھے اور خوشیاں بانٹ رہے تھے، یہی نہیں بلکہ احتجاج کرنے والے مسلمانوں پر پولس اور آر، اے، ایس کی ملی بھگت سے وہ قہر لادا گیا اور فسادات کرائے گئے کہ خون سے مہاراشٹر دیگر ریاستوں کی سڑکیں پٹ گئیں تاریخ دوستوں میں دلائل کے طور پر ان سب کو لاتا

چاہتا ہوں کیا ۵/ مارچ ۲۰۰۱ء کو دہلی میں یو این او کے دفتر کے سامنے وی ایچ پی کے غنڈوں نے شارع عام پر قرآن مقدس کو نذر آتش کر کے وحشیانہ رقص نہ کیا؟ حرم کعبہ مسجد نبوی کو منہدم کرنے کے نعرے لگائے نہ گئے یہ سب کچھ پولیس کی موجودگی میں ہوا حکومت نے انھیں روکنے یا سزا دینے کے بجائے اس شیطانی فعل پر دانستہ پردہ ڈالنے کی مجرمانہ کوشش کی، خبر شائع کرنے سے اخبارات کو روک دیا گیا، اور بعض دہلی انتظامیہ نے یہ گمراہ کن بیان دیا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا جب کہ خبر رساں ایجنسیوں کے فراہم کردہ ثبوت آج بھی موجود ہیں ان جاہلوں کے سرغنے اشتعال انگیز بیانات دیکر مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج دے رہے ہیں، کیا شدرشن نے یہ بیان نہیں کیا کہ مکہ و مدینہ سے رشتہ توڑ کر اسلام بھارتیہ کرن کریں؟ کیا ونے کٹیار نے یہ بات نہیں کہی کہ قرآن کی متعدد آیات نکال دی جائیں کیونکہ وہ فسادات کراتی ہیں (نعوذ باللہ)

کیا حکومت نے دہشت گردی پھیلا نہ رکھی ہے؟

یہی اٹل ہے جس نے کہا تھا کہ ہمارا ایک ماہ کی تنخواہ بلوائیوں میں تقسیم کردی جائے کیا یہی لوگ پر ظلم ہوا تھا اور اب جو مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے وہ ظلم نہیں؟ اگر ان سب کے لیے بھی پوٹا کا قانون ہے تو پھر حکومت پر م فس؟ وشو ہندو پریشد، نریندر مودی کو پوٹا کے تحت کیوں گرفتار نہیں کر رہی ہے بلوائی ہفتوں پولیس کے سامنے بربریت کا ننگا ناچ ناچتے رہے اور حسرت سے ہندوستانی جمہوری حکومت کا تماشا دیکھتی رہی نتیجہ ممبئی بم بلاسٹ کی شکل میں ظاہر ہوا، ہندوستان کی حکومت ان چند آر ڈی ایکس دھماکوں سے یوں جاگی جیسے بھوکا شیر اپنے شکار پر بدنام زمانہ آرٹیکل ٹاڈا کی آڑ لیکر بے قصور مسلمانوں کو بلا کس قائل کے جیل کی سلاخوں میں ڈال دیا مسلم ملزم ٹھہرائے گئے جب ٹاڈا کی دہشت انگیزی بڑھ گئی تو بالآخر کچھ حقیقت پسند سیکولر پارٹیاں اس کے خلاف سرگرم ہوئیں اور اسے منسوخ کرنا پڑا۔

کیا ٹاڈا کا استعمال بابری مسجد مسمار کرنے والوں کے خلاف گجرات اور گودھرا میں فساد کرنے والوں کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا؟ یا کوئی دوسرا قانون ہندوستانی آئین میں نہیں تھا جس کے ذریعہ انہیں قرار واقعی سزائیں دی جاتیں؟

ٹاڈا قانون ۱۹۸۷ء میں بنا جب پنجاب میں دہشت گردی کا بہت زیادہ زور تھا، ٹاڈا جیسا بلکہ اس سے زیادہ تیز دھار والا حربہ بنا لیا ٹاڈا کے برخلاف پوٹا پارلیامنٹ سے پاس نہیں کرایا گیا اس میں عوام کے نمائندوں کو اظہار رائے کا موقع نہیں دیا گیا بلکہ اسے آرڈی ننس کے ذریعہ ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو ایسے وقت نافذ کر دیا گیا جب یہ اعلان ہو چکا تھا کہ پارلیامنٹ کا اجلاس چند روز بعد ۹ نومبر کو شروع ہوگا، پوٹا کا اجلاس نہ تو کشمیر کی ریاستی اسمبلی پر حملے کو روک سکا ہے اور نہ پارلیامنٹ پر حملے کو یا گودھرا میں ٹرین کے جلانے کا یا گجرات کے شہروں میں ہونے والے قتل عام کو روکنے میں کامیاب ہو سکا ہے اسی طرح کلکتہ کے امریکی سینٹر پر حملہ کرنے والے دہشت گرد اور ان کے ساتھی ابھی تک ان لوگوں سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوئے جنہوں نے پوٹا جیسے قانون بنائے، دہشت گردی انسانی حقوق پر حملے کی حیثیت رکھتی ہے لیکن دہشت کے مقابلے میں سرکاری دہشت گردی کا استعمال سے دہشت گردی کو فروغ ملتا ہے، پوٹا پوٹا جیسے حربوں سے انسانی حقوق کو لاحق خطرے میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے کہ ایسے حربے بے قصور افراد کے خلاف بے دھڑک استعمال کئے جاتے ہیں لیکن آج تک حکومت کی نظر میں فرقہ پرستوں کو دہشت گرد نہیں کہا جا رہا ہے اسکو پوٹا کے قانون کے تحت سزائیں نہیں دی جا رہی ہیں، مگر ۲۹ مارچ کو ممبئی کی ایک خصوصی عدالت نے پولیس کو اس معاملہ پر نظر ثانی کی ہدایت کر دی اسی طرح گجرات میں گودھرا کے مسلمانوں ملزموں پر پوٹو لگایا گیا مگر احمد آباد اور دوسرے شہروں میں ایسی سنگین وارداتوں کے غیر مسلم ملزمان پر اس قانون کا اطلاق نہیں کیا گیا آج

مسلمانوں شک وشبہ سے پوٹا کی سزادی جاتی ہے جو کہ دہشت گردنہیں اور جو دہشت گرد ہے وہ تو آزاد ہے۔

ظلم ہمیں پہ کرتے ہیں دہشت گرد ہمیں کو کہتے ہیں
یہ کیسا انصاف ہے ربی بے موت ہم تو مرتے ہیں

یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ کیسی عدالت ہے؟ آج اس کا تختہ پلٹ دینا ہم پر ضروری ہے امام بخاری کو چیف مجسٹریٹ آر آر پادیکھ ہند وچھینا اسمبلی کونز پر دیپ کمار کی ہفتہ کو دائر کی گئی ایک رٹ کے تحت یہ سنایا کہ ۳۰ مئی کو امام بخاری صاحب وادروہ کی عدالت میں حاضر ہوئے کیونکہ ان کے بیانات کی وجہ سے گجرات میں ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں فساد بھڑک سکتا ہے اسکو فورا گرفتار کیا جائے۔

لیکن افسوس ہے کہ ۱۷ اپریل ۲۰۰۲ء شبانہ اور سائرہ بانو کے بیانات حسب ذیل ہیں بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد پچاس سے کچھ زیادہ اور فرقہ پرست کئی ہزار تھے جس کے ساتھ یہ ظالم پولیس بھی تھی کہ ان ظالموں نے مسلمانوں پر ظلم کرنا شروع کردیا مارکاٹ مچارکھی تھی ہم نے دیکھا کہ ایک بہن کو ننگا کرڈالا ہے وہ بہن اپنی عزت کی خاطر بھاگ رہی ہے اور اس کے پیچھے پچیس ظالم کانڈوز دوڑ رہے ہیں اس بھیانک معاملہ میں ہم نے اپنی عزت کی خطر پولیس کی طرف بڑھا یہ ظالم نے ہمیں ڈنڈا مار کر کہا کہ تم بھی جا کر اپنی طاقت دکھلاؤ ظالم نے ہمیں تنک ظلم نہیں کیا بلکہ ہماری ماں بہنوں کی شرمگاہوں میں لاٹھی ڈالا جس کا ثبوت تاریخ میں موجود ہے گجرات گودھرا کے اندر یہ سب ظلم کیا اوراب بھی ہورہا ہے جب لوگوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تو عدالت نے اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہ کیا اور نہ عدالت نے ان لوگوں کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا لیکن مسلمان اپنے دفاع کے لیے زبان اٹھائی تو فورا اسکو دوردرہ کی عدالت میں حاضر ہونے کا حکم نافذ کیا جاتا ہے مسلمان کی زبان دہشت گرد ہورہی ہے اور یہ ظالم کی ظلم دہشت گردی

کو فروغ نہیں دے رہا ہے

ملت اسلامیہ کے محافظو! تجھے ایک بار پھر جنگ آزادی لڑنی پڑے گی تحریک ہندوستان تحریک ریشمی رومال تحریک بالاکورٹ تحریک انبالہ تحریک خلافت تحریک آزادی چلانی ہوگی اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوگی جب ہمیں عزت وآبرو ملے گی ورنہ نہیں۔

آج ملت اسلامیہ کے ایک ایک فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی کی محدود اور عارضی عافیت وراحت کو دائمی امن وسکون سمجھ کر بے فکر نہ بیٹھا رہے بلکہ بیدار مغزی اور حقیقت پسندی کے ساتھ حالات کو سمجھے اور وقت کی پیشانی پر لکھے اس چیلنج کو پڑھے اور اس تفریق وانتشار کی فضا کو ختم کرنے کے لیے اپنے تن من دھن سے جٹ جائیں یاد رکھئے اگر خدانخواستہ اگر ملت تباہ ہوتی ہے تو ہمارے یہ چھوٹے چھوٹے عافیت اور مسلک ومشرب کے نام بنائے ہوئے یہ الگ الگ گھروندے بھی محفوظ نہ رہ سکیں گے دشمنی کی نگاہ ہرگز آپکی حیثیت یا شخصیت پر یا آپکی دیوبندیت اور بریلویت یا آپکے مسلک ومشرب پر اپنی اس کی بندوق کی نال پوری ملت اسلامیہ اس کی وابستگی اسلام کی کلمہ گوئی دامن رسالت اس کی پنارہ جوئی شخص کی طرف ہے اس دشمنی کا نشانہ آپکے الگ منزلیں اور جدا جدا کمرے نہیں آپکی پوری بلڈنگ ہے آپکی الگ شاخیں اوران کے آشیانے درخت نہیں بلکہ آپکا پورا چمن ہے۔

پردے تیری نظر پہ ظلمات کے پڑے ہیں
جنگ وجدل کے دشمن ہر موڑ پر کھڑے ہیں
کیوں تیری آستینوں میں سانپ پل رہا ہے
اے حاکم زمانہ گجرات جل رہا ہے

چنگاریاں خفا کی ہر سو بھڑک رہی ہیں
بچے بلک رہے ہیں مائیں سسک رہی ہیں
ہر توپ کیا بتائیں گولہ اگل رہا ہے
اے حاکم زمانہ گجرات جل رہا ہے
ظلم وستم کے ہر پل نقشے بدل رہے ہیں
نظریں جدھر اٹھاؤ گھر بار جل رہیں ہیں
کیوں نفرتوں کا لاوا دل میں ابل رہا ہے
ظالم یہ بھولنا مت گھر تیرا بھی جلے گا
ایک دن تیری خطاء کا بدلہ تجھے ملے گا
اے حاکم زمانہ گجرات جل رہا ہے

عزیز دوستو! رام نے حکومت کے حق میں ایک دھوبی کی جانب سے الزام لگائے جانے کے بعد اگنی پریکشا کے باوجود سیتا جی کو حکومت سے نکال دیا تھا آج ان حکمرانوں کو اپنے معبود کا قول نظر نہیں آ رہا جو آج تک مودی کو حکومت میں برسر اقتدار باقی رکھا ہوا ہے۔

تم خود فیصلہ کرو کہ دہشت گرد کون ہے اور کس کو پوٹا کی سزا دینی چاہئے سیتا جی کو راون لیکر بھاگ گیا تھا تو رام نے ہنومان سے کہکر سری لنکا کے اندر آگ لگوائی تو تم بتاؤ کہ دہشت گرد کون ہے۔

ایسا ہی شخص قابل عبادت ہوتا ہے جو ایک دوسرے کی عزت کے ساتھ کھلواڑ کرے جو معصوم ماں بہنوں اور بچوں کو آگ کے شعلوں میں بھون ڈالے آج تو قانون اس کے پوجنے والوں پر ہونا چاہئے لیکن آج اس کا خلاف ہے۔

بس اتنا ہی عرض ہمارے دیش کے ذمہ داروں سے ہے
کیوں یہ نشیمن پھونک رہے ہو نفرت کے انگاروں سے
یہ حقیقت ہے کہ ہم جان بھی دے سکتے ہیں
یوں تو آتا ہے ہمیں ہنر مرنے کا
ہم کو اسلاف کی تاریخ نے بخشا ہے شعور
حوصلہ رکھتے ہیں طوفانوں سے ٹکرانے کا

وآخرو دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

حفظ کرنے کی فضیلت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

فقد قال اللہ تبارک وتعالی فی کلام المجید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولقد یسرنا القرآن لذکر فھل من مذکر: سھلناہ للحفظ او ھئیاناہ لنذکر فھل من مدکر متعظ بہ وحافظ لہ والا ستفھام بمعنی الامر احفظوہ اتعظوا کتب اللہ عن ظھر القلب (جلالین)

عزیز دوستو! اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان و سہل کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

ذکر کی تفصیل میں علمانے دو قول بیان کئے ہیں ایک یہ کہ اس سے نصیحت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف سے نصیحت حاصل کرنا نہایت آسان ہے، کیونکہ جو مضامین ترغیب وترہیب اور انداز تبشیر سے متعلق ہیں وہ بالکل صاف سہل اور موثر ہیں ،کوئی سوچنے اور سمجھنے کا ارادہ کرے تو وہ سمجھ سکتا ہے۔

لیکن کسی آیت کے آسان ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن ایک سطحی کتاب ہے۔

ایک انگریزی رائٹر کی تحریر ہے۔

ایک مخلوق انسان کی تخلیق ہے۔

ایک فانی کی وجود ہے۔

کہ جس کے اندر دقائق واسرار نہیں۔

جس میں فصاحت کی باریکیاں نہیں۔

جس میں بلاغت کے رموز نہیں۔

جس میں باریک نکات نہیں۔

جس میں گہرے حقائق نہیں۔

جس میں لغت عربی کی موشگافیاں نہیں۔

جس میں حسن انداز نہیں۔

جس میں طریقہ خطاب نہیں۔

جس میں چاشنی وحلاوت نہیں۔

اس علیم وخبیر کے کلام کی نسبت ایسا گمان کیونکر کیا جا سکتا ہے، کیا یہ فرض کر لیا جائے کہ جب اللہ اپنے محبوب بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے تو معاذ اللہ اپنے علوم غیر متناہیہ سے بالکل کورا ہو جاتا ہے۔

یقیناً: اس کے کلام میں گہرے حقائق ہوں گے۔

اس کے کلام میں رموز کی باریکیاں ہوں گی۔

اس کے کلام میں فصاحت وبلاغت ہوں گے۔

اس کے کلام میں باریک نکات ہوں گے۔

اس کے کلام میں حسن خطابت کی عجیب انداز ہوں گی۔

اس کے کلام میں حلاوت وچاشنی ہو گی۔

جس کا کسی دوسرے کلام میں تلاش کرنا بے کار ہے، اسی لیے حدیث میں آیا ہے "لایشبع العلماء ولایخلق عن کثرۃ الرد ولا تنقضی عجائبہ" اہل علم کو اس سے سیری نہ ہو گی، یہ بار بار لوٹانے اور دہرانے سے پرانا نہ ہوگا، اور اس کے عجائب ختم نہ ہوں گے، علماء امت اور حکماء ملت نے اس کتاب کے دقائق واسرار کا پتہ

لگانے اور اس سے ہزار ہا احکام نکالنے میں عمریں صرف کردیں تب بھی اس کی آخری حد تک نہ پہونچ سکے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن پاک کو حفظ کرنا ہے۔

اس قول کی بناء پر آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن پڑھنے اور یاد کرنے کے لیے آسان وسہل کردیا، آسان کرنے کی نسبت حق تعالی نے اپنی طرف فرما کر یہ اشارہ فرمادیا کہ فی نفسہ قرآن کا پڑھنا اور یاد کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی ہمارے آسان کرنے سے ہی بندوں کے لیے اس کا پڑھنا اور یاد کرنا آسان ہوا ہے خود حق تعالی نے کلام پاک کو قول ثقیل فرمایا ہے: "انا سنلقی علیک قولا ثقیلا"، ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں یعنی قرآن پاک اپنی قدر ومنزلت کے اعتبار سے بہت قیمتی او روزن دار ہے اور اپنی کیفیات ولوازم کے اعتبار سے بہت بھاری اور گرانبار ہے، احادیث میں ہے کہ نزول قرآن کے وقت آپ پر بہت گرانی اور سختی گزرتی تھی۔

چہرا سرخ ہوتا

سر میں درد محسوس ہوتا

جاڑے کے موسم میں پسینہ پسینہ ہوجاتے

مدہوش کی طرح پژمردہ ہوجاتے

اگر اونٹنی پر سوار ہوتے تو وحی کے وزن سے اپنی گردن نیچے ڈال دیتی، اگر کسی وقت کسی سواری پر سوار ہوتے تو سواری تحمل نہیں کرسکتی تھی، ایک مرتبہ آپ کی ران مبارک زید بن ثابتؓ کی ران پر تھی، اس وقت وحی نازل ہوئی، زید بن ثابتؓ کو ایسا محسوس ہوا کہ ان کی ران بوجھ سے پھٹ جائے گی، اتنی بھاری اور وزنی بات کو حق تعالی نے محض اپنے لطف وکرم سے بندوں پر آسان فرمادیا ہے۔

حضرت حسین بن فضل فرماتے ہیں کہ قرآن ایسا بھاری قول ہے کہ اس کا کوئی

متحمل نہیں ہوسکتا ہے، بجز اس شخص کے جس کے قلب توفیق الٰہی سے روشن اور اور اس کا نفس توحید الٰہی سے مزین ہو (فتح البیان)

درمنثور جلد ۶ ص ۱۳۵ میں حضرت ابن عباسؓ سے اسی آیت انا سنلقی علیک قولا ثقیلا کے ذیل میں منقول ہے۔ لو لا ان اللہ یسرّ علی لسان الآدمین ما استطاع احد من الخلق ان یتکلم بکلام اللہ واخرج الدیلمی عن انسؓ مرفوعا مثلہ ۔اگر اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو بندوں کی زبان پر آسان نہ کرتا تو وہ کبھی کسی سے نہ پڑھا جاتا۔

درمنثور کے اسی صفحہ میں حضرت ابن سیرینؒ سے منقول ہے، انہ سمع رجلا یقول سورۃ خفیفۃ قال لا تقل سورۃ خفیفۃ ولکن قل سورۃ میسرۃ لان اللہ تعالی یقول یسرنا القرآن للذکر (جلد ۶ ص ۱۳۵)

حضرت ابن سیرین نے ایک شخص کو سورۃ خفیفہ (ہلکی سورت) کہتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ سورت خفیفہ نہ کہو بلکہ سورۃ میسرہ کہو (آسان کی ہوئی) کیونکہ فی نفسہ آسان نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے آسان فرمادی ہے۔

سینوں میں محفوظ ہونا قرآن پاک کی خصوصیت اور معجزہ ہے

میرے ساتھیو! علامہ زمخشریؒ کی تفسیر کشاف کو اٹھاؤ، اس میں لکھا ہے سینوں میں محفوظ ہونا صرف قران کریم کی ہی خصوصیت ہے پہلی کتابیں اس طرح محفوظ نہیں ہوئیں، (پارہ ۲۱)

معالم قمر میں سعید بن المسیبؓ کا قول ہے کہ آسمانی کتابوں میں سے کوئی کتاب قرآن مجید کے علاوہ ایسی نہیں جو پوری زبانی پڑھی جاتی ہو۔

تفسیر روح البیان میں اس خصوصیت کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے، کونہ محفوظا فی الصدور من خصائص القرآن لانہ من تقدم کانو یقرؤن

نظرا فاذا اطبقوھا لم یعرفوا منھا شیئاً سوی الانبیاء وما نقل فی قارون من انه کان یقرء التوراة من ظھر القلب فغیر ثابت (پ۲۱)

سینوں میں محفوظ ہونا قرآن ہی کی خصوصیت ہے اس لیے اگلی امتیں اپنی کتابیں صرف دیکھ کر پڑھتی تھیں، جب ان کو بند کر دیتی تھیں تو ان کو کوئی چیز یاد نہیں رہتی تھی، البتہ وہ کتابیں انبیاء کو یاد ہوتی تھیں اور یہ جو منقول ہے کہ قارون تورات زبانی پڑھتا تھا کہیں ثابت نہیں ہے۔

تفسیر خازن میں وکتبنا له کی آیت کے تحت حضرت ربیع بن انسؓ فرماتے ہیں،، نزلت التوراة وھی وقر سبعین بعیرا یقرء الجزء منھا فی سنة ولم یقرءھا الا اربعة نفر موسی ویوشع بن نون وعزیر وعیسیٰ علیھم الصلوة والمراد بقوله لم یقرءھا ای لم یحفظھا ویقرءھا عن ظھر قلبه الا ھولاء الاربعة ونحوہ فی نسیم الریاض عن سعید بن جبیر۔

توریت جب آسمان سے نازل ہوئی تو ستر اونٹ کا بوجھ تھی، اس کا ایک جزء سال بھر میں پڑھا جاتا تھا اس کو سوائے چار شخصوں کے کسی نے حفظ واز بر نہیں کیا، وہ چار اشخاص یہ ہیں حضرت موسیٰ، حضرت یوشع بن نون، حضرت عزیز اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، قاضی عیاض اپنی مشہور و معروف کتاب شفاء میں قرآن پاک کے وجوہ اعجاز پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں منھا تیسیرہ تعالی حفظه لمتعلمه وتقریبه علی متحفظیه ،قرآن کے وجوہ اعجاز میں ایک یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالی نے اس کے حفظ کرنے والوں پر آسان و سہل کر دیا ہے۔

قال اللہ تعالی ولقد یسرنا القرآن للذکر وسائر الامم لا یحفظ کتبھا الواحد منھم فکیف الجماعة علی مرور السنین علیھم والقرآن یتیسر حفظه للصبیان فی اقرب مدة۔

جیسا کہ خود فرماتے ہیں" ولقد یسرنا القرآن للذکر " چنانچہ ساری امت کی کتابیں باوجود سالہا سال گذرنے کے ان میں سے ایک کو بھی یاد نہیں ہوئی تھیں، چہ جائیکہ ایک جماعت کو یاد ہوں اور قرآن کریم کو کمسن لڑکے بہت تھوڑی مدت میں یاد کر لیتے ہیں۔

ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانو! امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پہلی کتابوں میں آیا ہے" صدورھم انا جیلھم " یعنی یہ ایسی امت ہے کہ ان کے سینے گویا بمنزلہ کتب منزلہ ہیں (ابن کثیر)

نیز وارد ہوا ہے قربانہم نفوسہم یعنی اس امت کی تقرب الٰہی کا ذریعہ خود ان کے نفوس ہیں ان اقوال وتصریحات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حفظ قرآن کو اللہ نے خود آسان فرمادیا ہے، ہر عمر میں آدمی حفظ یاد کر سکتا ہے حفظ قرآن کے لیے کسی مخصوص عمر کی قید نہیں، آیت کریمہ ولقد یسرنا القرآن میں اس کی تیسیر، بچوں، جوانوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں سب ہی کے لیے ہے۔

قرآن پاک کا سینوں میں محفوظ ہونا اس کی خصوصیت ومعجزہ ہے کسی دوسری کتاب کو یہ خصوصیت وفضیلت حاصل نہیں ہے، اٹھایئے الاتقان ج ا ص ۱۹۹ اعلم ان حفظ القرآن فرض کفایۃ علی الامۃ صرح بہ الجرجانی فی الشافی والعبادی غیر ھما، آگے تو چلو کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے، ان حفظ ما یجوز بہ الصلوۃ فرض عین علی کل مکلف وحفظ فاتحۃ الکتاب وسورۃ واجب حفظ سائر القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین افضل من صلوۃ النفل۔

قرآن پاک کی جس مقدار سے نماز صحیح اور جائز ہو اس کا حفظ کرنا ہر مسلمان عاقل وبالغ پر فرض ہے

سورہ فاتحہ اور دوسری ایک سورت (یا تین آیتوں کا) یاد کرنا واجب ہے، تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ اور سنت عین ہے جو نماز نفل سے افضل ہے۔

مظاہر حق میں ہے کہ قرآن پاک اس قدر یاد کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے سب مسلمان پر فرض عین ہے اور پورے قرآن کا یاد کرنا فرض کفایہ ہے، اگر ایک شخص بین المشرق والمغرب حفظ کرلے تو سب کے ذمہ سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے، سورہ فاتحہ اور ایک سورت کا یاد کرنا واجب ہے کذا فی فتاوی الحجہ۔

طحطاوی میں زرکشی سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پڑھنے والا، بعض کے حفظ کر لینے سے گناہ سب سے ساقط ہو جاتا ہے۔

عزیز دوستو! اس میں کوئی کلام نہیں کہ جب سے نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہوا اسی وقت سے امت مسلمہ قرآن پاک سینہ بسینہ محفوظ کرتی چلی آئی، اس سے پہلے تاریخ میں کسی ایسی قوم کا وجود نہیں ہے جس نے اپنی کتاب کو ہر دور میں تواتر کے ساتھ محفوظ کیا ہو کہ شہروں، قصبوں، اور بستیوں میں بچوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی جماعت اس کے یاد کرنے میں مشغول ہو، یہ منصب صرف اہل اسلام او راگی مذہبی کتاب (قرآن) ہی کو حاصل ہے۔

کان داب الوحی من اول نزول الوحی الی آخره المسارعة الی حفظه (زبدة البیان فی رسوم مصاحف عثمانی) روز اول سے ہی یہ طریقہ رہا ہے کہ وحی (قرآن) کی حفاظت کے لیے دوڑ دھوپ کی جاتی تھی، لیکن اس صورت میں اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک کتنے صحابہ نے پورا قرآن حفظ کرلیا تھا حضرت انس کی ایک روایت ہے، "مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعة ابو الدرداء معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، وابو زیدؓ" (اتقان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور چار صحابی ابوالدرداءؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، اور ابوزیدؓ کے علاوہ کوئی حافظ قرآن نہیں تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چار صحابہ نے پورا قرآن پاک حفظ کیا اور عام طور پر پورا قرآن حفظ نہیں کیا گیا، مگر محدثین نے اس کا انکار کیا ہے اور اس حصر کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

امام ابوبکر باقلانیؒ نے آٹھ طور سے اس کا جواب دیا ہے، جن کی تفصیل اتقان میں موجود ہے۔

امام مازریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس نے یہ بات علم کے اعتبار سے بیان فرمائی ہے، ورنہ حدیث کے ظاہری معنی درست نہیں ہو سکتے، کیونکہ صحابہ کرام ہر طرف موجود تھے، حضرت انسؓ کا تنہا ہر شخص سے ملکر حال دریافت کرنا عادۃً نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے لہذا یہ حصر ان کے علم کے لحاظ سے تو ہو سکتا ہے کہ واقع میں دوسرے بہت سے حفاظ بھی موجود ہوں۔

ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ان چار شخصوں کا حصر قبیلہ خزرج میں بنسبت قبیلہ اوس کے ہے عام قبائل کے لحاظ سے نہیں ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں ستر قراء شہید ہوئے تھے اسی طرح بئر معونہ میں تو یہ حصر کیسے صحیح ہو سکتا ہے لہذا یہ حصر حضرت انسؓ نے اپنے شدت تعلق کے لحاظ سے فرمایا ہے کہ ان چار قراء سے تعلق تھا یا ان کے ذہن میں چار ہی تھے (الاتقان ص ۷۴ ج ۱)

اسی طرح علامہ عینیؒ اور ابن حجرؒ نے بھی حدیث انس کی مختلف تاویلات ذکر کی ہیں اور چار قراء کے علاوہ دیگر قراء کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔

ابوعبیدؒ نے کتاب القرات میں قراء صحابہ کے تقریباً پچیس نام ذکر کئے ہیں (اتقان)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں سات سو حامل قرآن مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں شہید ہوئے۔ (مرقات)

اس لیے یہ کہنا کہ صرف چار ہی صحابہ نے پورا کلام پاک حفظ کیا صحیح نہیں ہے بلکہ ایک بڑی تعداد ہے جنہوں نے پورا قرآن حفظ کیا۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ چھ صحابہ نے پورے کلام پاک حفظ کیا ہے اور کثیر کو ایک سورت یا دو سورتیں محفوظ تھیں ان چھ صحابہ کے اسماء گرامی میں اختلاف ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت انس کی روایت میں یہ نام مذکور ہیں ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زیدؓ، ابوزیدؓ، اور بر روایت میں زید ابوزید کے بجائے عبداللہ بن مسعود او رسالم مولی، حذیفہ مذکور ہیں اور ابن ابی شیبہ نے بروایت شعبی مرسلا ابولدرداء اور سعد بن عبید کو زیادہ کیا ہے۔

کم سنی اور قلیل مدت میں حفظ قرآن

عزیز دوستو! آگے تو چلو قرآن کو اللہ نے بندوں کے لیے آسان کر دیا ہے۔

حسن المحاضرہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنا حال لکھا ہے کہ میں تقریباً آٹھ سال کی عمر میں حافظ ہو گیا تھا، خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ سید اشرف جہانگیر سات برس کی عمر میں ساتوں قرات کے ساتھ قرآن حفظ کر چکے تھے، تاریخ خمیس میں ہے کہ حضرت امام شافعی بھی سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے تھے۔

خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ میں چھ برس کی عمر میں قرآن حفظ کر چکا تھا۔

شرح مسند امام اعظم للقاری میں ہے کہ قاضی ابو محمد اصفہانی کا بیان ہے کہ میں پانچ برس کی عمر میں حافظ قرآن ہو گیا تھا۔

قسطلانی میں ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہؒ نے چار سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا تھا۔

رسالہ وقوف النبی میں ہے کہ امام محمد بن الحسن نے امام ابوحنیفہ کے حکم سے پورا قرآن سات روز میں یاد کرلیا تھا۔

تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ ہشام بن کلبی نے تین روز میں قرآن حفظ کیا تھا۔

صحابہ میں قلت حفظ کے اسباب

صحابہ کرام میں پورے قرآن کے حافظ کم ضرور تھے اگرچہ یہ بھی صحیح نہیں کہ صرف چار یا چھ تھے بلکہ ایک بڑی تعداد حفاظ کی تھی، مگر اس قلت کی وجہ خدانخواستہ یہ ہرگز نہیں تھی ان کو حفظ قرآن کا شوق وجذبہ نہ تھا، یا اس کی ضرورت واہمیت سے واقف نہ تھے، ان کے سامنے حفظ قرآن کی ضرورت اور حفاظ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات خوب واضح تھے مگر قرآن پاک چونکہ مصحف کی شکل میں مکتوب نہ تھا اس لیے اکثریت کو محفوظ نہ ہوسکا، جن صحابہ کو نزول وحی کے وقت حاضری کا بکثرت موقع ملا، انہوں نے قرآن پاک کا زیادہ حصہ محفوظ کرلیا اور جس کو کم ملا وہ زیادہ محفوظ نہ کرسکے، بعد میں جب قرآن پاک کے یاد کرنے اور حفظ کرنے میں نمایاں ترقی ہوگئی تو تھوڑے ہی زمانہ کے بعد صحابہ کرام کی ایک جماعت تمام قرآن پاک کی حافظ ہوگئی۔

دوسری ایک اہم وجہ قلت حفظ کی یہ بھی تھی کہ انکی تمام تر توجہ عمل وریاضت کی جانب مرکوز تھی قرآن کی جو سورت سیکھ لیتے تھے، اس پر پورا پورا عمل کرنے کی کوشش فرماتے تھے، اس لیے وہ قرآن پاک کو احکام ومسائل کے ساتھ سیکھا کرتے تھے۔

صاحب ہدایہ نے امامت کے بیان میں لکھا ہے، "اقرء ھم کان اعلمھم لانھم کانوا یتلقونہ باحکامہ" ان میں سب سے بڑا حافظ اس کا سب سے بڑا عالم ہوتا تھا اس لیے وہ قرآن پاک کو اس کے احکام کے ساتھ سیکھتے تھے، اسی وجہ سے حضرت

عمرؓ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ سورۂ بقرہ کو بارہ سال میں یاد کیا تھا (حاشیہ ہدایہ)

اور ابن عمرؓ کی نسبت منقول ہے کہ انہوں نے آٹھ سال میں سورہ بقرہ کو حفظ کیا ہے (اتحاف)

ظاہر ہے آٹھ یا بارہ سال تک صرف الفاظ ہی یاد نہیں کئے تھے بلکہ اس میں بیان کئے گئے تمام احکام و مسائل اور حقائق و معارف کے ساتھ یاد کرنا مراد ہے۔

عزیز دوستو! کسی کتاب میں اس کی تصریح نظر سے نہیں گذری کہ صحابہ کرام میں سب سے پہلے پورے قرآن کا حافظ کون ہوا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ حضرات صحابہ اس کا اہتمام فرماتے تھے حضرت ابو بکر صدیق کے متعلق علماء نے لکھا ہے "والذی یظھر من کثیر من الاحادیث ان ابابکر کان یحفظ القرآن فی حیلۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ففی الصحیح انہ بنی مسجداً بفناء دارہ کان یقرافیہ القرآن وھو محمول علی ما کان نزل منہ اذا ذاک" (اتقان، ج ۱ / ۱۷)

بہت سی حدیثوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ابو بکر صدیق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن کریم یاد کر لیا تھا چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے گھر کے صحن میں ایک سجدہ گاہ بنائی ہوئی تھی جس میں وہ قرآن پڑھا کرتے تھے ، اور قرآن کریم کے عمدہ یاد ہونے میں حضرت زیدؓ سے کوئی بڑھا ہوا نہیں ہے ، صاحب مجمع البحار نے "اقرء کم ابی" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن زیدؓ سے زیادہ عمدہ کسی کو یاد نہ تھا۔

صحابہ کرام کے بعد محدثین ، ائمہ مجتہدین نے بھی حفظ قرآن کا بڑا اہتمام کیا ہے ، چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ کے یہاں اتنا اہتمام تھا کہ بغیر حفظ قرآن کے کسی کو بھی ان کے حلقہ درس میں شرکت کی اجازت نہ تھی جس وقت امام محمد پہلی بار انکے یہاں حصول علم

کی غرض سے گئے تو ان کو محض اس بناء پر واپس کردیا کہ ان کو پورا قرآن حفظ نہ تھا (موفق ص ۲۴۳ ج ۲)

یہ بھی قرآن کی اہمیت، حضرت عبداللہ بن مسعود سے تفسیر خازن میں "لنشن شئنا" کے تحت یہ منقول ہے کہ تم قرآن کو پڑھو قبل اس کے کہ وہ اٹھالیا جائے کیونکہ قیامت اسی وقت قائم ہوگی جب کہ وہ اٹھالیا جائے گا، کہا گیا کہ خیر مصاحف سے تو نابود کردیا جائیگا مگر جو لوگوں کے سینوں میں اس کا حال کیا ہوگا، فرمایا رات تک بدستور رہے گا پھر سینوں سے مٹادیا جائے گا حتی کہ صبح ہوگی تو کسی کو قرآن میں سے کسی کو زبانی یاد کچھ بھی نہ رہے گا۔

قال عبد اللّٰه بن مسعودٌ اقرء وا القرآن قبل ان یرفع فانه لاتقوم الساعة حتی یرفع: قیل: هذه المصاحف ترفع فکیف بمافی صدور الناس قال یسری علیه لیلاً فیرفع مافی صدورهم فیضجعون لایحفظون شیئاً.

اس اثر سے معلوم ہوا کہ قیامت کے قریب قرآن مجید اوران مصاحف کو صدور سے اٹھالیا جائے گا اور قرآن مجید کا کوئی حافظ نہ ہوگا نہ ہی مصحف کی شکل میں موجود ہوگا ایسے وقت میں قرآن کا پڑھنا اور پڑھانا ناممکن نہ رہے گا اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود نے ترغیب دی کہ اس وقت سے پہلے قرآن پاک کو پڑھنے پڑھانے کا اہتمام کرو۔

عزیز دوستو! قرآن پاک کی حفظ کی ایک اہم غرض وغایت ہے کہ کوئی شخص قرآن پاک میں کسی قسم کی تحریف وتبدیل کے لیے کوئی راستہ نہ پالے اور قرآن پاک کے الفاظ وحرکات وسکنات مکمل طریقہ پر محفوظ رہیں چنانچہ بیضاوی شریف میں اسی امر کی طرف اس بات سے اشارہ کیا ہے، "بل هوا آیات بینات فی صدور الذین

اوتو العلم یحفظونہ لا یقدر احد علی تحریفہ"

یہی وجہ ہے کہ اب تک قرآن پاک زمانہ گذرنے کے باوجود ہر طرح کی تبدیلی سے محفوظ ہے، قرآن کریم کے یوں تو بے شمار اور گوناگوں فوائد اور منافع ہیں مگر ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ قرآن اپنی اصلی ہیئت کے ساتھ محفوظ رہے، امام قاضی بیضاوی نے "اتل ما اوحی" کی تفسیر میں لکھا ہے "تقربا الی اللہ تعالی بقراتہ وتحفظا لالفاظہ واستکشا لمعانیہ".

تلاوت قرآن پاک کا امر اس لیے ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کا قرب تلاوت سے حاصل ہو اور اس کے الفاظ محفوظ ہو جائیں اور اس کے معانی منکشف ہوں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن پاک کا نزول ایک دم نہیں ہوا بلکہ حوادث وواقعات کے پیش آنے پر تدریجی طور پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے، پہلی آسمانی کتابیں اس کیفیت سے نازل نہیں کی گئیں، بلکہ ان کا نزول دفعۃ (یک بارگی) ہوا، اس لیے کفار ومشرکین نے قرآن کے تدریجی نزول کو دیکھ کر اس کے آسمانی کتاب ہونے پر شبہ یہ پیش کیا کہ "لو لا نزل علیہ القرآن جملة واحدة الآیة".

کافر کہتے ہیں قرآن ایک بار ہی کیوں نہیں اتار دیا گیا، اسلام کے دشمنوں نے ایسے ایسے اعتراضات چھانٹے ہیں کہ دوسری کتابوں کی طرح پورا قرآن ایک دفعہ ہی کیوں نہ اتارا گیا، برسوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا، کیا اللہ تعالی کو کچھ سوچنا سوچنا غور کرنا پڑتا تھا؟ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ محمد ﷺ خود سوچ کر بناتے ہیں پھر موقع مناسب دیکھ کر تھوڑا تھوڑا سناتے رہتے ہیں، اسی لیے حق تعالی نے قرآن پاک کی تدریجی طور پر نازل کرنے کی ایک اہم حکم ومصالح کی طرف مختلف آیتوں میں ذکر فرمایا ہے

"وکذالک لنثبت بہ فوادک ورتلنہ ترتیلا (الآیۃ)"

ایسا تدریجی نزول اس لیے کیا گیا تا کہ آپ دل کو ثابت رکھیں اور اسی لیے ہم

نے اسکو بہت ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے، یعنی کیا یہ ضروری ہے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کریں اسی سبب سے ہو جو تم نے سمجھا ہے اگر غور کرو تو اس طرح نازل کرنے میں بہت سے ایسے فائدے ہیں جو دفعۃ نازل کرنے میں پورے طور پر حاصل نہیں ہوتے، مثلاً اس صورت میں قرآن کا حفظ کرنا زیادہ آسان ہوا، سمجھنے میں سہولت رہی، کلام پوری طرح منضبط ہوتا رہا، اور جن حکم ومصالح کی رعایت کی گئی ہے امت ان کی تفصیلات پر مطلع ہوتی رہی ہر ضرورت کے وقت ہر بات کا جواب ملتے رہنے سے پیغمبر اور مسلمانوں کے قلب تسکین پاتے رہے (روح المعانی)

ایک دوسری آیت میں بھی قرآن پاک کے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنے کی حکمت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے "وقرانا فرقناه على الناس على مكث ونزله تنزيلا" (الآية) اور قرآن میں ہم نے جابجا فصل رکھا تا کہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اتارنے میں بھی تھوڑا تھوڑا اتارا۔

اى التقوى انه قلبك...... اذا كان يتجدد فى كل حادثة كان اقوى ......اليه وقيل لتحفظه فانه عليه السلام ايها لا يقرء الا يكتب ففرق عليه يثبت عنده حفظه بخلاف غير من الانبياء فانه كان كاتبا انا ليمكنه حفظ الجميع، (اتقان ص ۴۱ ج ۱)

اس طرح تدریجی نزول میں ایک حکمت قرآن پاک کے حفظ کرنے میں آسانی وسہولت بھی ہے وما علینا الا البلاغ

اصلاح معاشرہ

الحمدللہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم،

قال اللہ تعالی: انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون، صدق اللہ العظیم.

برادران اسلام وخواتین ملت! میری برادری یعنی عزیز طلبہ بالخصوص نوجوان علماء کرام متوجہ ہوں، یہ مضمون ان کو انتہائی مفید ہوگا، عوام طبعاً وتبعاً میرے مخاطب ہیں۔ یہ مختصر آیت جس میں حق تعالی شانہ جل مجدہ نے قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے کیونکہ یہ کتاب آخری کتاب ہے اور اس کے بعد کوئی کتاب آنے والی نہیں، اس سے قبل نبوت کا سلسلہ جاری تھا اگرچہ وہ مخصوص اقوام اور محدود خطوں تک تھا جیسا کہ پروردگار عالم نے فرمایا ولکل قوم ھاد، ہر قوم کے لیے رہنما بھیجے گئے، بعض مرتبہ بیک وقت دو دو نبی بھی ہوئے، اسی لیے ان کتب وصحائف کی حفاظت کی ضرورت نہیں تھی، چنانچہ امت نے حسب منشا کتب سماوی میں تحریف وتغییر کی۔ ایک جگہ بتلایا گیا یحرّفون الکلم عن مواضعہ ونسو حظا مما ذکر و بہ یعنی بہت سے اہل کتاب نے احکام کو الٹ پلٹ کر دیا اور حسب منشا اس میں ترمیم کر ڈالی اور جہاں چاہا اضافہ کر لیا اور اس کو اللہ تعالی کی طرف منسوب کر دیا جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا" ویقولون ھو من عنداللہ ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون" یعنی کوئی بات اپنی طرف سے گھڑ کر کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی بات نہ تھی۔ دیدہ دلیری کا یہ عالم کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ جھوٹ ہے پھر بھی اس کو اللہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب انسان پر خود غرضی غالب ہوتی ہے تو اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ اپنی مقصد برآری کے لیے کتاب اللہ میں بھی دست اندازی سے باز نہیں رہتا۔ یہ گمراہی کا وہ پھاٹک ہے جہاں سے سینکڑوں فرق باطلہ پیدا ہوئے اور لوگوں نے دھوکہ کھایا اور حق سمجھ کر ان کا اتباع شروع کر دیا اور اس کی بنیاد یہاں سے پڑتی ہے کہ اس میں کیا حرج ہے؟

سینکڑوں بدعات اور گمراہیاں اسی ''کیا حرج'' کی راہ سے آئی ہیں جن پر آج لوگ جان دینا شہادت سمجھتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ کیا حرج میں ہی حرج ہے قرآن پاک میں ایک جگہ فرمایا گیا ولو انھم فعلو ما یوعظون بہ لکان خیرا لھم واشد تثبیتا واذا لاتینا ھم من لدنا اجرا عظیما اگر کرتے اہل کتاب وہی جس کے کرنے کی نصیحت ان کو کی گئی ہے تو بہتر تھا ان کے لیے۔ بہر حال یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ وہ یا تو پہلے نبی کی شریعت پر عامل ہوتے تھے یا نیا دستور، نئی کتاب ان پر نازل ہوتی تھی اور حسب ضرورت احکام میں ہی صرف تغیر وتبدل ہوتا رہا۔ اصول میں کبھی کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا۔ قرآن پاک میں ایک جگہ فرمایا گیا شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقو افیہ شاہ صاحب فرماتے ہیں راہ ڈال دی تم کو دین میں وہی جو کچھ کہہ دیا تھا نوح کو اور جو حکم بھیجا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو عیسیٰ کو یہ قائم رکھو دین اور پھوٹ نہ ڈالو اس میں۔

خیر عرض کر رہا تھا کہ قرآن پاک آخری کتاب ہے اور قیامت تک کے لیے ہے اور تمام انسان وجنات کے لیے ہے کسی مخصوص قوم یا مخصوص خطے کے لیے نہیں اگر چہ عرب اس کے مخاطب اول ہیں اور نہ یہ کسی خاص زمانہ تک کے لیے ہے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسان وجنات، مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک خواہ

اہل کتاب ہوں سب پر اس کا اتباع واجب ہے اور نہ صرف متبعین نبی سابق پر اتباع واجب ہے بلکہ اگر کوئی نبی بذاتہ موجود ہو تو اس کو بھی اتباع کے بغیر چارہ کار نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لو کان موسی حیا لما وسعہ الا اتباعی (مشکوٰۃ شریف) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری شریعت کا اتباع کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ اس لیے سخت ضرورت تھی کہ اس کتاب کی حفاظت کی جائے۔ چنانچہ مختلف ادوار میں مختلف قسم کے مقابلے ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی اور مخالف اسلام عاجز آئے خود نزول قرآن کے زمانے میں دیکھئے کیا کچھ کہا، کہیں کہا ما ھذا الا اساطیر الاولین یعنی یہ کتاب مگر پہلوں کی کہانی، کہیں شعر کہا کہیں جادو کہا، کہیں کہانت کہا اور آپ ﷺ کو شاعر ساحر کاہن کہا گیا۔ اس سب کا مقصد تکذیب قرآن ہی تھا۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے اولا قرآن پاک کے منزل من اللہ ہونے پر دلائل عقلیہ قائم فرمائے افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا یعنی مضامین قرآنیہ میں غور کیوں نہیں کرتے اگر یہ ہوتا اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے تو البتہ پاتے بہت فرق تم اس میں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ عرب کے فصحاء و بلغا کو چیلنج کیا" وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدائکم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین" یعنی اگر شک میں ہو کہ یہ کلام اللہ نہیں ہے جو اتارا ہے ہم نے اپنے بندے پر تو ایک صورت ہی اس جیسی بنا کر لے آؤ اور اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو (سورت جس کی مقدار کم از کم تین آیتیں ہیں) اللہ نے دوسری جگہ تنزل کے طور پر فرمایا فلیاتوا بحدیث مثلہ ایک بات ہی اس جیسی لے آؤ فرمایا پس اگر تم ایسا نہ کر سکو یعنی عاجز آجاؤ اور تعجیز کی پیشن گوئی بھی فرمادی ولـــــن

تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارۃ اعدت للکافرین کہ تم کر ہی نہیں سکتے تو اس کو حق تسلیم کر کے جہنم کی آگ سے بچو ایک جگہ بطور حرف آخر کے طور پر فرمایا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا آپ فرمادیجئے اگر تمام انسان اور جنات اس پر متفق ہو جائیں کہ اس جیسا قرآن لے آئیں تو ہرگز نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد پر ہوں اللہ تعالیٰ نے منکرین قرآن کے زعم باطل کو قیامت کے لیے پاش پاش کر دیا کہ اے اہل مکہ نہ صرف تم بلکہ تمام عرب وعجم کے انسان اوران کے ساتھ جنات بھی جن کی قوت کے تم بھی قائل ہو سب مل کر بھی اس کے مثل لانے کوشش کرو تو لا حاصل ہے اور سب کے ملنے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ ساری دنیا کے اگلے وپچھلے انسان وجنات ایک ایسی ماہرین کی جماعت تیار کریں جو قرآن کے مثل لائے اور یہ سب مل کر ان کی ہر قسم کی اعانت کریں اور وہ اس مقابلے کے لیے فارغ ہوں اور جو مالی اعانت نہ کرسکیں وہ نظریاتی تائید کریں اللہ فرمارہا کہ پھر بھی قیامت تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے اسی طرح اہل کتاب نے بھی مقابلہ کیا اور اپنی دانست میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک مکروہ تدبیر کا ایک جگہ ذکر فرمایا وقالت طائفۃ من اھل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النھار واکفروا آخرہ لعلھم یرجعون اور کہا اہل کتاب کے کچھ لوگوں نے اپنے لوگوں سے کہ ایمان لے آؤ مسلمانوں کی کتاب پر صبح اور شام کو انکار کر دو شاید اس طرح وہ لوگ ایمان سے پھر جائیں گے۔ ظاہر کہ جو لوگ اہل کتاب ہیں جب وہ ایمان لا کر انکار کریں گے تو اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ غیر اہل کتاب جو ایمان لا چکے ہیں وہ تذبذب وشک میں پڑ جائیں ۔ اور جو ایمان لانے کا اردہ کر رہے ہیں وہ اس سے باز رہیں یرجعون ان دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی اور وہ اپنی تدابیر

میں ناکام ہوئے۔

اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا جتنا فتوحات کا سلسلہ بڑھتا گیا اور نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے اتنا ہی تاویلات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا او رفرق باطلہ کی بنیادیں پڑ گئیں اور آج تک کم از کم کتابوں میں ان کے مذاہب محفوظ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں زمانوں میں ایسے لوگ بھی پیدا کیے جنھوں نے اسلام وقرآن کو اپنی اصلی صورت میں پیش کیا اور ان باطل تاویلات ونظریات کا ابطال کیا۔ الحمد للہ یہی وجہ ہے کہ باوجود دشمنان اسلام کی مسلسل اتنی شدید یلغاروں کے آج بھی اسلام اپنے اصلی خدوخال کے ساتھ محفوظ ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن پاک کی حفاظت جس طرح کی گئی ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی یہ دراصل قرآن پاک ہی کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو کم سن بچوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا۔ کتب سابقہ کا کوئی حافظ نہیں لیکن یہ کتاب باوجود دوسری زبان میں ہونے کے سینوں میں محفوظ ہو جاتی ہے حالانکہ مادری زبان کے کسی چھوٹے سے رسالے کا بھی محفوظ رکھنا مشکل ودشوار ہوتا ہے ۔پھر حفاظت قرآن کے سلسلے میں علماء کرام نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ بے حد وحساب ہیں مثلاً قرآن کے اعراب کا شمار کہ کتنے زیر زبر کتنے پیش ہیں اور سکون وتشدید ومدات وحروف ونقطہ کا شمار اللہ اکبر۔

پھر ان قراء کا امت پر کتنا احسان ہے کہ تمام قرات کو محفوظ کر دیا۔ پھر ان میں شاذ کو غیر شاذ سے ممتاز کیا اور آیات کا نزول کہ کونسی آیت کہاں اتری کس حال میں اتری شان نزول کیا تھا۔

ایک ایک چیز کو محفوظ کیا اور علماء کرام کے ایک طبقہ نے عجمیوں کے فہم قرآن کے لیے موقوف علیہا علوم کی تدوین کی یعنی جن کو پڑھے بغیر قرآن پاک کو نہیں سمجھا جا سکتا مثلاً علم نحو، علم صرف، علم منطق، علم معانی، علم فلسفہ وعلم کلام وغیرہ وغیرہ علوم کے قواعد

اصول مرتب کئے اور مختلف زبانوں میں ان کے تراجم کئے یہ تمام علوم خواہ مبادیات سے ان کا تعلق ہو یا منہیات سے سب کا سرچشمہ مدارس عربیہ ہیں۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ یہ مدارس ومکاتب حفاظت قرآن کے قلعے ہیں اور اس سلسلہ کا ہر خادم خواہ بغدادی قاعدہ پڑھانے والا ہو یا تفسیر قرآن پاک ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ (مشکوٰۃ) یعنی تم میں سب سے بہتر ہے وہ شخص جو قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرے اور دوسروں کو سکھلائے) کے افراد ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو اس کی اشاعت میں کسی بھی قسم کی اعانت کرتے ہیں وہ بھی حبعاً اس میں داخل ہیں اور اس میں شریک ہیں۔

اب آپ لوگ ہی بتائیں کہ قرآن پاک کے خدام کے افضل ہونے میں کیا شک وشبہ باقی رہ گیا ہے؟ درحقیقت یہی حضرات دین کے محافظ وچوکیدار ہیں اور ہر حملہ آور کا مقابلہ کرتے ہیں۔ معترضین ہمیشہ اسلام پر، قرآن پاک پر، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر رکیک سے رکیک حملے کرتے رہے ہیں۔ لیکن ان خدام اسلام نے ہمیشہ تحریری وتقریری دندان شکن جوابات دئے ہیں۔ اور ایک دور مستقل مناظروں کا گذرا۔

مسلمانو! غور کرو اگر یہ علماء کرام میدان میں نہ آئیں تو کتنے ہی ناواقف مسلمان اسلام ہی چھوڑ بیٹھیں۔ ایسے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے جن میں علمائے کرام نے ہر قسم کی مصائب ومشکلات کو خندہ پیشانی سے لبیک کہا مگر حق بات کہنے سے نہ رکے۔

حضرت امام حنبلؒ نے خلق قرآن کے مسئلہ پر رات رات بھر درے کھائے، مارنے والوں کی باریاں بدلتی رہیں مگر یہ کہکر نہ دیا کہ کلام اللہ حادث ہے۔ پھر علاوہ مخالفین اسلام کے خود اسلام کے نام لیواؤں نے کتنی ہی غیر اسلامی چیزیں اسلام میں

داخل کر کے اسلام کی طرف منسوب کیں۔

یہ اسلام کے لیے کس قدر تباہ کن اور مہلک تھا۔ مثلاً قرآن پاک کی بعض آیات کی غلط تاویلات کیں اور اپنے فاسد عقائد کی جو سلف صالحین کے مسلک کے مخالف تھے خوب اشاعت کی اور اپنی تائید وتوثیق کے لیے احادیث کو وضع کیا۔ اور سینکڑوں احادیث مسلمانوں میں مشہور ہوئیں۔ لیکن علماء کرام نے اس سلسلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں امت پر احسان عظیم کیا ہے صحیح وموضوع احادیث کی تمیز ممکن ہی نہ تھی اگر فن اسماء الرجال کی تدوین نہ ہوتی ان حضرات نے اس اہم مقصد کے لیے دور دراز اسفار کئے او رایک ایک راوی حدیث کا پورا نسب نامہ اس کا سن ولادت ووفاۃ اس کا بچپن اس کی جوانی اس کا ذریعہ معاش اور دیگر زندگی کے تمام تفصیلی حالات قلم بند کئے اور اس کے متعلق معاصرین کی رائے، پھر اس کے علمی مقام اور ذاتی اوصاف کو جانچنے کے لیے اصول وقواعد مرتب کئے، اور ان پر جانچ کر انکی روایت کا درجہ متعین کیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ موضوع احادیث کو جمع کیا جو ہزاروں کی تعداد میں تھیں، اور ان کو علیحدہ موضوعات کے نام سے شائع کیا، تا کہ ان کا موضوع ہونا سب کو معلوم ہو جائے، یہ کوئی معمولی خدمت نہیں ہے بلکہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر ان حضرات کا احسان عظیم ہے جس سے کسی حال میں سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

اسی پر ایک واقعہ یاد آیا ایک وضاع حدیث جب خلیفہ ہارون رشیدؒ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو اس نے کہا کہ اب مجھ کو اپنے مرنے کا کوئی رنج نہیں ہے کیونکہ ایک لاکھ موضوع احادیث مسلمانوں میں مشہور کر چکا ہوں۔ ان ہی موضوعات میں سے بریلویوں نے ایک حدیث فاتحہ کے لیے مشہور کی ہوئی ہے، حالانکہ یہ ایک موضوع حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم پر بھی

شیرینی پر فاتحہ دی تھی۔ یاد رکھنا یہ موضوع حدیث ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

بہر حال علماء کرام نے حفاظت احادیث میں بھی ایسا ہی اہتمام کیا جیسا کہ قرآن کریم اور اس کی تشریحات کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ کیونکہ احادیث بھی من وجہ وحی الٰہی ہیں اور قرآن پاک کی تشریحات ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن پاک وحی متلو ہے یعنی اس کی تلاوت کی جاتی ہے اور احادیث وحی غیر متلو ہیں۔

یا یوں کہیے کہ قرآن پاک بواسطہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا اور احادیث الہام والقاء من اللہ ہیں۔ قرآن عزیز سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ فرمایا گیا وما ینطق عن الھوی ان ھوا لا وحی یوحی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں بولتا اپنے چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو پہونچتا ہے آپ کو ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا یعنی جو دیں تم کو رسول دیں پس لے لو اور جن سے منع کریں چھوڑ دو۔ ان آیات سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وحی الٰہی ہونا اور ان کی اتباع کا واجب ہونا ثابت ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ منکر حدیث منکر قرآن ہے کیونکہ منکر حدیث کو یقیناً اس آیت سے بھی انکار لازم آئے گا اور ایک آیت کا انکار بھی مستلزم ہے پورے قرآن انکار گویا اس نے قرآن پاک کا ہی انکار کیا ظاہر ہے کہ ایسا شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

تو اصل میں عرض کر رہا تھا احادیث کی حفاظت بھی اسی طرح کی گئی جس طرح قرآن پاک کی حفاظت کی گئی، کیونکہ احادیث تشریحات ہیں قرآن پاک کی۔ اور علماء کرام کے ایک طبقہ نے مثل متن قرآن کے معانی کی حفاظت کی بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس کی تفسیر میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ واکابر ملت کی تشریحات کو جمع کیا اور ضخیم تفاسیر تالیف فرمائیں بعض مفسرین نے تو موٹی موٹی دس جلدوں میں تفسیر لکھی ہے وزن کر دو تو ۲۵ سیر سے کم نہ ہو یہ تو کاغذ کا وزن ہے اور ان میں

لکھا کیا ہے وہ تو اہل علم ہی جانیں ہم جیسوں سے تو ان سب کا پڑھنا بھی ممکن نہیں ہے ۔اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کے لیے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں اصول تفسیر وقواعد مرتب کئے اور مفسر کی شرائط وغیرہ کی ترتیب وتدوین کی تا کہ ہر کس وناکس قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر کرنے نہ کھڑا ہو جائے۔ یہ سب کچھ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے مظاہر ہیں خدا تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے یہ وسائل وذرائع مہیا فرمائے اور جن کو اس کی حفاظت کے لیے قبول فرمایا بیشک وہ افضل وسعادت مند ہیں۔

مقصد یہ کہ چونکہ یہ آخری کتاب ودستور ہے اس لیے اس کی حفاظت کی جس قدر اشد ضرورت تھی الحمدللہ اسی قدر علماء امت نے ہر اعتبار سے اس کی حفاظت کا حق ادا کیا فجزاھم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین۔

اب تک کی تقریر سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ الحمدللہ علماء امت نے قرآن پاک کی ظاہر وباطن الفاظ ومعانی کے اعتبار سے کما حقہ حفاظت کی سعادت حاصل کی ۔اسی حفاظت قرآن کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ علماء امت نے اس کی تفسیر وتشریح میں منقولات پر اکتفا کیا اور رائے سے احتراز واجتناب کیا۔

کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریف وتغییر کا سد باب ہی فرما دیا آپ نے ارشاد فرمایا من قال فی القرآن برائیہ فلیتبوا مقعدہ من النار مشکوۃ یعنی جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے تو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے ۔اس کی اجازت اس لیے نہیں دی گئی کہ ہر انسان کی رائے ایک درجہ کی نہیں عقلاء میں آجتک برابر اختلاف رائے چلا آتا ہے اور بعض معاملات میں متاخرین عقلاء نے متقدمین کی رائے کی کمزوری اور ان کی غلطی کو دلائل سے واضح کیا ہے او ر یکے بعد دیگرے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے تو غور فرمائیں کہ جب مشاہدات میں جو انسان کی عقل کے دائرہ اختیار میں ہے خلاف واقعہ رائے قائم کرلی جاتی ہے تو بھلا منشا

خداوندی کے سمجھنے میں کیونکر کسی کی رائے صائب و درست ہو سکتی ہے جب کہ وہ ماورائے عقل ہے اور عقل کی دسترس وہاں تک ہو ہی نہیں سکتی تو اس کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے۔ بیشک بعض انسانوں کی رائے کو وہ درجہ حاصل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے لیے منتخب فرما لیا ہے۔ باقی دوسروں کو اس کی ہرگز اجازت نہیں گو فی الواقع اتفاقاً وہ رائے صحیح بھی ثابت ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "قال فی القرآن برائیہ فاصاب فقد اخطاء" (مشکوٰۃ) یعنی جس نے قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہا خواہ وہ صحیح ہی کیوں نہ ہو۔

پس تحقیق کر اس نے غلطی کی کیونکہ اس کا باعث خود رائی ہے اور یہاں اتباع مطلوب ہے اور رائے زنی منافی اتباع ہے ایک جگہ فرمایا گیا لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ مشکوٰۃ یعنی مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش تابع نہ ہو اس قانون کے جو میں لے کر آیا ہوں۔ اسی وجہ سلفاً عن خلف علماء کرام نے ہمیشہ رائے زنی سے احتراز و اجتناب کیا ہے اور شدت سے روکا ہے اور آیات کی تشریحات میں احادیث و آثار کا التزام کیا ہے یہاں تک کہ حروف مقطعات کی تشریحات سے جمہور مفسرین نے احتراز کیا ہے اور بعض متاخرین کی تشریحات کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتے سوائے ان تشریحات کے جو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔ بیشک ان کا یہ منصب ہے جن کے بارے میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم مشکوٰۃ یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم نے جس کی بھی اقتدا کی صحیح اقتدا کی۔ آپ کو یاد ہوگا میں نے عرض کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نبوت کا سلسلہ جاری تھا اسی لیے کتب سابقہ کی حفاظت کا اہتمام نہیں کیا گیا اور اس کی چنداں ضرورت بھی نہیں تھی ۔لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور کتاب

بھی خاتم الکتب ہے کہ اس کے بعد کوئی کتاب بھی نہیں آئے گی اس لیے اس کی حفاظت کی اشد ضرورت تھی۔

چنانچہ آپ تحفظ قرآن پاک کے سلسلے میں کافی تفصیل سے علماء کرام کی خدمات کے احوال سن چکے ہیں اب اس کے بعد ضرورت تھی کہ وہ باقی بھی رہے۔ اس لیے ضرورت لاحق ہوئی اس کی نشر واشاعت کی کہ یکے بعد دیگر نسلا بعد نسل یہ سلسلہ جاری رہے کیونکہ اس کے بغیر اس کی بقاء ممکن نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی دعوت دے اور نیکیوں کا حکم کرے اور ممنوعات سے روکے یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اس آیت میں داعی الی الخیر باعتبار منطق کے عام ہے اور باعتبار مفہوم کے خاص ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ہر مسلمان پر دعوت وتبلیغ فرض ہے مگر اس کے شرائط واصول کے ساتھ جن میں شرائط داعی پائی جائیں گی انھیں پر دعوت فرض ہوگی اور جن میں وہ شرائط نہیں پائی جائیں گی ان پر دعوت بھی فرض نہیں ہوگی مثلا نماز ہر مسلمان پر فرض ہے مگر شرائط کے ساتھ اگر شرائط نماز پوری نہیں ہوں گی تو اس کی ادائیگی بھی جائز نہیں ہوگی اگر چہ اس پر واجب ہوگا کہ ان شرائط کو پورا کرے اور عدم ادائیگی کی وجہ سے گناہ گار ہوگا چونکہ نماز کا وجوب انفرادی ہے اور دعوت کا وجوب اجتماعی ہے اور بعض پر واجب ہے بعض کی ادائیگی سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور سب گنہگار نہیں ہوں گے۔ یہ منکم میں من تبعیضیہ سے سمجھ میں آئی لہذا وہی باعتبار مفہوم کے متعین ہو جائیں گے جس کا مصداق جمہور مفسرین کے نزدیک علماء کرام ہیں کیونکہ ان میں ہی شرائط و دعوت پائی جاتی ہیں، مثلا اوامر ونواہی کا جاننا اور جس کو دعوت دی جائے اس کے حال کے مناسب انداز دعوت اختیار کرنا۔ اور مقتضائے حال کے مناسب دعوت

میں شدت و خفت کے مواقع کو سمجھنا اور دعوت کے دیگر اصول و آداب کی رعایت رکھنا یہ سب لوازماتِ دعوت میں سے ہیں۔ اس مضمون کو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم میں تقریباً پندرہ بیس صفحات میں پھیلایا ہے کہ داعی میں ان شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ شرائط بعض علما میں بھی نہ پائی جائیں تو وہ بھی اہل نہیں قرار دیئے جاسکتے چہ جائیکہ کوئی شخص نرا جاہل ہو۔ انھیں شرائط میں سے اہم شرط تقویٰ و تزکیہ نفس ہے اور سب سے مقدم ہے۔ شیخ نے ایک جگہ اسی کے ذیل میں لکھا ہے کہ اگر یہ نہ ہوگا تو اندیشہ ہے کہ بجائے دین کی دعوت کے اپنی ذات کی طرف دعوت دے گا اور اقتدار و حب جاہ ریا سمعہ و شہرہ امراض پیدا ہو جائیں گے اور جو اس کی اصلاح کرے گا اس کا دشمن ہو جائے گا۔ ایسا شخص نہ اصلاح قبول کرے گا بلکہ در پے آزار ہوگا اور مصلح کو اپنی جان بچانی مشکل ہو جائے گی ایسا شخص عند اللہ مبغوض و ناپسندیدہ ہوگا جس کے عمل سے اصلاح نہیں ہوگی بلکہ مفاسد پیدا ہو سکتے۔ انھیں شرائط میں سے حلم بھی ہے اگر تحمل و برداشت نہ ہوگا تو خلافِ طبع کوئی چیز پیش آنے پر جنگ کے لیے تیار رہوگا جو داعی کے شایانِ شان نہیں۔

حق تعالیٰ شانہ جل مجدہ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہم السلام کو فرعون سے نرم گفتگو کی تعلیم فرماتے ہیں جبکہ فرعون انتہائی سرکش و مدعی الوہیت ہے۔

اذھبا الی فرعون انه طغی فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشی یعنی دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے گفتگو میں نرم لب لہجہ اختیار کرنا ممکن ہے وہ مان جائے یا ڈر جائے۔ نیز خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی تعلیم دی گئی ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک یعنی اگر کہیں آپ نے شدت اختیار کی تو یہ سب بدک جائیں گے اس لیے آپ درگذر سے کام لیں۔

یہ چند چیزیں جو عرض کی گئی ہیں یہ شرائط میں اصولی و بنیادی حیثیت رکھتی ہیں

۔شرائط صرف اتنے ہی نہیں ہیں اس کے علاوہ اور بھی ہیں مگر اس وقت سب کا استیعاب مقصود نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کردوں کہ یدعون الی الخیر میں خیر عام ہے جو تمام مشروعات کو شامل ہے۔ یعنی دین کا ہر حکم اور اس کی ایک ایک جزئی کی دعوت دی جائے جس طرح سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک اے رسول پہونچادیں آپ ﷺ سب کچھ جو اتارا گیا ہے آپ پر۔

اسی طرح امت سے بھی مطلوب ہے کہ دعوت "کل ما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کی ہو۔ اسی خیر میں مدارس ومکاتب خانقاہیں تصنیف وتالیف اعانت مالی وغیرہ سب اس میں داخل ہیں چونکہ ان سے علوم کی نشرواشاعت ہوتی ہے۔ خانقاہ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور یہ سب کار انبیاء ہیں۔ متعدد جگہ فرمایا گیا "یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمه"۔ یعنی تلاوت کرتے ہیں ان پر اللہ کی آیات اور پاک کرتے ہیں ان کو گناہوں کی آلودگیوں سے اور سکھلاتے ہیں ان کو کتاب اور علم شریعت۔ نبی کی ذات اقدس مرکز ومجموعہ کمالات ہوتی ہے، وہ تنہا یہ سب کام انجام دیتے ہیں، لیکن امت میں یہ تمام کام تقسیم ہو گئے۔ علماء امت کے مختلف طبقات نے ہمیشہ ان خدمات کو الگ الگ انجام دیا جس کی تفصیل آپ پہلے سن چکے ہیں۔ بہرحال اس تمام گفتگو سے اتنی بات بخوبی واضح ہوگئی کہ علماء کرام ہی دعوت عمومی کے اہل ہیں اور علماء کرام کا یہ منصب ومقام خود سرکار دوعالم نے صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "ان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر" (مشکوۃ) یعنی بے شک علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور ان کی وراثت دینار ودراہم نہیں ان کی وراثت

علم ہی ہے پس جس نے اس وراثت میں حصہ پالیا اس نے بہت کچھ پایا۔

غور کیجئے! جن کو سرکار نائبین انبیاء بتلائیں ان کی عزت وحرمت کا کیا ٹھکانہ۔ اس لیے کہ نائب وہی ہو سکتا ہے جو اصل سے قریب ہو اور اصل کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی صلاحیت بھی رکھتا ہو، گویا علماء کرام معتمد علیہم ہیں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ یہ لوگ انبیاء کرام کی ذمہ داریوں کو پورا کر سکتے ہیں۔ایک جگہ ان کی عظمت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال دے کر ارشاد فرمایا "**فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنا کم ثم تلا هذه الآیة انما یخشی الله من عباده العلماء**" (مشکوٰۃ) یعنی عالم کی افضلیت عابد پر ایسی ہے جیسے میری افضلیت تم میں سے سب سے ادنیٰ درجہ کے فرد پر۔

پھر آپ ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ کے بندوں میں سے جاننے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں خیال کیجئے جب آپ ﷺ افضل الکائنات سید الانبیاء علیہم السلام ہیں جن کا مرتبہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ہے جو سب سے کم مرتبہ ہے اس سے کس قدر افضل ہیں آپ ﷺ، اس تمثیل سے علماء کی افضلیت کو عابدین پر قیاس کرو۔یاد رہے حدیث شریف میں عابد سے مراد عالم عابد ہے۔محدثین نے اس کی تصریح کی ہے عبادت میں غلبہ کی وجہ سے اس پر عابد کا اطلاق کیا گیا ہے دوسرے پر تعلیم تعلم میں مشغول ہونے کی وجہ سے عالم کا اطلاق کیا گیا ہے۔دوسری حدیث سے اس کی تصریح ہی ہوگئی ہے۔

سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رجلین کانا فی بنی اسرائیل احدهما کان عالما یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر والآخر یصوم النهار ویقوم اللیل ایهما افضل قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فضل هذا العالم الذی یصلی المکتوبة ثم یجلس

لیعلم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النھار ویقوم اللیل کفضل علی ادنا کم (مشکوۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے ایسے دو شخصوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھ کر پھر لوگوں کو خیر سکھلانے بیٹھ جاتا دوسرے دن میں روزے رکھتا رات کو نماز پڑھتا ان میں سے کون سا افضل ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ عالم جو فرائض سے فارغ ہو کر تعلیم میں مصروف ہو جاتا ہے اس عابد شب بیدار سے اتنا افضل ہے جتنا میں افضل ہوں تم میں سے سب سے ادنی پر۔ اس حدیث میں جو لفظ خیر آیا ہے اس کی تشریح میں ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں تصنیف، تالیف، تدریس، تزکیہ وغیرہ کو لکھا ہے۔ ان احادیث سے افضلیت کی علت نشر اشاعت علم معلوم ہوئی چونکہ منافع علم متعدی ہیں اور منافع عبادت ذات عابد تک محدود ہیں۔ ایک روایت میں بہت ہی وضاحت سے فرمایا گیا:

"تدارس العلم ساعة من اللیل خیر من احیائھا" (مشکوۃ) یعنی علم کا پڑھنا پڑھانا گھڑی بھر رات میں پوری رات کی عبادت سے افضل ہے اسباق کی تکرار و مطالعہ وغیرہ بھی تدارس العلم میں داخل ہیں۔ بلکہ ادنی تامل سے طالب علم کی فضیلت بھی عابد پر اس روایت سے ثابت ہو رہی ہے کیونکہ تدارس باب تفاعل ہے جس میں جانبین سے فعل پایا جاتا ہے گویا معلم متعلم دونوں افضل ہوئے عابد سے۔ اس لیے کہ تدارس علم کا کوئی علیحدہ وجود خارجی نہیں بلکہ وہ دونوں ہی کے ساتھ قائم ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس روایت سے مدارس کی افضلیت بھی ثابت ہو رہی ہے دین کے دوسرے شعبوں پر کیونکہ مدارس محل تدارس ہیں۔ اسی طرح مدارس کے معاونین بھی افضل ہوئے دوسرے دینی شعبوں کے معاونین سے بہر حال ایک بات سمجھ میں آئی عرض کر دی۔

مسلمانو! غور کا مقام ہے کہ جن کو ہمیشہ مسند نشین سمجھ کر پوری قوم پر بار سمجھتے

ہیں اور یہ خیال عام ہوتا چلا جارہا ہے کہ یہ کوئی دین کا کام نہیں کرتے ، بس سبق پڑھایا یا ترجمہ اور تفسیر کیا اور جا کر آرام کیا۔

مسلمانو! بیشک آپ کی نظر میں یہ تھوڑا دکھلائی دیتا ہے مگر یہ سونا ہے، جو مقدار میں کم ہے مگر قیمت میں زیادہ اس کے مقابلہ میں چوبیں گھنٹہ دین کے لیے چلت پھرت سینکڑوں کا ہجوم لیے لیے اسفار بڑے بڑے جلسے وجلوس مقدار میں زیادہ ہیں مگر قیمت میں کم ہیں ایک تولہ سونا جس کی کیا مقدار؟ مگر من بھر لوہے سے زیادہ قیمتی ہے، قیمتی دونوں ہیں مگر قیمت میں آسمان وزمین کا فرق ہے، اسی فلسفے کو تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تدارس العلم ساعة میں سمجھایا ہے کہ رات میں تھوڑی دیر کا تعلیمی مشغلہ مقدار میں کس قدر کم ہے، اور پوری رات کی عبادت مقدار میں کس قدر زیادہ ہے مگر قیمت میں اول بہت زیادہ ہے ثانی سے۔

مسلمانو! اگر غور کرو تو ہم مسلمان ہی ان بے کاروں کی بدولت ہیں دین کہاں سے آیا یہ سب انہیں کا احسان ہے تصنیف وتالیف، وعظ وتقریر سے یہ حضرات برابر فیض پہونچاتے رہتے ہیں یہ علما کرام ہی کی اخلاقی وسعت ہے کہ باوجود قوم کی گالیوں اور بے حرمتیوں کے اس فیض کو نہیں روکا، یہ دراصل تخلق باخلاق اللہ تعالی کا مظہر ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ما احد اصبر و علی اذی یسمعه من الله یدعون له الولد ثم یعافیهم و یرزقهم" (مشکوة) یعنی اللہ تعالی سے زیادہ ایذا پر کوئی صبر وتحمل کرنے والا نہیں کہ سنتا ہے کہ بندے اس کے لیے بیٹا ثابت کرتے ہیں پھر بھی ان کو عافیت ورزق دیتا ہے۔ تو علماء کرام کی یہ صفت اسی خلق کا مظہر ہے۔ خیال تو کیجئے تم دنیا کی حقیر چیز دیکر احسان جتاتے ہو اور وہ دین جیسی بلند چیز دیکر بھی احسان نہیں جتلاتے۔ ان سے بگڑ کر گالیاں دیکر خود اپنی پوری نسل کو نقصان پہونچاؤ گے۔ ان کو دنیاوی نقصان پہونچا کر خود کو دینی نقصان برداشت کرنا پڑے گا

ان کی عظمت کے لیے تو فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہے۔ دیکھو حدیث شریف میں عالم کی افضلیت عالم عابد پر بیان کی گئی ہے تو اس کی افضلیت عامۃ المسلمین پر کس درجہ ہوگی آپ لوگ خود ہی فیصلہ کریں۔ مشکوۃ کی ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور آسمان وزمین کی مخلوقات حتی کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں سمندر میں ان کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ کیونکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد علم ہی کی بدولت قائم ہیں علم نہ ہوگا تو یہ سارے حقوق پامال ہوں گے جس کے نتیجہ میں نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ جس سے تمام مخلوقات متاثر ہوگی۔ معلوم ہوا علم تمام مخلوقات کے لیے باعث رحمت ہیں۔ یہ فیض ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اسی لیے عالم کی موت کو عالم کی موت قرار دیا گیا ہے۔ آقا نے ارشاد فرمایا: "موت العالم موت العالم" (مشکوۃ) یعنی عالم کی موت سارے جہاں کی موت ہے۔ چنانچہ آثار قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قلت علم اور کثرت جہل کو ذکر فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ قرب قیامت میں علماء کی قلت ہوگی اور ناواقف وجہلا مقتدی بن جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" ان اللہ تعالیٰ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذالناس رئوسا جھالا فسئلو فافتوا بغیر علم فضلوا واضلو" (مشکوۃ) یعنی اللہ تعالیٰ بندوں سے علم کو سلب نہیں کرنے کا (کہ علم ان کے سینوں سے محو ہو جائے) بلکہ علماء کو اٹھا لے گا یہاں تک کہ جب دنیا میں ایک عالم بھی باقی نہیں رہے گا تو لوگ ناواقفوں اور جاہلوں کو اپنا مقتدی یعنی فیصل مفتی شیخ بنا لیں گے۔ ان سے جب کوئی دین کی بات معلوم کی جائے گی تو وہ بغیر جانے فتویٰ دے دیں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ لہذا آپ سمجھ لیں کہ مدارس یا علماء کی مخالفت یا ان کی تحقیر یا انکی تخفیف کرنا علم کو مٹا کر جہالت کو فروغ

دینا ہے۔ ایسے لوگ دیندار نہیں ہو سکتے۔

بہر حال اتنی بات بخوبی واضح ہوگئی کہ یہ سارے فضائل علم کی بدولت حاصل ہوئے ہیں، چونکہ ان کے سینوں میں علم شریعت محفوظ ہے جو اشرف العلوم ہے علم کی بزرگی اور اس کی شرافت کا کیا ٹھکانا، اہل علم بھی کبھی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ شیخ محمد المغربی کا یہ عجیب وغریب مقولہ نقل کیا ہے "کفی شرفا لعلم القوم قول موسی علیہ السلام لخضر علیہ السلام ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا" خیال کیجئے حضرت موسیٰ علیہ السلام خود صاحب شریعت ہیں۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام سے تکوینیات کا علم حاصل کرنے کی درخواست کر رہے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ علم عظمت کے لیے یہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت خوب فرمایا ہے وفوق کل ذی علم علیم اور سنیے مرکز علم رئیس المحدثین حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کر دیں کہ آج شام کو آپ انتقال کریں گے تو اس روز آپ کیا عمل کریں گے، فرمایا: اقوم اطلب العلم لان اللہ تعالی اعطی لنبینا علیہ الصلوۃ والسلام کل شئی ولم یامر بطلب الزیادۃ واعطی العلم وامرہ بطلب الزیادۃ وقال تعالی وقل ربی زدنی علما۔ فرمایا طلب علم کے لیے کمر بستہ ہو جاؤں گا اور علم طلب کروں گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز عطا کی اور کسی چیز کے مزید طلب کرنے نہیں فرمایا، اور علم عطا کیا اور حکم بھی دیا مزید علم طلب کرنے کا اور اس طرح تلقین کی کہ آپ فرمائیے کہ اے رب زیادہ دے مجھے علم، یہ حال تو جب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم الاولین والآخرین دیا گیا تھا، بات درحقیقت یہ ہے کہ علم کے بغیر دین ودنیا کا کوئی کام نہیں ہو سکتا اور اچھے برے کی تمیز اور نفع ونقصان کی سمجھ علم ہی سے ہوتی ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ العلم نور والجھل ظلمۃ علم روشنی ہے جہالت تاریکی ہے روشنی میں ہر

چیز اپنے اپنے موقع پر نظر آتی ہے اور انسان روشنی کی وجہ سے کتنی مضرتوں سے بچے گا اور اندھیرے میں کیا سوجھے گا گڑھے میں گرے کنویں میں ڈوبے دیوار سے ٹکرائے اسی علم سے ہی ہر ایک کے حقوق جانے جاسکتے ہیں، ماں باپ کے کیا حقوق ہیں، اعزواقارب حاکم ومحکوم آقا وغلام شوہر وزوجہ کے کیا حقوق ہیں حرام حلال کی تمیز علم ہی سے حاصل ہوگی ورنہ نادانی سے آدمی حلال سمجھ کر حرام میں مبتلا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا "الذین ضل سعیهم فی الحیاة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا" یعنی وہ لوگ جن کی دنیا میں کی گئی ساری محنت اکارت گئی اور اسی خوش فہمی میں رہے کہ اچھا کام کر رہے ہیں، یہ سب کچھ علم نہ ہونے کے سبب ہوتا ہے بچہ کے سامنے سانپ بچھو آجائے تو بچہ اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا اس حال میں کے اس کی ماں اس کو دیکھ لے تو پیروں تلے سے زمین نکل جائے گی کیونکہ ماں اس کی مضرت سے واقف ہے، ایک واقعہ یاد آیا، ایک وزیر جو بادشاہ کا بہت مقرب تھا مگر جب بادشاہ کے پاس جاتا تو چہرے کا رنگ زرد پڑجاتا کسی نے اس کی وجہ دریافت کی کہ باوجود اتنا مقرب ہونے کے آپ اتنے خوف زدہ کیوں ہوتے ہیں، تو جواب دیا کہ میں بادشاہوں کے مزاج سے واقف ہوں کہ ذرا مزاج کے خلاف ہوجائے گا تو گردن زدنی کے سوا کوئی سزا نہیں یہی حال انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کا اس ملک الملوک کے دربار میں ہوتا ہے خوف وخشیہ ثمرہ ہے، معرفت باری تعالیٰ کا اور معرفت ثمرہ ہے علم کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرمادیا کرتے تھے جب بھی تیز ہوا چلتی یا بدلی اٹھتی اور آپ پر خوف طاری ہوجاتا تھا حضرت عائشہ کے دریافت کرنے پر آپ نے جواب دیا اے عائشہ انہی بدلیوں اور ہواؤں کی صورت میں گذشتہ امتوں پر عذاب آئے ہیں دنیاوی قانون کی خلاف ورزی کرنے والے انجام کے ڈر سے ہی ایسی تدابیر اختیار کرتے ہیں کہ پکڑے نہ جائیں ناواقف بے خوفی سے اس کو کرتا ہے اس کی وجہ جہل

ہے اسی لیے اللہ تعالی نے بتوں کی اور معبودان باطلہ کی براہ راست مذمت وملامت سے روکا ہے کیونکہ وہ جواب میں اپنی نادانی کی وجہ سے معبود برحق کو گالیاں دیں گے فیسبو اللہ عدواً بغیر علم اس تمام تفصیل سے آپ حضرات بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ ہر اعتبار سے اہل علم ہی دعوت عمومی کے اہل ہیں، اور اس غلط فہمی کا بھی ازالہ ہوگیا کہ ہر مسلمان پر تبلیغ دین فرض ہے خواہ اس میں شرائط دعوت پائی جائیں یا نہیں لوگ ترغیب دینے کے لیے کیف ما اتفق کہدیتے ہیں کہ سب پر تبلیغ فرض ہے، حالانکہ ان کو نہیں معلوم کہ تبلیغ اسلام و تبلیغ احکام میں کیا فرق ہے؟ اور مبلغین کے کیا درجات ہیں، اور ان کی حدود کیا ہیں؟ مبلغین کے درجات اور ان میں سے ہر ایک کا دائرہ عمل مختلف ہے پہلی بات تو یہ سمجھنے کی ہے کہ علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا طلب العلم فریضة علی کل مسلم وفی روایة و مسلمة (مشکوۃ) ہر مسلمان مرد و عورت پر علم دین سیکھنا فرض ہے اور تبلیغ دین فرض کفایہ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ وجوب سب پر ہے مگر بعض کی ادائیگی سے سب بری الذمہ ہو جائیں گے۔ یہ مثل نماز جنازہ واعتکاف وغیرہ کے ہے اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار۔ اور اگر بعض نے ادا کردیا تو سب کے ذمے سے ساقط ہوجائے گا۔ یاد رکھئے ایک ہے تبلیغ اسلام ایک ہے تبلیغ احکام دونوں ہی اپنی اپنی جگہ امت پر واجب ہیں ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر میں سیاق سباق سے تبلیغ احکام راجح ہے اور دوسری آیت کنتم خیر امة اخرجت للناس میں الناس کے عموم سے مستفاد تبلیغ اسلام راجح ہے۔ بہر حال تبلیغ اسلام ہو کہ تبلیغ احکام اس کا آغاز اہل خانہ اور اہل علاقہ سے ہوا ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے دعوت اسلام کا آغاز بھی اپنے علاقہ سے کیا ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ سب سے زیادہ اہل خانہ انسان کے احوال سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، اخلاقی کمزوری اور پختگی واضح ہوتی ہے جس قدر کردار بلند ہوگا اسی

درجہ دعوت میں قوت ہوگی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل النبوت مکۃ المکرمہ کی سرزمین پر صادق وامین کے لقب سے پکارا جاتا تھا، باقی گھر سے باہر تو کتنے ہی بددین وبدمعاملہ دیداروں کے چولے بدلکر دوسروں میں متقدی بن جاتے ہیں اور علاقہ میں ان سے کوئی بات کرنے کو تیار نہ ہو، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا وانذر عشیرتک الاقربین یعنی آپ اپنے قریب ترین کنبہ والوں کو ڈرائیں، ایک جگہ کہا گیا، یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا ، اے ایمان والوں اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، ایک جگہ کہا گیا و امر اھلک بالصلوۃ ، اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم فرمائیں، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ المکرمہ کی سرزمین سے تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ آپ پھر مکہ المکرمہ سے باہر بھی تشریف لے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی وخصوصی اقوام وافراد کو دعوت اسلام دی یہ تبلیغ احکام نہیں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلموا تسلموا اسلام قبول کرلو سلامتی پاجاؤ گے قولو لا الہ الا اللہ تفلحو اللہ کو ایک مانو کامیاب ہوجاؤ گے تھی۔ اقیموا الصلوۃ اتوا الزکوۃ کی براہ راست دعوت نہیں تھی، کیونکہ جمہور متقدمین ومتاخرین علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر مسلم اصول وکلیات کے مخاطب ہیں، فروع وجزئیات کے مخاطب نہیں۔ فروع کا وجوب ایمان کے بعد ہوتا ہے، کیا آپ پڑھتے نہیں ہیں فقہ کی کتابوں میں نماز روزہ وغیرہ احکام کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے بعض لوگ دعوت اسلام کے مجاہدات واسفار کو بیان کرکے تبلیغ احکام اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اس سے دین میں اختلاط والتباس پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح آیات واحادیث جہاد اور فضائل مجاہدین جہاں چاہتے ہیں چسپاں کردیتے ہیں۔ سلف صالحین سے استناد کی ضرورت تک محسوس نہیں کرتے میں اس کو تحریف فی الدین سمجھتا ہوں۔ اس انطباق سے مجاہدات صحابہ رضی اللہ عنہم کا استخفاف ہوتا ہے خیال کیجئے بڑے

سے بڑا ولی ادنی صحابیؓ کے خاک پا کے برابر بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ عوام کے مجاہدات مساوی ہوں اوران کے مجاہدات کے۔ ع

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

صحابہ کرام کی جانی ومالی قربانی کے ہم پلہ تو کیا اولیاء کرام کی قربانیاں بھی نہیں ہو سکتیں چہ جائیکہ ہم جیسے فساق وفجار جن کی ترک دنیا بھی طلب دنیا کے لیے ہوتی ہے۔ علما کرام کو شدت سے اس پر فکر کرنا چاہیے۔ میرے خیال میں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہر شخص میدان تبلیغ میں نکل آیا مگر نہ اصول تبلیغ سے واقف اور نہ مبلغ کے شرائط سے واقف۔ اس کے متعلق کچھ تو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اب اور کسی قدر تفصیل سے سنئے۔ تبلیغ احکام کا ایک درجہ تو افراد واشخاص سے متعلق ہے جو بعض کے ادا کرنے سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک پر اس کی ادائیگی مستقلاً واجب ہے۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ مشکوۃ یعنی ہر ایک تم میں سے (اپنے ماتحتوں کا) محافظ ونگراں ہے اور ہر ایک سے اپنے ماتحتوں کے متعلق باز پرس کی جائے گی، مثلاً باپ پر اولاد کی تعلیم تربیت واجب ہے اگر اس نے اس کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو گنہگار ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم کرو اور جب دس سال کا ہو جائے تو اسکو دھمکاؤ، ظاہر ہے کہ یہ حکم خاص ہے اپنے کے لیے۔ محلے کے سارے بچے بھی نمازی ہو جائیں تب بھی اس کی ذمہ داری ساقط نہیں ہوگی بلکہ پوری کوشش کر کے اپنے بچہ سے نماز پڑھوائے اسی طرح شوہر پر اپنی زوجہ کی دینی ذمہ داری ہے۔ آقا پر اپنے غلام کی میر محلہ پر محلہ کی۔ بادشاہ پر اپنی رعایا کی اساتذہ پر اپنے شاگردوں کی اشیاخ پر اپنے مریدین کی، انھیں پر اوروں کو قیاس کر لیں۔ لیکن اصولی طور پر اتنا ضرور سمجھ لیں کہ جس درجہ کی ماتحتی ہوگی اسی درجہ کی ذمہ داری ہوگی۔ ایک تبلیغ احکام کا درجہ وہ ہے جو عام مسلمانوں سے متعلق ہے کہ ہر ایک

اپنے مبلغ علم کے مطابق ایک دوسرے کی اصلاح کرے اور جو جس میں کمی دیکھے وہ اس کو بتلائے سورہ والعصر میں اللہ تعالی نے فرمایا وتواصو بالحق وتواصو بالصبر یعنی ایمان لانے کے بعد یہ بھی ذمہ داری ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو عقائد واعمال کی اور صبر یعنی احکام کی ادائگی اور معاصی سے اجتناب کی فہمائش وتلقین کریں۔ اس سے مراد ضروریات دین کی تلقین ہے کیونکہ عام مسلمانوں پر ضروریات دین کا حاصل کرنا فرض ہے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد گرامی طلب العلم فریضة علی کل مسلم (مشکوۃ) ضروریات دین کا سیکھنا باتفاق محدثین کرام مراد ہے لہذا انھیں کی فہمائش وتلقین آیۃ میں بھی مراد ہے اور جو ضروریات دین سے بھی ناواقف ہو اس کو اس کی فہمائش کی توضیح وتائید ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المومن مرآة المؤمن (مشکوۃ) یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے آئینہ ہے۔

جس طرح آئینہ میں چہرے کے داغ دھبے نظر آجاتے ہیں اسی طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو مثل آئینہ کے سمجھے۔ کوئی اپنی کوتاہی وکمزوری پر مطلع کرے تو اسے تسلیم کرے اور اس کا احسان مانے اور کہنے والا بھی انتہائی شفقت ومحبت سے کہے اور ایسا انداز اختیار کرے کہ اس کو ناگواری نہ ہو پھر بھی اگر کوئی نہ مانے تو غصہ نہیں آنا چاہئے غصہ کا آنا نفس کی وجہ سے ہوتا ہے کہ بات تو اللہ کی کہی اور نہ ماننے پر اپنی ہتک خیال کی اس کی وجہ سے غصہ آیا۔ ہم نے منوانا بھی اپنی ذمہ داری سمجھ لیا ہے اس لیے کامیابی کا مدار ماننے کو سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ذمہ داری تو انبیاء علیہم السلام پر بھی نہیں تھی قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مختلف انداز میں فرمایا گیا ان علیک الا البلغ یعنی آپ کے ذمہ صرف پہونچانا ہے ہمارے ذمہ حساب لینا ہے کہیں کہا گیا، انک لاتهدی من احببت ولکن اللہ یهدی من یشاء، یعنی جس کو آپ چاہیں ہدایت پر لا نہیں سکتے اور اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، کہیں کہا فانما علیک البلغ

وعلینا الحساب، یعنی آپ کی ذمہ پہنچانا ہے ہمارے ذمہ حساب لینا ہے، کہیں کہا علیک من حسابھم من شئی یعنی آپ پر ان کا کوئی حساب نہیں کہیں فرمایا لیس علیک ھداھم یعنی آپ کے ذمہ ہدایت نہیں اس لیے نہ ماننے پر غصہ نہ آنا چاہئے بلکہ مزید شفقت پیدا ہونی چاہئے۔ یہی سنت سید الانبیاء ہے ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یومنوا بھذا لحدیث اسفا شاید آپ اپنے آپ کو مارے غم کے ہلاک کر ڈالیں گے اگر وہ لوگ اس کتاب پر ایمان نہ لائے یہ مضمون بھی قرآن پاک میں متعدد مقامات پر فرمایا گیا ہے اہل طائف کی ناشائستہ حرکتوں پر باوجود فرشتوں کی درخواست کے کہ اجازت مرحمت فرمائیں تو ابھی کام تمام ہو جاتا ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی بدعا کی درخواست کرتے ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کا جواب یہی دیتے ہیں اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون (مشکوۃ) یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب فرما پس تحقیق کہ یہ لوگ جانتے نہیں سمجھے۔ مگر یہ کیفیت اخلاص وللّٰہیت سے پیدا ہوتی ہے اسی لیے علماء کرامؒ محدثین عظام نے تزکیہ نفس کو تبلیغ پر مقدم لکھا ہے کیونکہ بغیر تزکیہ نفس کے بجائے مقاصد کی اشاعت کے مفاسد کی اشاعت ہوگی۔ تو عرض کر رہا تھا کہ غصہ نہیں آنا چاہئے او رمنوانے کی تو پوری کوشش کرنی چاہیے مگر اس کو اپنی کامیابی کا مدار نہیں بنانا چاہئے کہ اس سے ایک زبردست نقصان یہ ہوگا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہمت ہار کر بیٹھ جائے گا او رایک غیر مقصود چیز کو مقصود سمجھ کر مقصود کو ہی چھوڑ دے گا۔ ایک روایت میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الدین النصیحۃ (مشکوۃ) یعنی دین خیر خواہی ہے۔ مطلب یہ کہ جب آپ نے کسی کو بھلائی کی بات بتلائی تو آپ نے اس کے ساتھ خیر خواہی کی اور آپ نے اپنا کام پورا کر لیا، خواہ وہ مانے نہ مانے۔ بہر حال موصاۃ وفہمائش عوام کی تبلیغ ہے اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں صبح سے شام تک خدا جانے کتنے مسلمانوں

سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا رہے یہ چوبیس گھنٹہ کی تبلیغ ہے اسی کو ہر علاقہ میں زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ علاقائی طور پر اگر مسلمان اس کا اہتمام کریں تو انشاء اللہ بے انتہا فائدہ ہوگا۔ البتہ معلومات کے لیے علماء کرام کی خدمت میں آمد ورفت رکھی جائے یا علاقہ میں کسی معلم کی خدمات حاصل کی جائیں زمانہ خیر القرون میں یہی صورتیں ملتی ہیں کہ قبائل وفود کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے تھے اور وہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی معلومات حاصل کر کے ان کو بتلاتے تھے۔ اور بعض قبائل اپنی بستی میں معلمین کے لیے درخواست کرتے تھے تو وہاں معلمین کا تقرر کر دیا جاتا تھا خلفاء راشدین کے زمانہ بھی ایسا ہی رہا اور آج تک پوری امت کے علماء وصلحا کا تعمل اسی پر ہے۔ مطلب یہ کہ ہر حال میں علماء سے استفادہ کرتے رہیں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **علیکم بمجالسة العلماء واستماع کلام الحکماء فان اللہ تعالی یحی القلب المیت بنور الحکمة کما یحیی الارض المیتہ بماء المطر الملبهات لا بن حجر** "یعنی لازم کرلو اپنے اوپر علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو اور اصحاب شریعت کی باتوں کے سننے کو پس تحقیق کہ اللہ تعالی مردہ دل کو حکمت کے نور سے زندہ کرتا ہے جیسے وہ زمین کو بارش کے پانی سے زندگی بخشتا ہے معلوم ہو گیا کہ جڑ و بنیاد علم ہی ہے اور تبلیغ اور دیگر تمام دینی شعبے اسی کی شاخیں ہیں اگر کوئی یہ سمجھ کر کہ شاخ پھل دے رہی ہے اس کو جڑ سے علیحدہ کر دوں اس سے پھل لیتا رہوں گا اور جڑ کو بے کار سمجھیں تو ظاہر ہے وہ شاخ خشک ہو جائے گی اور بادی النظر میں جڑ نیچے ہے شاخ پھول پتیاں اوپر ہیں مگر عقلمند انسان سمجھتا ہے کہ ہم کو پھول و پھل اوپر سے ملتا ہے لیکن اس کی سرسبزی وشادابی اسی جڑ کی بدولت ہے اگر جڑ خشک ہوگئی تو سارا درخت بیکار ہے اسی طرح سمجھ لو کہ یہ سارے پھل تحریر تقریر وتصنیف وتالیف تبلیغ وتذکیر وغیرہ اسی وقت تک باقی ہیں جب تک ان کا تعلق علم سے ہے جو قائم مقام جڑ کے ہے ان کی بقا وفنا علم پر

موقوف ہے تو جو علم کو چاہے گا وہ سب کو چاہے گا اور جو علم سے نفرت کریگا وہ ان سب کا دشمن ہوگا اس کو دین سے ادنی بھی تعلق نہیں وہ صرف لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے دین کا نام لیتا ہے، بہر حال یہ عوام کی تبلیغ کا دائرہ عمل ہے ایک درجہ تبلیغ کا جو علماء سے متعلق ہے وہ ہے عمومی دعوت خواہ تحریری ہو یا تقریری اس کی مختلف انواع واقسام ہیں۔ اثبات وحدانیت باری تعالی واثبات نبوت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عقائد صحیحہ کی اشاعت، عقائد باطلہ کا رد معترضین اسلام سے مناظرے مجادلے احقاق حق وابطال باطل تراجم وتفاسیر قرآن پاک، اور قرآن وحدیث میں غلط تاویلات کی اصلاح۔ اسی طرح جماعات وافراد میں غیر اسلامی رجحانات وگمراہ کن طریقوں کی اصلاح وغیرہ یہ سب چیزیں علماء کی ذمہ داریاں ہیں جیسا موقع ہو دلائل نقلیہ عقلیہ سے احقاق حق وابطال باطل کریں۔ علماء کو قطعا اس کی اجازت نہیں کہ وہ تماشائی بن کر گمراہیوں کو دیکھتے رہیں اور خاموش بیٹھے رہیں گذشتہ اقوام میں گمراہیوں کی اشاعت اور عمومیت کی وجہ یہ بھی تھی کہ علماء نے تغییر منکر ترک کردیا تھا۔ قرآن عزیز میں ایک جگہ فرمایا گیا لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت الآیۃ، یعنی کیوں نہیں روکتے ان کو صلحا اور علماء گناہ کی بات بولنے سے اور حرام کھانے سے۔ متعدد احادیث میں بھی اس پر تشدید فرمائی گئی ہے، اسی طرح عوام کو بھی آپس میں ایک دوسرے کو برائی سے روکنا چاہیے۔ قرآن پاک میں اس کے متعلق بھی فرمایا گیا کانوا لایتناھون عن المنکر فعلوہ الآیۃ نہیں روکتے تھے وہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے بہر حال علماء کرام کی ذمہ داری خود اشاعت دین کرنا اور دوسرے شعبوں کی نگرانی کرنا ہے۔ اور ضرورت کے مطابق ان کی اصلاح کرنا ہے علماء کرام کا ایک خصوصی منصب خطابت ہے، جس پر نااہلوں نے غاصبانہ قبضہ کررکھا ہے خطاب کے لیے مقتدر شخصیت کی ضرورت ہے تاکہ اس کی بات کا وزن ہو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا یقص الا امیر او مامور او مختال وفی روایۃ او مراء (مشکوٰۃ) یعنی وعظ نہیں کہتا مگر امیر یا جس کو امیر مقرر کرے یا متکبر ایک روایت میں ریاکار۔ سلاطین وخلفا عموماً اہل علم ہوتے تھے۔ ناواقفوں کو ہرگز اس کی اجازت نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر ومامور کے بعد تیسرے کو متکبر یا ریاکار فرمایا ہے یعنی یہ اس منصب خطابت کا اہل نہیں ہے چونکہ یہ مقام اصلاح ہے اس میں حسب حال خطیب تنبیہات بھی کرتا ہے شدت بھی اختیار کرتا ہے اور موقع محل کے مناسب مضامین بولتا ہے سامعین میں مختلف طبقات ہوتے ہیں بیان میں ان سب کا رعایت رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ سیاق حدیث سے معلوم ہوا کہ تیسرے شخص سے مراد جاہل ہے کہ بغیر استحقاق کے کھڑا ہو گیا اور اس کا داعی ومحرک غرور وتکبر ہے یعنی اس کو حب جاہ نے برانگیختہ کیا ہے۔ یا ریاکاری نے۔ یہاں سے تین باتیں معلوم ہوئیں دو صراحۃً ایک اشارۃً صراحۃً تو یہ ہیں کہ خطیب با اقتدار و ذی مرتبت ہو دوسرے معروف شخصیت ہو تیسرے اہل علم سے ہو جو اگرچہ یہاں اشارۃً ثابت مگر متعدد جگہ صراحۃً ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ کتب فقہ میں پڑھتے ہیں کہ شرائط جمعہ میں سلطان او نائبہ کی قید موجود ہے امامت کے لیے یہ شرط نہیں اس کی مزید تائید حضرت محمد بن سیرینؒ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے انظروا عمن تاخذوا دینکم (مشکوٰۃ) یعنی جن سے دین کی باتیں حاصل کیا کرو ان کو دیکھ لیا کرو اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس سے دین حاصل کرو ان کی دیانت تقویٰ مذہب ومسلک کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ کرو کہ ہر شخص کے کہنے پر عمل کر لو، خواہ وہ کیسا ہی بددین ہو اس لیے کہ اس کی بددینی اثر کیے بغیر نہیں رہیگی۔ حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر علوم نے بھی ایک جگہ فضائل نبوی میں لکھا ہے کہ ایک یہ بھی سخت مضرت کی بات ہوگئی ہے کہ ہر شخص، خواہ کتنا ہی جاہل کتنا ہی بددین ہو تھوڑی سی صفائی تحریر وتقریر سے علامہ ومولانا بن جاتا ہے۔[1]

مسلمانو! اگر آپ غور کریں تو جس قدر غیر اسلامی چیزیں اور بدعات وگمراہیاں مسلمانوں میں رائج ہوگئی ہیں اور آج وہ جزو دین بن چکی ہیں اور عام مسلمان ان کو دین سمجھ کر ہی ان پر مصر ہیں، یہ سب انھیں غلط لوگوں کی وجہ سے آئی ہیں۔ بہت سے بددین اور علم سے ناواقف ہمیشہ ایک دوسرے علاقوں میں دینداروں کے چولے بدل کر مخلوق خدا کو گمراہ کرتے رہے ہیں مگر یہ بات عجیب ہے کہ جس قدر جاہل واعظ دمقرر مختلف صدیوں میں گذرے ہیں اس ایک صدی میں شاید ان سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور سخت اندیشہ کی بات یہ ہے کہ اگر ان کی اصلاح کی جائے تو اس کو اپنی ہتک عزت سمجھتے ہیں اور انھیں اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کا فکر ہر وقت رہتا ہے، مصلحین کے جانی دشمن بن جاتے ہیں مگر علماء حق کا کام ہمیشہ یہی رہا ہے کہ انھوں نے بلا خوف لومۃ لائم غیر اسلامی رجحانات کی اصلاح کی ہے اور دیندار و طالب حق لوگوں نے قبول بھی کیا ہے۔ بہر حال یہ جو کچھ بھی آپ سن چکے ہیں درحقیقت یہ سب کڑیاں ہیں تحفظ قرآن کریم کی جس کا وعدہ رب العزت نے فرمایا ہے، گویا تمام دینی شعبے تحفظ قرآن کریم کے وسائل ہیں چونکہ تحفظ قرآن کریم کے ذیل میں اصول دعوت وتبلیغ او رشرائط مبلغین کا مضمون بھی گذر چکا ہے تو مناسب سمجھتا ہوں کہ مشہور ومعروف ایک دینی تحریک تبلیغی جماعت کے متعلق بھی کچھ عرض کردوں افسوس کہ آج وہ افراط وتفریط کا شکار ہے جس نے اپنے اصل مرکز ترغیب سے تجاوز کرکے تفصیل وترجیح کے میدان میں دوڑنا شروع کردیا ہے۔ حالانکہ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دینی تحریک ایسے دور میں شروع کی تھی جب مسلمان علماء کو گالیاں دیتے تھے ہر قسم کی بے حرمتی کرتے تھے اور علماء سے دور ہوتے ہی چلے جارہے تھے مدارس سے بعد ودوری اس قدر بڑھ چکی تھی کی نفرت کی حد تک پہونچ چکی تھی لیکن جو لوگ حضرت مرحوم سے متعلق متاثر ہوئے انھوں نے نہ صرف اپنی گستاخیوں کی معافی چاہی بلکہ بعض حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ

کی شان میں گستاخیاں کرنے والے حضرت مدنی سے بیعت تک ہوئے مولانا علی میاں صاحبؒ نے دینی دعوت ومکاتیب، اور مولانا منظور صاحب نعمانیؒ نے ملفوظات تالیف کیے جن سے حضرت مرحوم کی تحریک کا محرکات اور اس کے مقاصد پر روشنی پڑتی ہے حضرت مرحوم مسلمانوں کی مدارس وعلماء سے بے التفاتی و بے رخی سے غمگین تھے آپ اس تحریک سے دینی شعبوں میں استحکام پیدا کرنا چاہتے تھے آپ کا منشا تھا کہ عامۃ المسلمین میں دینی بیداری پیدا ہو جائے تاکہ یہ خود ہی دینی شعبوں کی خبر گیری کریں حضرت نے ایک رئیس دہلی کو تحریر فرمایا کہ مدارس عربیہ میں اضمحلال وکمزوری پوری قوم کے لیے تباہی کا باعث ہے تمھارے مالوں میں ان کا حصہ کیوں نہیں؟ ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ میری اس تحریک سے علم کو ذرا بھی نقصان پہو نچے یہ میرے لیے خسران عظیم ہے، ایک ملفوظ میں آپ نے تحریک میں "پیر پرستی" سے سخت اندیشہ ظاہر فرمایا آپ نے قدم قدم پر تحریک کو تحزب وتعصب وگروہ بندی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جوان کتابوں کا مطالعہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی گفتار وکردار سے بھی کوشش کی کہ ہر دینی شعبہ سے اشتراک رہے اور علیحدگی کا مہلک رجحان پیدا نہ ہو ۔چنانچہ آپ کے اکثر وبیشتر معمولات اور آپ کے ملفوظات سب تحزب کے اندیشے کے پیش نظر تھے آپ خود ہر مہینے دہلی کے تمام مدارس میں علماء کرام کی خدمت میں تشریف لاتے تھے اور دریافت کرتے تھے کہ اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اصلاح فرمائیں آپ حضرات کی ذمہ داری ہے حضرت کا ایک ملفوظ ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کی کتابوں سے علم آئے گا اور ان کے لوگوں سے دین آئے گا اسی طرح حضرت علماء کرام کا انتہائی احترام کرتے تھے اور متوسلین وحاضر باش لوگوں کو احترام کی بڑی شدت سے تلقین فرماتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ علماء کرام کی رہنمائی کی ضرورت واحتیاج کو واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ میرا مقصد مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنا ہے۔ آگے سنبھالنا علماء

کرام کا کام ہے ملفوظ ایک آخری مکتوب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام ہے اور آپ کی اپنی خواہش کا ذکر فرماتے ہیں کہ اس تحریک کی سرپرستی مشائخ طریقت وعلماء شریعت ماہرین سیاست فرمائیں اور یہ تحریک ان کے ماتحت ہو آپ ہمیشہ تبلیغی اجتماعات میں دوسرے علماء کرام کو (یعنی جو عملاً جماعت میں شریک کار نہ تھے) شرکت کی دعوت دیتے تھے حضرت مولانا فخرالحسن صاحب مدرس دیوبند ودیگر علماء کرام اکثر جلسوں میں جاتے رہتے تھے اور تقریریں کرتے تھے آپ نے ایک ملفوظ میں تحریک کا اصل مقصد ارشاد فرمایا کہ یہ چلت پھرت اور یہ روزہ نماز کی تلقین میری تحریک کے الف با تا ہیں میرا مقصد کل ما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم ہے۔ گویا یہ مبادیات مقاصد بعد میں ہیں ان سے تو صرف مسلمانوں میں دینی طلب پیدا کرنا ہے اصل مقصد طلب علم ہے۔

آپ علماء کی سرپرستی اور ان کے تعلق کو تحریک کے لیے انتہائی ضروری سمجھتے تھے اور صرف تحریک میں عوام کی کثرت اور ان کے ہجوم کو آپ نے علامات قیامت میں شمار فرمایا ہے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں نااہلوں میں اس کی (تحریک تبلیغ) ناکامی یقینی ہے اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة (الحدیث) مطلب یہ ہوا کہ کام علماء کا انجام دیں ناواقف وجاہل یہ حدیث شریف ایسے ہی موقع پر آپ نے فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب معاملہ نااہلوں کے سپرد کیا جائے تو پس قیامت کا انتظار کرو، آپ جانتے ہیں کہ اگر اناڑی کے ہاتھ میں ہل دیدو تو بیلوں کو زخمی کردے گا۔ اور لوہار کو گھڑی بنانے کو دیدو تو کیا انجام ہوگا۔ ایک مرتبہ مسجد کی بجلی جاتی رہی تو بڑھئی جارہا تھا ایک بزرگ اس کو پکڑ لائے کہ ہماری مسجد کی بجلی ٹھیک کردے وہ معذرت کرنے لگا کہ میں نہیں جانتا مگر وہ مصر ہیں کہ ٹھیک کرو تم کیا سمجھتے ہو؟ ہم پیسے نہیں دیں گے تم پہلے پیسے لے لو یہی حال آج دین کے ساتھ ہو رہا ہے، دین کا کام کرو صحابہ کرام نے بھی کیا

تھا خواہ آئے نہ آئے، بہر حال میں عرض کر رہا تھا بانی تحریک تبلیغ حضرت مرحوم نے اپنی فراست ایمانی سے ان خطرات سے آگاہ فرمایا جن میں شدید اندیشہ تھا جو ظہور میں آ کر رہے اور علمی اور تقریری طور پر ایسی بنیادیں قائم فرمائیں کہ اگر تحریک میں شامل لوگ ان پر چلتے رہیں تو یہ تحریک مفید تر بنتی چلی جائے گی ورنہ بہت سے مفاسد و فتن کا پیش خیمہ بننے کا اندیشہ ہے آپ نے ایک ملفوظ میں ارشاد فرمایا کہ کام کرنے والے اس راہ میں چل گئے تو جو فتنے صدیوں میں آتے وہ مہینوں میں آ جائیں گے یہ تمام باتیں حضرت کے اخلاص پر شاہد عدل ہیں۔ میں اس تحریک کو الہامی چیز سمجھتا ہوں اور اس قدر اس کا عروج اور اس کی ترقی حضرت کے اخلاص ہی کا نتیجہ ہے اسی وجہ سے اس کا ہر علاقہ کے علماء و صلحاء نے استقبال کیا اور جس قدر دینی نفع اس تحریک سے مسلمانوں کو پہونچا ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے! حضرتؒ نے خواص پر یہ اثر چھوڑا تھا کہ خانقاہ، مدارس و دیگر دینی شعبے اور یہ تحریک دو نہیں ہیں بلکہ یہ سب کے استحکام و تقویت کے لیے ہے۔

لیکن افسوس کہ حضرت کے بعد ان تمام چیزوں کا اس درجہ اہتمام نہیں کیا گیا جس درجہ حضرت کے زمانہ میں تھا اور جس قدر وقت گذرتا رہا ایک ایک چیز جس کا حضرت کے زمانہ میں بڑا اہتمام تھا چھوٹتی چلی گئی۔ اور حضرت کے زمانہ کے بعض خواص نے اسی وقت سے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ کام کرنے والوں نے حضرت کا طریقہ چھوڑ دیا ہے اور اس کی طرف توجہ دلائی بھی جاتی ہے تو خاطر خواہ اثر نہیں لیا جاتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو کام سے اس درجہ شغف تھا کہ باوجود ان تمام کمزوریوں کے اعتراف کے اس کا کوئی خاطر خواہ اختیاری حل نہ ہو سکا۔

میں ہر جمعہ کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا تھا اور جماعت کے لیے بے ضابطہ مقررین کی شکایات عرض کرتا رہا کہ میں بہت سے موقعوں پر خود سن چکا ہوں کہ یہ لوگ علماء کرام و مدارس کا مختلف انداز

سے استخفاف کرتے ہیں آپ حضرات کو جلد از جلد اس کی شدت سے روک تھام کرنا چاہئے علماء کرام کو سخت شکایات ہیں مگر وہ ان پر اس لیے نکیر نہیں کرتے کہ مدارس کی امداد و اعانت کرنے والے عوام و خواص آپ حضرات سے متاثر ہیں کہیں اس نکیر سے مدارس کو نقصان نہ پہونچے لہذا آپ حضرات خود جماعت کے لوگوں کو اس قسم کی تقریروں سے روکیں ورنہ اگر علماء اس تحریک سے کٹ گئے تو یہ تحریک عوامی تحریک بن کر رہ جائے گی اور جماعت کا اہم مقصد اجتماعیت پیدا کرنا وہ ختم ہو جائے گا اور اگر علماء کرام مصالح کے پیش نظر اس کو برداشت کرتے رہے تو یہ اور بھی خطرناک ہوگا کہ ایک روز جماعت اس منزل پر آ جائے گی کہ اصلاح کرنے والے مخالف دین قرار پائیں گے اور جماعت کا یہ تحزب تشدد کی صورت اختیار کرلے گا۔ اسی لیے میں نے مولانا مرحوم کی خدمت میں چند تجاویز بھی پیش کی تھیں (۱) آپ عام اجلاسوں میں فضائل علم وعلماء اور مدارس کی اہمیت پر تقریریں فرمائیں اور انکا استخفاف کرنے والوں کو آپ تنبیہ فرمائیں۔ اور آپ صاف صاف فرمائیں کہ جو ہماری جماعت کا کوئی فرد ایسا کرتا ہے وہ ہمارا ترجمان نہیں وہ جماعت کو نقصان پہونچا رہا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اولاً تو کسی کی ہمت ہی نہیں ہوگی کہ ایسی بے تکی تقریر کرے اور کرے گا تو لوگ اس کو روک دیں گے (۲) آپ مدارس کے اجلاسوں میں اگر دعوت دیں تو ضرور شرکت کریں اسی طرح آپ اپنے اجلاسوں میں علاقہ کے علماء کو دعوت دیں اور تقریر بھی کرائیں کیونکہ آپ کی عدم شرکت اگرچہ جماعتی مصالح کے پیش نظر ہی سہی لیکن جماعت کے بعض ناعاقبت اندیش اس سے آپس میں اختلاف اور تحزب کی فضا پیدا کر رہے ہیں اور نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ تبلیغی اجتماعات میں تو بڑی سرگرمی دکھاتے ہیں اور دوسرے اجلاسوں کے ساتھ مخالفانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور ہر علاقہ کے خواص وامیر جماعت مبلغین کی

یہ عام شکایات ہیں کہ وہ بڑے سے بڑے عالم کی نہ خود تقریر سنتے ہیں بلکہ ان کا اور ان کی تقریر کا سکی اور اپنے مرتبہ سے کم درجہ کی چیز سمجھتے ہیں۔ اس لیے آپ اس تجویز پر غور فرمالیں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے تحزب وگروہ بندی کی جو دیوار حائل ہوتی جارہی ہیں بہت جلد ختم ہو جائیں گی (۳) جن خواص کے بارے میں شکایات صحیح ثابت ہو جائیں ان کو ضرور تادیب کی جائے اور ایسے خواص کو تادیبا تقریر کرنے سے روک دیا جانا چاہئے اور یہ خیال نہ کیجئے کہ یہ تحریک سے علیحدہ ہو جائے گا تو تحریک کو نقصان پہونچے گا بلکہ میرے خیال میں ایسی ہی لوگ فضا کو مخالف بنا کر تحریک کو سخت نقصان پہونچاتے ہیں گاہ بگاہ گفتگو میں تلخی کی نوبت تک بھی آئی مگر واہ آپ کی وسیع النظر فی اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھرے اور آپ کے درجات بلند فرمائے واپسی کے وقت خندہ پیشانی وبشاشت سے معانقہ فرماتے مولانا مرحوم کی اس ادا نے میرے دل میں عظمت محبت کو جاگزیں کر دیا تھا، میرے نزدیک یہ مولانا کے اخلاص اور آپ کی ولایت کی دلیل ہے۔ بہرحال ان گذارشات کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ مولانا مرحوم خصوصی مجالس میں خواص کے بے راہ روی اور دنیا کی رغبت پر سخت تنبیہات فرمانے لگے تھے مگر اس کے متعلق بھی ایک مرتبہ میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت اتنا کافی نہیں ہے بلکہ عام مجامع میں بھی کچھ نہ کچھ تنبیہات ضرور فرمائیں تاکہ آئندہ کوئی مبلغ ایسی جرات نہ کرے اور وہ لوگ بھی مطمئن ہو جائیں جن کو شکایات ہیں اور انشاء اللہ اس سے فضا خود بخود صاف ہو جائے گی اور لوگ آپ کو بری سمجھیں گے ورنہ کچھ عرصہ بعد یہ خیال پختہ ہو جائے گا کہ آپ حضرات اپنے لوگوں کو روکتے نہیں ہیں یہ انتہائی مضر ہوگا جس کے جواب میں مولانا نے انتہائی درد بھرے انداز سے فرمایا کہ مولوی صاحب اخلاص سے بھرے ہوئے لوگ کتنے ہیں؟ میں ڈرتا ہوں کہ اگر شدت اختیار کرلوں گا تو یہ لوگ گھر بیٹھ جائیں گے جس کے

جواب میں میں نے عرض کیا کہ حضرت بیشک آپ کا یہ خیال سوز دروں کا اثر ہے اور یہ خالص دینی جذبہ ہے مگر مجھے معاف فرمائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کی آمد پر وقتی بے التفاتی اور روٴساء قریش سے گفتگو میں مصروفیت بہت اہم دینی مقصد کے پیش نظر تھی مگر اس کے باوجود اللہ تعالی نے یہ فرمادیا عبس وتولی ان جاءہ الاعمی الخ اگر چہ آپ کے معاملہ میں اس کو کلی مماثلت نہ ہو مگر فی الجملہ مماثلت ضرور ہے اس لیے آپ کسی مصلحت کی وجہ سے بھی خواص کی اصلاح کو نظر انداز نہ فرمائیں بلکہ قرآن پاک کا یہ ارشاد آپ کے لیے کافی ہے وان تتولو یستبدل قوما غیر کم ثم لا یکونوا امثالکم الآیۃ اگر تم قبول حق سے روگردانی کروگے تو خدا تمہاری جگہ دوسرے لوگ پیدا کردے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے اس لیے آپ اس کی فکر نہ کریں یہ گھر بیٹھ جائیں گے انشاء اللہ تعالی آپ کو کام کے لوگ ملیں گے۔

بہر حال تقریبا پانچ چھ سال تک مسلسل مولانا مرحوم کو اس کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں اور میں نے یہ بھی عرض کیا تھا، کہ حضرت اگر آپ نے توجہ نہ فرمائی تو علماء کرام زیادہ عرصہ خاموش نہیں بیٹھیں گے اور ضرورت ان کو مجبور کردے گی جس کے نتیجہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کیا حالات ہوں؟ بالآخر جب میں نے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں دیکھا تو میں نے استخارہ کیا اور خوب دعائیں کیں، الحمد للہ جب مجھے خوب شرح صدر ہو گیا تو میں نے تبلیغی جماعتوں کی موجودگی میں ان کمزوریوں کی طرف متوجہ کرنا شروع کردیا جو مسلمانوں کے لیے سم قاتل کا درجہ رکھتی ہیں اور حضرت اقدس مرحوم کے ملفوظات اور تحریک کا مقصد وغیرہ چیزیں بیان کرنا شروع کیں، اور مولانا مرحوم کی خدمت میں آمد ورفت بھی جاری رہی اور باوجود چند نا عاقبت اندیش خواص کی مخالفت کے مولانا کے طرز عمل میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا، وہ اسی انبساط کے ساتھ ملتے رہے اسی درمیان میں

حضرت مولانا کی وفات ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون مولانا کی وفات کی خبر پر یہ آیت میرے سامنے آئی ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ الآیۃ، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے نکلا اس حال میں کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے والا ہے پھر اس کو اسی راہ میں موت آجائے پس ثابت ہوگیا اس پر اللہ کا اجر دوسرے روز اسی آیت کے ذیل میں میں نے تعزیتی تقریر کی تھی اعلی اللہ درجتہ فی اعلی علیین، حضرت مولانا مرحوم کی وفات کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور علیحدہ کمرہ میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بات چیت کی اور وہ تمام گفتگو جو مولانا مرحوم سے ہوتی رہی تھی اسی حوالہ سے وہ تمام باتیں مولانا سے بھی عرض کیں، اسی گفتگو میں ایک بات یہ بھی تھی کہ میں نے دریافت کیا آپ اس تحریک کو کیا درجہ دیتے ہیں؟ فرمایا سب سے افضل سمجھتا ہوں اور اس دعوی پر جو دلائل قائم فرمائے وہ دلائل کا درجہ نہیں رکھتے تھے، میں نے ایک اندازہ یہ بھی کرلیا تھا کہ مولانا اس تحریک کو کچھ سیاسی انداز سے لیکر چلنا چاہتے ہیں جو تحریک کے لیے ناکامی کا آغاز ہوگا چنانچہ مولانا مرحوم کی حیاۃ ہی میں جو ایک غلط رخ پڑ چکا تھا مگر پھر بھی مولانا کا جماعت کے خواص پر ایک اثر تھا اور مجالس کی حد تک تو بیشک تفسیق ومخالفت کا سلسلہ جاری تھا لیکن اس قدر عمومیت نہیں تھی مگر بعد کے حالات نے تو کچھ ایسا رنگ اختیار کیا کہ تصور میں بھی نہ تھا، یعنی ان مبلغین نے اعلانیہ اور بے باکانہ طریقے سے جس کو چاہا تبلیغ کا مخالف قرار دے دیا بس پھر کیا تھا، عوام کے خیال میں اس کی عزت وآبروریزی حلال ہوگئی، اور اس کی بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی ہندوستان میں کسی مسلمان کے بارے میں کہہ دے، کہ پاکستانی جاسوس ہے، ڈیفینس آف انڈیا رولز کی طرح قانون نافذ ہوجاتا ہے، پھر اس کی کوئی سماعت نہیں، جہاں بھی تبلیغی جماعت کا اقتدار ہے ائمہ ومدرسین کو مخالف قرار

دیگر فوراً ان کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے خواہ کیسی ہی تعلیمی صلاحیت رکھتا ہو۔ میں اس کی تفصیل بھی پیش کر سکتا ہوں مگر میرا مقصد جزئیات کو جمع کرنا نہیں بلکہ اس غلط ذہن کو اجاگر کرنا ہے جو خاموشی کے ساتھ پرورش پا رہا ہے میں اس کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور دوسروں کو اس سے بچانا چاہتا ہوں۔

مسلمانو! جب یہ جماعت اپنے اصل مقصد دینی بیداری پیدا کرنا اور ہر مسلمان کی عزت واکرام پر قائم رہے گی اس کی تائید کی جائے گی اور جب اپنے مقصد سے ہٹ کر دین کے دوسرے شعبوں کی تخفیف کی جائے گی تو ضرور اس کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔ بے چارے عوام جن کو اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی جب ان کا یہ عقیدہ پختہ ہو جائے گا کہ جو کچھ ہے اول وآخر یہی دین ہے اور اس میں ہر مسلمان کی عملاً شرکت واجب ہے یہاں تک کہ اگر کوئی کسی دینی شعبہ میں کام کر رہا ہو تو جب تک وہ عملاً جماعت میں شریک نہیں کرے گا تکمیل ایمان نہیں ہو سکتی اور اس نے عوام میں عقیدہ کی صورت اختیار کر لی ہے اور یہ خیال روز بروز راسخ ہوتا چلا جا رہا ہے اور علماء کرام کی مصلحت آمیز خاموشی غیر شعوری طور پر معاون ثابت ہو رہی ہے حالانکہ علماء کرام کو بلا خوف لومۃ لائم اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ ورنہ یاد رکھو عوام کا جب ایک مرتبہ عقیدہ بن جائے گا تو ان کی اصلاح ناممکن ہو جائے گی۔ اور مصلح ومخالف میں کوئی تمیز نہیں ہوتی وہ سب کو مخالف ہی سمجھیں گے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ آج تک تمام اکابر دیوبند کو معاذ اللہ کافر سمجھتے ہیں ان کے مواعظ سے گریز کرتے ہیں اور جہاں ان کو اقتدار حاصل ہو وہاں تو دیوبندیوں کا داخلہ بھی نہیں ہو سکتا اور یہ سب کچھ ان کے دینی جذبہ کی وجہ سے ہے کیونکہ ان کو یہ ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ معاذ اللہ یہ لوگ اللہ کو جھوٹا کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہیں۔ اولیاء کرام کی توہین کرتے ہیں۔ ایصال ثواب سے روکتے ہیں۔ قبرستان جانے کو ناجائز کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ

ذرا بھی تامل سے کام لیں تو حقیقت خود بخود واضح ہو جائے کہ جن کے متعلق یہ خیالات فاسدہ ہیں وہی لوگ ہندو پاکستان میں سب سے زیادہ قرآن وحدیث کی خدمت انجام دے رہے ہیں انہیں میں اشیاخ واولیاء بھی ہیں اور مقابلہ میں سوائے گالیاں دینے کے اور کافر بتانے کے دوسرا کوئی کام ہی نہیں اور یہاں گالیوں کا جواب تک بھی نہیں۔ اگر ذرا سا بھی شعور ہوتا تو یہ تقابل حق وباطل کی کھلی دلیل ہے۔ مگر عوام کا مزاج جب بگڑتا ہے تو یہی ہوتا ہے حالانکہ علماء دیوبند نے صرف اصلاحات فرمائیں اور ان رہنماؤں کی بے دینیوں پر نکیر کی تو انھوں نے اپنی پردہ پوشی کے لیے لوگوں میں علماء حق کے خلاف بدگمانیاں پھیلانی شروع کیں، تاکہ ان کی خودغرضیوں سے لوگ واقف نہ ہو سکیں بالکل یہی حال آج تبلیغی جماعت میں ہو رہا ہے جو ان لوگوں کی بے اصولیوں اور بے ضابطہ تقریروں کی روک ٹوک کرتا ہے تو مرکز میں خواص وعوام میں اس کو تبلیغ کا مخالف مشہور کرتے ہیں اور اس کے لیے بالکل ایسے ہی انداز اختیار کرتے ہیں جیسے رضاخانی وغیرہ۔ کوئی ان سے دریافت نہیں کرتا کہ بھائی یہ تو بتاؤ کیا مخالفت کی ہے؟ بلکہ اس کی ایذارسانی کے درپے ہو جاتے ہیں حالانکہ اگر کوئی صحیح معلومات کرے تو حقیقت واتی رنجش نکلے گی اور انتقام لینے کے لیے اس کو تبلیغ کا مخالف مشہور کر دیا، خیال کیجئے جو تحریک علماء وعوام میں ربط پیدا کرنے کے لیے شروع کی گئی تھی وہی تحریک آج علماء ومدارس سے بعد ودوری کا سبب بنتی جارہی ہے، کچھ عجیب سی بات ہے جو تبلیغی جماعت سے جتنا قریب تر ہوتا ہے وہ اتنا ہی دوسرے علماء سے بعید ہوتا چلا جاتا ہے آخر ایسا کیوں؟ اور جس نے دو چار چلے دیدیے تو پھر اس کی ترقی کے درجات کیا کہنے پھر تو وہ علماء کی بھی کوئی حقیقت اپنے سامنے نہیں سمجھتا۔ اس کو ذمہ داروں کی طرف سے سرزنش تو کیا ہوتی بلکہ ان نابالغ مبلغین کو بھی مجامع میں تقریر کی اجازت دے دی جاتی ہے پھر جس کا جو جی چاہتا ہے کہتا ہے اور وہ آیات واحادیث سناتا ہے جو جہاد سے متعلق ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی

عرض کروں کہ بہت سے حضرات نے فضائل تبلیغ پر کتابیں لکھی ہیں اور تعلیم میں انھیں کو سنایا جاتا ہے۔ اس سے بڑا مغالطہ ہو رہا ہے عام طور سے لوگ ان تمام فضائل کا مصداق اس تحریک کو سمجھتے ہیں کہ یہ سب سے افضل ہے اور یہ سنت ہے تو اس پر قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل قائم فرمائیں اور جب یہ سنت ثابت ہو جائے تو یہ بھی بتائیں اول سے لیکر آج تک یہ سنت متروک رہی ہے تو کیا سب علماء وصلحاء اور مجددین امت کو تارکین سنت سمجھیں؟ اس کا انطباق بھی ضرور فرمائیں۔ عجیب تضاد ہے کہیں تو اس کو سنت نبوی قرار دیتے ہیں۔ کہیں اس کا بانی ومحرک حضرت مولانا الیاس نور اللہ مرقدہ کو قرار دیتے ہیں۔ میں تو اس سے یہی سمجھا ہوں کہ کسی کی نزدیک بھی اس کی حیثیت متعین نہیں ہے کیف ما اتفق اس کو افضل قرار دینے کی دھن ہے اور تحت الشعور یہ بات دبی ہوتی ہے کہ جب یہ کام افضل ثابت ہوگا تو ہماری افضلیت خود ثابت ہو جائے گی۔

میرے بزرگو! جب ناواقف و نااہل لوگ منصب خطابت پر فائز ہو گئے تو وہ اپنے مبلغ علم کے مطابق ہی نہیں بولیں گے بلکہ اپنے علم سے آگے نکتے پیدا کریں گے ان کو اتنی جرات ہو گئی کہ وہ لوگ اپنے خطابات میں علماء کو تنبیہات فرماتے ہیں۔ بارہا میرے کانوں نے سنا ہے کہتے ہیں کہ علماء دین کے کام کے لیے نہیں نکلتے اور ملازمتوں کا بہانہ لگاتے ہیں۔ ان کا خدا کی ذات پر بھروسہ نہیں رہا۔ حالانکہ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا ہے **لانسئلک رزقا نحن نرزقک الآیہ** اور نحن کو نحن نون کے زیر کیساتھ پڑھا بعض آیات کا ترجمہ بالکل غلط کیا میں نے مجبور ہو کر ان امیر صاحب کو علیحدہ بلا کر دریافت کیا کہ آپ فارغ التحصیل ہیں تو انھوں نے اپنے علاقے ضلع اور تحصیل بتا دیا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ نے قرآن پاک کی آیات واحادیث کا ترجمہ کیوں کیا آپ کو صرف کتاب دیکھ کر سنانا چاہئے وہ صرف اردو پڑھے ہوئے تھے۔

خیال کریں آپ ایک طرف تو محدثینؒ روایت بالمعنی کی بھی اجازت نہیں دیتے اور یہ بے باکی؟ غور کیجئے اس کا کون ذمہ دار ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرت مرحوم اس قدر محتاط تھے کہ کلمہ طیبہ کے ترجمہ میں بھی یوں کہلوایا کرتے تھے کہ اس کا مفہوم یہ ہے میں نے یہ سمجھا ہے۔ ابھی ایک ملاقات میں حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب مدظلہ نے بتایا کہ حضرت مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جی یوں چاہتا ہے کہ احتشام تو لکھ کر دے دیا کرے میں اسی کو سنا دیا کروں گا۔ اور آج یہ عالم ہے علماء بیٹھے رہتے ہیں ناواقف و نابالغ مقتدی مجامع میں دھڑلے سے تقریریں کرتے ہیں اور بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ جب غلط بولنے کی شکایت کی جاتی ہے تو جواب دیدیتے ہیں کہ بعض افراد کی غلطی ہے۔ سوچئے یہ صرف اپنی ذمہ داری سے فرار ہے نمائندہ و امیر تو تبلیغی جماعت کے اور ذمہ دار کوئی اور، عجیب بات ہے کہ ایک سپاہی قانون کی خلاف ورزی کرے اور انچارج تھانہ سے شکایت ہو تو وہاں یوں کہدے ہم ذمہ دار نہیں بھلا کیا یہ بات معقول ہو سکتی ہے؟ اور میں تو کہتا ہوں کہ حسب استطاعت کام بڑھاؤ جتنے پر کنٹرول کر سکو ساری دنیا کی ذمہ داری آپ پر ہی واجب تھوڑی ہے۔ کوئی مجھے بتائے کہ کلکتہ میں اگر کوئی بے نمازی ہی مر گیا تو قیامت میں کیا دلی والے ماخوذ ہوں گے؟ اور بعض یہ دندان شکن جواب دیتے ہیں کہ علماء نہیں لگیں گے تو یہی ہوگا یعنی ان کی نظر میں یہ کوئی قابل مواخذہ حرکت نہیں بلکہ اہل علم کو ہی تنبیہ ہے کہ علماء لگیں ورنہ ان کا اور مدارس کا استخفاف ہوتا رہے گا۔

مسلمانو! تم ہی بتاؤ اگر کسی بچہ کی کوئی شکایت کرے کہ آپ کے بچہ نے یہ حرکت کی ہے، باپ بجائے تحقیق کے اس کا دفاع کرے اور حمایت کرنے لگے کہ جناب میرا بچہ تو ایسا نہیں ویسا نہیں تو آپ ہی فرمایئے ان جوابات سے اس بچہ کی ہمت افزائی نہیں ہوگی؟ اور وہ شکایت کرنے والا اگر کسی سے یہ کہے کہ اس کا باپ ہی سب کچھ کراتا ہے تو کیا وہ اس کہنے میں حق بجانب نہیں ہوگا؟ پھر علماء کو جو دعوت دیتے ہیں تو سر پر حق

کے لیے نہیں بلکہ استفادہ وتعلم کے لیے یعنی آ کر کام سیکھیں اور بے علم لوگ جو چلے دے چکے ہیں وہ ان کے معلم ہوں گے کیا اس سے علماء کا استخفاف ان خواص کی نظر میں نہیں ہوگا؟ آخر کیا چیز ہے جس کو علماء کرام نہیں جانتے پھر کیوں استفادہ کی دعوت دی جاتی ہے؟ علماء بلاوجہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، مطالعہ کریں دیکھیں، اسلاف ؒ نے استحکام واشاعت دین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت واحیاء العلوم کی غالباً جلد ثالث میں بڑی تفصیل سے آداب وحدود وشرائط تبلیغ ومبلغین کو بیان فرمایا ہے، یہ سب کچھ اسی سے مستنبط وماخوذ ہے، البتہ حضرت مولانا الیاس قدس سرہ نے انھیں چیزوں کو اس ہلت کذائی کے ساتھ پیش کیا ہے یہ بیشک ایک الہامی چیز ہے مگر حضرتؒ ان چیزوں کو جو آج اہم مقاصد قرار پا چکے ہیں مبادیات فرماتے ہیں جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جماعت کا یہ تجزیہ مجبوراً بادل ناخواستہ کر رہا ہوں اور دینی تقاضہ وضرورت سمجھ کر کیونکہ جب ان نابالغ مقتداؤں نے خطاب عام شروع کر دیے ہیں جن کی شرعاً ان کو اجازت نہیں ہے اور انھوں نے اس کام کی افضلیت پر حد سے تجاوز کیا ہے اور دوسرے دینی شعبوں کی کھلم کھلا تخفیف شروع کر دی اور ذمہ داروں نے باوجود بار بار توجہ دلانے کے اب تک ان کو نہیں روکا یا وہ رکے نہیں تو ایسی صورت میں ذمہ داری کی بات ہے کہ حقیقت حال واضح کی جائے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے، میں کسی کو تبلیغی جماعت میں جانے سے نہیں روکتا ضرور نکلیں انتہائی مفید ہے اور مشاغل میں مصروفیت کی وجہ سے لوگ نماز وروزہ تک نہیں سیکھتے باہر نکل کر دینی جذبہ پیدا کریں، اپنی نمازیں درست کریں، میرے دل میں ان مسلمانوں کی بڑی قدر ہے جو محض دینی جذبہ اور اخلاص سے دین سیکھنے کے لیے نکلتے ہیں اور نمازی بن کر لوٹتے ہیں۔ لیکن علماء ومدارس وخانقاہ ودیگر دینی شعبوں کی تخفیف ساتھ لیکر لوٹے تو میرے نزدیک ایسا تہجد گزار بھی مجرم ہوگا ایسے

بے نمازی سے جوان سب کی عزت واحترام کرتا ہے اور اس کو گناہ کا احساس اور اس پر ندامت ہے کیونکہ بے نمازی کی معصیت اس کی ذات تک ہے اور دوسرے کی معصیت متعدی ہے، پوری نسل کو نقصان ہوگا۔ تبلیغی جماعت کے نابالغ مقتدی بیشک مجھ کو مخالف کہیں گے مگر اس وحدہ لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس تحریک کا قطعاً مخالف نہیں ہوں۔ جو یہ کہتے ہیں بہتان لگاتے ہیں میں کسی کے سامنے صفائی کی ضرورت نہیں سمجھتا یہ میرے اور میرے اللہ کے مابین معاملہ ہے میں نے صرف مظنہ تہمت سے بچنے کے لیے اتنا عرض کر دیا ہے۔ اور جو کچھ میں نے کہا ہے میں اس کو ضرور کہتا رہوں گا جب تک ضرورت سمجھوں گا کہ ناواقفوں کو خطاب عام کی اجازت نہ دی جائے۔ غور کا مقام ہے کہ کوئی شخص بغیر سند کے کمپوڈر تک نہیں ہو سکتا۔ مگر لوگوں نے دین کو اتنا آسان سمجھ لیا ہے کہ جس کا جی چاہے وعظ وتقریر کرنے کھڑا ہو جائے کسی سند کی ضرورت نہیں ایسی موقعوں پر یہ مثال خوب صادق آتی ہے

<u>مثال:</u> نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم ملا خطرۂ ایمان۔

مسلمانو! جو کچھ میں نے کہا ہے ان دارالعلوم دیوبند کی اکابر کی موجودگی میں کہا ہے یہ علم کے مراکز ہیں اور علم کی منڈی میں رہتے ہیں میں تو ان سے لیکر آپ کو دیتا ہوں اور اپنا خونچہ لگاتا ہوں یہ سب کچھ ان ہی حضرات کا احسان ہے میری ان حضرات کے سامنے کیا حقیقت ہے؟ جو کچھ میں نے کہا ہے اگر غلط ہے تو یہ حضرات مجھ کو درمیان ہی میں روک دیں میں کوئی خفت محسوس نہیں کروں گا بلکہ ہم سب پر احسان ہوگا میں غلط کہنے سے بچوں گا آپ غلط سننے سے محفوظ رہیں گے اگر بعد میں بھی بتلائیں گے تب بھی انشاء اللہ مجمع عام میں اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کروں گا۔ میرا یہ یقین ہے کہ یہ حضرات کسی غلط بات کو اس طرح برداشت نہیں کریں گے الحمدللہ جو کچھ میں نے کہا قرآن وحدیث کی روشنی میں کہا اکابر علماء کی موجودگی میں کہا تو پھر آپ

لوگوں کو اس میں کیا شک شبہ ہو سکتا ہے۔ بہر حال اتنی بات بخوبی واضح ہو گئی کہ یہ تحریک ایک اسلامی تحریک ہے اس کا تعاون اور اس میں شرکت موجب اجر و انتہائی مفید ہے مگر اس کو اسی حد تک رہنا چاہئے، غلو سے گمراہی آتی ہے اور اس میں اپنے نفس کا دخل ہوتا ہے یہی باتیں میں بار بار ذمہ داروں سے بھی کر چکا ہوں اور آپ بھی کان کھول کر سن لیں جہاں تک ترغیب کا معاملہ ہے ہم بھی ان کے ساتھ ہیں لیکن جب معاملہ تفضیل و ترجیح کا آئیگا تو اس کا فیصلہ علم کریگا ورنہ یہ دعوی بے دلیل ہوگا۔ سرزمین یوپی اتنی صلاحیت رکھتی ہے کہ سنجیدگی سے غور کرے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں میں پھر یہی کہتا ہوں کہ لوگوں کو باہر نکلنے کی ترغیب ضرور دو مدارس اہل علم کی تخفیف کر کے نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا (مشکوۃ) یعنی جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کی عزت نہ کی پس وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ کس قدر شدید وعید ہے جس سے آقا اپنی قطع تعلقی کا اعلان فرمائیں اس کے لئے خسران عظیم ہے۔ غور کیجئے امت میں علماء سے بڑا کون ہے جن کی بڑائی خود اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہو جو ان کی تخفیف کرے اس کو اپنے دیندار ہونے میں دھوکہ ہے۔

مسلمانو! یہ تو کسوٹی ہے جس کو قرآن و حدیث کی قدر ہوگی اس کو حاملین قرآن و حدیث کی بھی قدر ہوگی گویا وارثین نبی سے محبت نبی سے محبت کی نشانی ہے۔ اب ہم میں سے ہر ایک خود موازنہ کر لے کہ ہم کو علماء سے کتنا تعلق ہے؟ اسی قدر نبی ﷺ اور علوم نبی ﷺ سے اپنا تعلق سمجھے اسی وجہ سے آج ہر جگہ انتشار و اختلاف پھوٹ پڑا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس تحریک کی بنیادوں میں اخلاص، عاجزی، انکساری، اکرام مسلم دینی ہمدردی، میل جول پیدا کرنا وغیرہ بھرا ہوا ہے اور یہ ساری عمارت اسی پر کھڑی ہے اور اس تحریک کی تعمیر کا چونہ وگارا یہی چیزیں ہیں اگر اس سے یہی چیزیں نکل

جائیں گی تو پھر یہ کچھ بھی نہیں ہے اس تحریک کا وجود استدلالی نہیں ہے اگر اس میدان میں آؤ گے تو ہار جاؤ گے اور یہ تحریک فیل ہو جائے گی اس لیے کہتا ہوں کہ اصلاحات قبول کرو، عاجزی اختیار کرو، ماتحتوں کو شدت سے ان چیزوں کی تلقین کرو، یہ ہم پر نہیں بلکہ تحریک پر بانی تحریک پر احسان ہوگا۔ حضرت کے ملفوظات میں موجود ہے کہ اس تحریک کو عروج میری عاجزی کی وجہ سے ہوا ہے آج لوگ اس کو طاقت سے باقی رکھنا چاہتے ہیں اس کی بقا کا راز اسی طریقہ پر چلنے میں ہے جو حضرت مولانا الیاس صاحب قدس سرہ نے اختیار فرمایا تھا، ورنہ یاد رکھو صرف ڈھانچہ اور اس کی صورت باقی رہ جائے گی اور اس کی جان و روح نکل جائے گی۔

مسلمانو! تم بھی اس کو بچانے کی فکر کرو تمہاری مدد و اعانت یہی ہے کہ جو مدارس و علماء کا استخفاف کرے اس کو محبت سے روک دو اور مرکز میں اس کی اطلاع کرو کہ فلاں شخص نے یہ کہا ہے، اور بھائی دعا سے بھی غفلت نہ کریں، سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، دیکھو اصول یہ ہے کہ اپنوں کو ہر حال میں روکتے رہو، خواہ دوسرے رکیں یا نہ رکیں میں ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب مرحوم کے ساتھ رائے پور جا رہا تھا مولانا چلتی ٹرین میں نسوار کھا کر دروازے کے پاس کلیاں کر رہے تھے تو جب گاڑی رکی تو ایک شخص نے نہایت تیز و تند لہجے میں کہا او بڈھے دیکھتا نہیں ہم پر چھینٹیں آگئی ہیں مجھے اس کی گستاخانہ گفتگو پر غصہ آیا میں اس کو لپٹ گیا۔ میں اس وقت ذرا پہلوانی بھی کرتا تھا۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کرایا۔ مولانا مرحوم کو دیکھا کہ مجھ پر ہی غصہ ہو رہے ہیں اور میری گدی پر ایک طمانچہ بھی رسید کر دیا اور فرمانے لگے دیکھتا نہیں غلطی تو ہماری ہی ہے دیکھا آپ نے بڑوں کا مقام یہ ہوتا ہے یہ نہیں کہ وہ کہتے ہیں تم یہ کہتے ہو اس سے تو مجرم جری ہوتا ہے ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی کر دوں علماء کرام کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ چلو دین کا تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے ہوتا رہے غلطیاں کہاں نہیں ہوتیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ غور

سے کام نہیں لیا حقیقت یہ ہے کہ بے نمازی ہونا عملی قصور ہے اور علماء وبدا س کا اختلاف اور افضل کو غیر افضل یا غیر سنت کو سنت سمجھنا وغیرہ اعتقادی قصور ہے میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ چند اعمال کی اصلاح کے پیش نظر عقائد میں قصور کو نظر انداز کر دینا کہاں تک شرعی نقطہ نظر سے درست ہے؟ صحیح عقائد مدار نجات ہیں اعمال مدار نجات نہیں حدیث شریف میں آتا ہے۔ من قال لا الٰہ الا اللّٰہ فدخل الجنۃ علی ما کان من العمل مشکوۃ یعنی جو اس کا قائل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں جائے گا خواہ اس کا عمل کچھ بھی ہو جس کا مطلب محدثین نے یہی بتایا ہے کہ اعمال کی خرابی سے اللہ چاہے گا تو مغفرت سے اولاً ہی ورنہ سزا پا کر داخل جنت ہو جائے گا دخول اولی نہیں ہوگا۔ بخلاف عقائد کی خرابی کے کہ اس میں نجات ہی نہیں ہے اس لیے علماء کرام کو اس کی طرف خصوصی توجہ فرمانے کی ضرورت ہے کہ نفس تحریک کی تو تائید کریں جو انتہائی مفید ہے اور ان عقائد کی خرابی پر متنبہ کیا جائے جو انتہائی مضر ہیں۔

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون الآیۃ اللہ تعالیٰ نے تحفظ قرآن کا وعدہ فرمایا۔ اس کے تحفظ اور اس کی نشر واشاعت کی سعادت علماء کرام کو نصیب فرمائی۔ آپ واقعات کی اور دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں سمجھ گئے ہوں گے کہ اس کی نشر واشاعت اور عمومی دعوت ومنصب خطابت یہ علماء کرام ہی کا حصہ ہے۔ یہی وارثین انبیاء ہیں اسی دوران میں آپ اس حقیقت کو بھی بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ دنیا کا بقا اور آپ کا تحفظ اسلام کے تحفظ پر موقوف ہے۔ اپنی حفاظت چاہتے ہو تو اسلام کی حفاظت کرو۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان تنصرو اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم الآیۃ یعنی اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدمی نصیب فرمائے گا اللہ تعالیٰ نے دین کی اعانت کو اپنی طرف منسوب فرما کر خدام دین کو اعزاز بخشا ہے۔ جس میں نکتہ یہ ہے کہ معاونین

غرور نہ کریں اس لیے کہ ایسی ذات کی اعانت کی ہے کہ جس کو تمھاری اعانت کی ضرورت نہیں۔ اور تم کو اس کی ضرورت ہے گویا اس کا قبول کرنا تم پر احسان ہے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی ☆ منت ازو شناس کہ خدمت گذاشتت

اس اعانت کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک تو یہ خود عمل کرنا دین کی اعانت ہے اس لیے کہ کسی قانون و دستور کی عزت و اعانت یہی ہے کہ اس کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کرے۔ دوسرے دینی شعبوں کی اعانت دین کی اعانت ہے۔ تیسرے خدام دین کے اعانت دین کی اعانت ہے یہ سب سے اہم ہے کیونکہ دین کا بقا اور اس کی ترقی ان کے بقاء اور ان کی ترقی پر موقوف ہے آپ کو علماء سے شکایت ہے، مجھ کو آپ سے شکایت ہے آپ چاہتے تو یہ ہیں کہ ان میں امام رازی و امام غزالی جیسے پیدا ہوں مگر وہ اسباب اختیار نہیں کرتے آج اگر آپ تحقیق کریں تو معلوم ہو کہ دینی تعلیم حاصل کرنے ناداروں اور غریبوں کے بچے آتے ہیں امرا اپنے بچوں کو دینی مدارس میں بھیجنا پسند نہیں کرتے پیسہ پیسہ کرکے چندہ دیتے ہو، اور وہ بھی اتنا مختصر کہ بچارے اہل مدارس بڑی عسرت و تنگی سے سال پورا کرتے ہیں، مدرسین کے وظائف اس قدر قلیل ہوتے ہیں کہ ان کا گذارا کرنا مشکل ہوجاتا ہے، چھ سات گھنٹے کام لیتے ہیں اس لیے کوئی دوسرا کام بھی وہ نہیں کرسکتے۔ اب بتلائیے اس میں قصور کس کا ہے؟ آپ اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں اگر آپ کو دین سے محبت و تعلق ہے تو علماء کی قدر و قیمت کو پہچانو۔ میرے نزدیک تو ان خدام دین علماء کرام کا مرتبہ سرحدی محافظین سے بھی زیادہ ہے، جن کے بے شمار فضائل احادیث میں وارد ہیں اس لیے کہ یہ علماء کرام محافظین اسلام ہیں اور وہ محافظین اہل اسلام ہیں، اگر وہ بھی بالواسطہ محافظین اسلام ہے، اس لیے آپ حضرات ان معلمین کی تمام ضروریات کا تکفل کریں اور ان کو اپنا سرپرست سمجھیں۔ ان

کو اپنا تنخواہ دار ملازم نہ تصور کریں انشاء اللہ ان میں ہی ان جیسے پیدا ہو گئے۔ اب آپ حضرات خود بھی محاسبہ کریں کہ قصور کس کا نکلا بات کچھ ایسی ہو گئی کہ۔

ہم الزام ان دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بہر حال نتیجے کے طور پر اتنی بات خوب واضح ہو گئی کہ تحفظ قرآن بالفاظ دیگر تحفظ اسلام کی خدمت کی سعادت اللہ نے اہل علم کو نصیب فرمائی ہے اس لیے تحفظ اسلام علماء کرام کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ بات میں واقعہ کے طور پر کر رہا ہوں۔

مسلمانو! سوچو ہم نے تو تینوں صورتوں پر عمل چھوڑ رکھا ہے۔ نہ خود عمل کرتے ہیں بلکہ اپنے پورے معاشرے سے ہم نے اسلام کو نکال پھینکا ہے ہماری زندگی کے کسی شعبے میں بھی اسلامی تعلیمات کا نام تک نہیں اور جو باقی ہیں بحیثیت عادت یا رواج کے باقی ہیں اور وہ بھی اپنی اصلی صورت میں نہیں۔

مسلمانو! اسی سے یہ بات بھی سمجھ لو کہ جب تم نے اپنی سیرت اپنی صورت اپنے کردار و گفتار شادی و غمی خلوت و جلوت سے اسلام کو نکال دیا تو دنیا تم کو تمہارے گھروں سے نکالے گی، لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں اس لیے پریشان ہیں مگر میرے نزدیک تمام عالم میں مسلمان اس لیے پریشان ہیں کہ ان میں اسلام اقلیت میں ہے۔ آپ نے عرب و اسرائیل جنگ میں نہیں دیکھا کہ مسلمان بیشک اکثریت میں ہیں لیکن ان میں اسلام اقلیت میں ہے، نتیجہ آپ کے سامنے ہے جنگ بدر میں مسلمان اقلیت میں تھے لیکن ان میں اسلام اکثریت میں تھا۔ خدائے تعالیٰ تمہاری تعداد کو نہیں دیکھتا کہ یہ دیکھتا ہے کہ مجھ سے کتنا تعلق ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا کہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله الآية یعنی بہت سی مرتبہ تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آ گئی اللہ کے حکم سے دوسری جگہ فرمایا انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین الآیة یعنی تم سربلند ہو گے اگر ہو تم ایمان دار یعنی کامل ایمان، کیجیے یہ حال تو

ہمارے خود کے اسلام سے کوسوں دور بھاگنے کا ہے اور اعانت کی دوسری اور تیسری اقسام یعنی ورسگا ہیں، اور علماء کرام تو ان پر تو میں کافی تفصیل سے عرض کر چکا ہوں۔ آپ ہی بتائیے کہ حال تو ہمارا ایسا اور منتظر بیٹھے ہیں میدان بدر کی غیبی نصرت کے۔ اس کو بے عقلی کہئے سرکشی کہئے۔ یہ سب ، کچھ موت و مابعد الموت سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ خدا کی مدد اسی صورت میں ہوگی جب ، تم اپنے آپ کو خدا کے حوالے کردو گے۔ اپنے آپ کو تدابیر اور اسباب کے حوالے نہ کرو۔ ورنہ خدا بھی تم کو اسی کے حوالے کردے گا۔ بس جس کے پاس اسباب ہوں گے کامیاب ہو جائے گا غیبی مدد نہیں آئے گی۔ اس کی مثال آپ یوں سمجھئے کہ جب بچہ چلتا ہوتا ہے تو وہ اپنے اوپر بھروسا نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو دوسروں کے حوالے رکھتا ہے۔ باپ کی انگلی پکڑ کر چلتا ہے تو باپ خود اس کو اپنی نگرانی میں لے جاتا ہے، اور جس جگہ سے وہ خود نہیں گذر سکتا باپ اس کو گود میں اٹھا کر لے جاتا ہے لیکن جب وہ اپنے اوپر بھروسا کرتا ہے تو باپ نگرانی نہیں کرتا بلکہ چلتے ہوئے اگر ٹھوکر لگ جائے تو اس کے ایک طمانچہ اور رسید کرتا ہے کہ دیکھ کر نہیں چلتا۔ اسی طرح اللہ کے ساتھ تعلق کو سمجھ لو کہ بچہ کی طرح اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردو خدا تمھاری مدد کرے گا اور جہاں تم عاجز ہوگے گود میں اٹھانے کی طرح تمھاری مدد کریگا اسی کا نام توکل ہے کہ ہمیشہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے عاجز ومحتاج سمجھے بس پھر اس کے لیے خدا کافی ہے **ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ** یعنی جس نے اللہ پر بھروسا کیا بس اللہ کافی ہے اس کو ایک جگہ فرمایا گیا **ومن یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی الآیۃ** یعنی جو شخص اللہ پر ایمان لایا پس پکڑ لیا اس نے مضبوط دستہ کو۔

بزرگو! ان سب آیات واحادیث سے یہی سبق ملتا ہے کہ آپ کی حفاظت آپ کی عزت آپ کا وقار، آپ کی سربلندی، آپ کا تسلط واقتدار مختصر یہ کہ آپ کا عروج وزوال سب قرآن پاک اور اس کی تعلیمات کے ساتھ وابستہ ہے جتنا اس کی طرف

بڑھو گے خدا کی حفاظت میں آجاؤ گے یعنی قرآنی تعلیمات کے صدقہ میں ہی تمہاری حفاظت ہوگی۔ ہماری مثال گتہ کے ڈبے جیسی ہے جس میں سونا رکھا ہوا ہے۔ اس ڈبہ کو کتنی حفاظت سے رکھا جاتا ہے آپ جانتے ہیں کہ اصل میں ڈبہ کی حفاظت نہیں ہے مگر سونے کے صدقے میں ڈبہ بھی محفوظ ہو گیا اور جب سونا اس میں سے نکل جاتا ہے تو وہی ڈبہ ٹھوکروں میں پڑا پھرتا ہے تو بھائی اسلام مثل سونے کے ہے، جب تک وہ ہمارے اندر محفوظ تھا ہم بھی محفوظ تھے، جب ہم نے اسکو نکال پھینکا ہے تو خود بھی ٹھوکروں میں پڑے پھر رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان اللہ تعالی یرفع بھذا اقواما ویضع بہ آخرین یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس قرآن پاک پر عمل کرنے کی بدولت قوموں کو بلند کیا اور اس پر عمل چھوڑنے کی وجہ سے دوسروں کو پست کر دیا۔

لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اشاعت اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں وہ سب محافظین اسلام کے زمرہ میں شمار ہونگے اور اللہ تعالی ان کو اتنا ہی بلند کریگا۔

آپ کو یاد ہوگا میں ایک آیت تلاوت کی تھی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون الآیۃ ۔ جس کے متعلق جو مضمون اللہ نے دل میں ڈالا عرض کر دیا گیا اور کافی شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالی قبول فرمائیں اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

آوازِ محمود

المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ وفی روایۃ المسلم والا یظلمہ ولا یخذلہ ولا ینصرہ اما بعد!

عزیز دوستو! خاکسار ذرۂ بے مقدار حضرات علمائے کرام و معززین اہل اسلام و برادران وطن کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ آپ حضرات نے مجھ جیسے ناچیز وضعیف کو جس عظیم الشان خدمت کے لیے منتخب فرمایا ہے میں اس کے لیے آپ کی محبت وعزت افزائی کا دل شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی یہ التماس کرتا ہوں کہ صدارت کی ذمہ داری کی اہمیت اور زمانہ حاضرہ کی ہوش ربا کش مکش موت وحیات پر نظر کرتے ہوئے میں اپنی گذشتہ پنج سالہ قید غربت اور اب موجودہ ممتد علالت کے سبب سے صدارت کی خدمت سے اپنے آپ کو قاصر پاتا ہوں۔

کیونکہ ایسے نازک اور پرخطر زمانے میں کسی عظیم ملی اور قومی اجتماع کی صدارت کے لیے ضروری تھا کہ صدر تمام جزئیات سے واقف ہو اور نہ تھکنے والی دماغی قوت اور نہ متزلزل ہونے والی قلبی عزیمت اور نہ سست ہونے والے اعضاء وجوارح کی طاقت رکھتا ہو۔ بایں ہمہ آپ حضرات نے مجھے ایک دینی قومی خدمت کے لیے نامزد اور منتخب کردیا تو میرے لیے سوائے اسکے چارہ نہ تھا کہ بنام خدا اس کے لیے سر تسلیم خم کردوں اور خدا کی تائید پر بھروسا کر کے خدمت اسلام اور اہل اسلام کے لیے تیار ہو جاؤں۔

معزز حاضرین! میری اس عاجزانہ التماس پر پوری توجہ مبذول فرمائیں کہ کئی مہینے کی ممتد علالت کی وجہ سے مجھے پورے اطمینان سے غور وخوض کا موقع نہیں ملا

ہے اس لیے معروضات میں اگر کسی قسم کی کوتاہی ہو، مضامین منتشر ہوں تو میرے واقعی عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجھے معاف فرمائیں۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔

اجلاس کی فضیلت

محترم حاضرین! آج جس اجلاس میں آپ تشریف فرما ہیں او رطویل وعریض سفر برداشت کر کے شریک ہوئے ہیں یہ وہ مقدس اجتماع ہے جس کی سنگ بنیاد بحکم

۱۔ وشاورھم فی الامر اور ان سے کام میں مشورہ لیجیے۔

۲۔ امرھم شوریٰ بینھم اور ان کا معاملہ آپس میں مشورہ کا ہے۔

۳۔ وتناجوا بالبر والتقوی اور وہ نیکی وتقوی کے کاموں میں مشورہ کرتے ہیں۔ رکھی گئی ہے یعنی حق جل جلالہ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عام حکم فرمایا کہ آپ اپنے اصحاب کرام سے مشورہ فرمایا کریں اور پھر مسلمانوں کی شان بھی یہی بیان فرمائی کہ وہ اپنے امور کا آپس میں مشورہ کر کے فیصلہ کرتے ہیں جس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے تمام کام بالخصوص ایسے کام جن کا مسلمانوں کی تمام جماعت سے تعلق ہے آپس کے مشورہ سے ہونا چاہیے۔ یہ حکم تو ایسے جلسوں اور اجتماعوں کی بنیاد ڈالتا ہے جو بغرض مشورہ منعقد کیے جائیں اور ارشاد ہے:

تناجوا بالبر والتقوی نیکی اور تقوی میں مشورہ کرو

ان جماعتوں کی نوعیت کی تائید کرتا ہے یعنی مجلس مشاورت کا نیکی اور خوف خدا پر مبنی ہونا لازم ہے پس ایسے تمام جلسے جن کا مقصد دین مقدس کی حمایت وحفاظت ہو او رجن میں نیکی اور بھلائی کے طریقوں پر غور کیا جائے اور جن میں خدائے قدوس کا خوف شامل حال رہے منعقد کرنا اور ان میں شریک ہونا حکم خداوندی کی تعمیل اور سنت رسول کی اقتدا ہے۔ چونکہ دور حاضر میں دشمنان اسلام نے مقامات مقدسہ کو غصب کر کے او

راقتدار خلافت کو پامال کر کے مسلمانوں کے واجب الاحترام جان و مال سے زیادہ عزیز مذہب کی توہین اور ان دینی بھائیوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو برباد کیا اس لیے تمام روئے زمین کے مسلمانوں پر فرض ہو گیا کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی نصرت و اعانت کریں اور اپنے پاک و مقدس مذہب کی حفاظت اور اعدائے اسلام کے مدافعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔

اس فرض میں چین، جاوا، ہندوستان، افغانستان، ترکستان، بخارا، وغیرہ کے مسلمان برابر ہیں، کسی کی تخصیص نہیں۔ جن مقامات میں لڑائی ہوئی ہے جس طرح وہاں کے مسلمانوں پر فرض تھا کہ اپنے بھائیوں کی مدد اور دشمن کی مدافعت کریں اسی طرح روئے زمین کے مسلمانوں پر ایشیائی اور یوروپین (دور حاضر میں افغان) مظلوم مسلمانوں کی اعانت اور دشمن کی مدافعت کرنا فرض ہے۔ اگر چہ امداد اعانت کی صورت مختلف اور مدافعت کے نوعیت جداگانہ ہوگی، دور حاضر میں جمعیۃ علماء ہند کے سامنے جہاں اور مذہبی اور علمی فرائض ہیں اس وقت یہ فریضہ بھی اس کے پیش نظر ہے بلکہ تمام دیگر فرائض سے مقدم اور اہم ہے۔

رشتہ اخوت

یہ سوال کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا بیرون ہند کے مسلمانوں کے ساتھ ایسا کوئی شدید تعلق ہے جس کی وجہ سے ان پر سات سمندر پار رہنے والوں کی جانی اور مالی امداد فرض ہو جائے اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیروؤں اور کلمہ گویوں کے درمیان ایک ایسا رشتہ اتحاد قائم کیا ہے جو تمام مصنوعی قومی اتحادات سے بالاتر ہے اس میں قومیت اور لباس اور رنگت کا امتیاز نہیں صرف خدائے واحد پر ایمان لانا ایک مغربی شخص کو اقصائے مشرق میں رہنے والے کے بھائی بنا دیتا ہے اور ان بعد المشرقین کے رہنے والوں کے درمیان وہ تمام تعلقات قائم ہو جاتے ہیں جو ایک بھائی کے ساتھ

حاصل ہوتے ہیں حضرت حق جل شانہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: انما المؤمنون اخوۃ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ان حقا علی المؤمنین ان یتوجع بعضھم بعض کما یالم الجسد للراس (کنز العمال)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے لیے ایسے دردمند ہوں جیسے سر کے درد سے تمام اعضائے بدن دکھ پاتے ہیں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: المومنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان اشتکی راسہ اشتکی کلہ (رواہ احمد)

تمام مسلمان ایک جسم ہیں اگر آنکھ میں درد ہو تو تمام بدن دکھ اٹھاتا ہے اور سر میں درد ہو تو تمام بدن تکلیف پاتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان کے دکھ اور درد سے تمام مسلمانوں کو درد اور تکلیف پہونچنا ضروری ہے، خدائے پاک کے فرمان اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشاد سے صاف ثابت ہو گیا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے درد سے اسی قدر صدمہ ہونا چاہئے جس قدر ایک عضو کی تکلیف سے دوسرے اعضاء کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور اس مثال سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایمان اسی وقت کامل ہوگا جب ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تکلیف سے ایسی ہی بے اختیاری اور بے اضطراری ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ وفی روایۃ المسلم والا یظلمہ ولا یخذلہ ولا ینصرہ

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے دشمن کے پنجے میں چھوڑتا ہے اور مسلم کی روایت میں نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کی نصرت اور مدد سے منہ موڑے نہ اسے حقیر کرے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: مامن امرء

مسلم یخذل امراءً مسلماً فی موضع ینهک فیه الا خذله الله فی موضع یحب فیه نصرته ومامن امرا مسلم ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیه من عرضه وهتک فی من حرمته الانصره الله فی مواطن یحب فیه نصرته.

جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسے موضع میں مدد نہ کرے جہاں اس کی بے عزتی کی جاتی ہو اور آبرو پامال ہوتی ہو تو خدا اس کی جگہ مدد نہ کرے گا جہاں وہ خدا کی مدد چاہتا ہے اور جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسی مدد کرے گا جہاں اس کی عزت خراب اور بے آبروئی ہو رہی ہے تو خدا اس کی اس جگہ مدد کرے گا جہاں وہ خدا کی مدد چاہتا ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس کو ہلاکت سے بچاتا ہے اور پس پشت اس کی حفاظت کرتا ہے یہ ہیں خدا کے برتر اور اس کے پاک رسول کے صریح فرمان اور یہ ہیں مذہب اسلام کے جلیل القدر احکام جن کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان اپنے سمندر پار کے مذہبی بھائیوں کی امداد و اعانت کو اپنا مذہبی پاک فریضہ سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اگر ہم نے اس حالت دردناک میں بھی ان کی بات نہ پوچھی، کانو ں میں تیل ڈالے بیٹھے رہے اور ان کو دشمنوں کا تختہ مشق بنانے کے لیے چھوڑ دیا اور ان کی امداد و اعانت میں امکانی کوشش نہ کی تو قیامت کے دن خدائے جلیل و جبار کے قہر سے چھٹکارا مشکل ہے۔

رشتۂ اسلام اور عہد باہمی

اسلام سے پہلے قومی زندگی قائم رکھنے اور بنی نوع کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے اقوام عالم کا یہ طریقہ تھا کہ ایک دوسرے کیساتھ حلف یعنی معاہدہ کرلیا جاتا تھا دونوں معاہد قومیں ایک دوسرے کی مددگار رہوتی تھیں ایک دوسرے کی طرف سے دشمنوں سے لڑتی تھیں معاہدے کی یہ رسم غیر مسلم اقوام میں آج تک جاری ہے۔

اسلام نے حلف یعنی معاہدۂ نصرت کو جو مسلمانوں کیلیے آپس میں ضروری قرار دیا تو چیخ و پکار کرتے ہیں، تمام ایسے لوگوں سے ببانگ دہل کہے دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں باہمی نصرت و معاونت کا معاہدہ انسانی معاہدہ نہیں ہے۔

اگر تمھارے اپنے قائم کیے ہوئے معاہدے تمھیں مجبور کرتے ہیں کہ امریکہ والے آکر یورپ میں تمھارے مدد کریں اور ان کی یہ مدد آئین وانصاف کے خلاف نہ سمجھی جائے تو مسلمانوں کو ان کا خدا ان رسول ان کا پاک مذہب حکم کرتا ہے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی مدد کریں خواہ وہ کہیں کے رہنے والے ہوں۔ کسی انسانی قانون وطاقت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے مذہبی فرائض سے روکے یا ان کی جائز مذہبی جدوجہد کو غیر آئینی قرار دے، یہاں پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے واقعات ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو اس قدر بے چین ومضطرب کر دیا ہے۔ اور کیا اسباب ہیں جن کی وجہ بیرونِ ہند کے رہنے والے بھائیوں سے ہمدردی اور ان کی اعانت فرض ہو گئی ہے اس کا جواب دینے اور سننے کے لیے پتھر کا دل اور فولاد کا کلیجہ درکار ہے اس اس کی تفصیل کے لیے بہت زیادہ وقت کی ضرورت ہے۔ اس لیے اول تو اپنے ضعف کی وجہ سے دوسرے اس لیے بھی کہ بہت سے واقعات اور مظالم اخباروں میں اور تحریروں کے ذریعے عالم آشکار ہو چکے ہیں صرف چند جملوں پر اختصار کرتا ہوں۔

ٹرکی اور برطانوی طرزِ عمل

معزز ناظرین! دنیائے اسلام میں گذشتہ چند صدیوں سے سلطان ٹرکی واحد سلطنت اسلامی شوکت کی ضامن تھی۔ اور حرمین محترمین، بیت المقدس، عراق وغیرہ کے تمام اماکن مقدسہ ومقامات محترمہ کی حفاظت کی کفیل تھی۔ جمہور اسلام کے اتفاق سے سلطان ٹرکی خلیفۃ المسلمین مانے جاتے تھے۔ اور خلافت کے فرائض نہایت خوبی سے انجام دیتے تھے۔ ان کا عروج وترقی اور ان کی سلطنت کی وسعت جابر وغاصب سلطنتوں

کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور وہ ہمیشہ اسی فکر میں لگی رہتی تھیں کہ خلیفۃ المسلمین کا اقتدار گھٹایا جائے اور مستقر خلافت پر قبضہ کر کے یورپ سے اسلام کا نام ونشان مٹایا جائے اگر چہ سلطان ترکی پر ان سیکی بھیڑیوں کے درمیان بالکل ۳۲ دانتوں میں ایک زبان کی مثل صادق تھی مگر خلیفۃ المسلمین کی اسلام کے لیے جانبازانہ مقاومت ان غاصبوں کی متعصبانہ یورشیں پوری نہ ہونے دیتی تھیں تاہم ان دشمنان اسلام کے دندان غریب ترکی کے بدن میں سے گوشت کے لوتھڑے نوچتے رہے ۱۸۷۷ء سے تو اس نوچ کھسوٹ کا متواتر ایک سلسلہ قائم ہو گیا۔ مصر جیسا زرخیز علاقہ قبرص، طرابلس، سالونیکا، یونان، بلغاریہ، سرویا، البانیہ وغیرہ ترکی علاقے یکے بعد دیگرے ان ظالموں کی جوع الذئب کے بھینٹ چڑھ گئے اور یہ ان بڑے بڑے لقموں کو ہضم کر گئے کہ ڈکار تک نہ لی۔ یہاں تک کہ یہ جنگ عظیم چھڑ گئی۔ اس کا واحد سبب طمع ملک گیری تھا۔ کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ ترکی کو بھی شریک جنگ ہونا پڑا۔ اس وقت تمام عالم کے مسلمان جس مصیبت میں مبتلا ہوئے اور بالخصوص برطانوی حکومت میں رہنے والے مسلمانوں کو جو مشکلات پیش آئیں اس کو خدائے علیم وحلیم ہی بہتر جانتا ہے برطانوی مدبرین نے اپنی مسلمان رعایا کی تسلی کے لیے وقتاً فوقتاً چند اعلان شائع کیے جن میں مسلمانوں کو اطمینان دلایا گیا۔ کہ ان کے مقامات مقدسہ پر کوئی آنچ نہ آئے گی اور مستقر خلافت پر کوئی معاندانہ قبضہ نہ کیا جائے گا۔ اگر چہ مسلمانوں کا ان وعدوں پر یقین کر کے مطمئن ہونا ایک سخت غلطی تھی۔ جس کا تلخ ترین مزہ آج ان کے روحانی ذائقہ کو تلخ بنا رہا ہے۔ لیکن واقعہ یوں ہوا کہ مسلمان اس وعدے پر مطمئن ہو گئے اور سلطنت برطانیہ کی جانی ومالی امداد کر کے شاندار فتح حاصل ہونے کے باعث بنے۔

شاطرین برطانیہ نے جیسے ہی ہوا کا رخ اپنے موافق دیکھا فوراً عیاری کے وار چلنے لگے اور تمام دنیا کی قوموں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر وعدے نسیاً منسیاً کر دیے۔

مقامات مقدسہ پر قبضہ کرلیا۔ مستقر خلافت یعنی قسطنطنیہ کو فوجی قبضہ میں دبوچ لیا سمرنا پر یونانیوں کو قبضہ دلا دیا۔ عرب ترغیب اور لالچ دے کر خلیفۃ المسلمین سے باغی بنا دیا۔ ترکی فوجوں سے ہتھیار رکھوا لیے۔ اور اس غریب کو زمانہ التوا میں بے دست وپا کر کے نہایت ذلت آمیز شرائط صلح پر دستخط کرنے کے لیے مجبور کیا۔ شرائط صلح میں خاص طور سے اقتدار خلافت کو زائل کرنے والی شرطیں لگائی گئیں اور تمام دیگر طاقتوں کے مسلمان رعایا کا خلیفۃ المسلمین سے مذہبی سرپرستی کا تعلق منقطع کردیا گیا ولی عہد ترکی کو حراست میں کرلیا اور اسی قسم کے ہزاروں غیر منصفانہ سلوک کیے گئے۔

عالم اسلام کی مصیبت اور اضطراری

ان لڑائیوں میں شام، عراق، عرب، سمرنا، ترکی کے مسلمانوں پر مصیبت کے پہاڑ توڑے گئے۔ لاکھوں مسلمان قتل کیے گئے۔ لاکھوں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے۔ ہزاروں کلمہ گو خانہ ویران ہوکر وطن سے بھاگ نکلے اور آج غیر ملکوں میں سڑکوں اور میدانوں پر بے یارومددگار پڑے ہوئے ہیں۔ سیکڑوں کے بدن پر کپڑا اور جان بچانے کے لیے قوت لایموت بھی میسر نہیں۔ سمرنا میں ہزاروں بے گناہ قتل کر دئے گئے عورتوں کی عصمت دری کی گئی، یہ ہیں وہ روح فرسا وجان سوز واقعات جنہوں نے تمام عالم کے مسلمانوں کو بے چین کردیا ہے۔ اور جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان باقی ہے وہ سیماب بے قرار ہے اور اپنا شرعی اخلاقی قانونی حق سمجھتا ہے کہ اپنے مظلوم بھائیوں کی نصرت واعانت کیلیے اٹھ کھڑا ہو۔ اور جس طرح ممکن ہو اپنے بھائیوں کو دشمن کے نرغے سے نکالے اور ان کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائے۔

اخوت ایمانی کی ایک عالم گیر لہر اٹھی اور طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک دوڑ گئی۔ سوتے ہوؤں کو بیدار کردیا بیداروں کو اٹھا کر کھڑا کردیا ۔ اور کھڑے ہوؤں کو بے محابا دوڑا دیا۔ حجرہ نشین زاہد کتاب کے کیڑے طالب علم

دوکانوں پر بیٹھنے والے تاجر، اسباب ڈھونڈھنے والے مزدور، مدرسوں میں درس دینے والے، برق تقریر عالم اب ایک صف میں آکر کھڑے ہو گئے ہیں یہی نہیں بلکہ دول یورپ اور بالخصوص برطانیہ کی ظالمانہ اور غاصبانہ پالیسی کو دیکھ کر اکیس کروڑ برادر وطن بھی ان کے ساتھ ہمدردی کے لیے تیار ہو گئے، یہ فریضہ تو اپنے مسلمان بھائیوں کی اعانت اور امداد کے متعلق تھا۔ جس میں انسانی ہمدردی اور اخلاقی مروت کی وجہ سے غیر مسلم بھائی بھی مسلمانوں کے دوش بدوش کام کر رہے ہیں اس کے بعد دوسرا فریضہ حمایت مذہب او راماکن مقدسہ کا احترام باقی رکھنے کے لیے ہے جو مسلمانوں پر ان کے پاک مذہب نے عائد کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ آخری وصیت جو دنیا سے تشریف لے جاتے وقت مسلمانوں کو فرمائی تھی یہ تھی: اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور دوسری روایت میں ہے، اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب یہود اور نصاریٰ جزیرۂ عرب سے نکال دو ان احکام میں تمام مسلمان مخاطب ہیں عرب عجم کی کوئی تخصیص نہیں چینی شامی یا ترکی یا ہندی کا کوئی امتیاز نہیں۔ ان احکام کی وجہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اسلام کے اصلی سرچشمے ہیں ۔حجاز کی سرزمین پہلی جگہ ہے جہاں توحید ربانی کا آفتاب طلوع ہوا اور اس کے ذروں کو روشن کر کے ہر ہر ذرے کو دنیا کے مختلف حصوں کے لیے ایک آفتاب بنادیا، اس پاک اور مقدس سرزمین پر اسلام کے حقیقی جاں نثاروں اور خدائے پاک کی توحید پر جان قربان کرنے والوں کے خون کے محترم قطرے گرے ہیں۔ اور انھوں نے نہایت جلیل القدر قربانیوں کے بعد ان مقامات کو کفر وشرک کے نجاست سے پاک کیا ہے پس اس لیے کہ جزیرۂ عرب اسلام کا اصلی سرچشمہ ہے۔ آفتاب توحید کا مطلع ہے۔ اسلامی شوکت کا مرکز اور تجلیات الٰہی کا مظہر ہے۔ اس میں خدا کے سب سے زیادہ مقدس اور محبوب رسول کی آرام گاہ۔ اس دنیا میں سب سے پہلا توحید کا عبادت خانہ ہے اس کے ریگستان

کے ذرے ذرے صحابہ کے خون سے سیراب کیے گئے ہیں۔ اس میں اسلام کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یادگاریں ہیں۔ ضروری ہے کہ کسی غیر طاقت او ر دشمن اسلام سلطنت کے قبضے اور تسلط سے پاک رہے۔

کیا تین خدا ماننے والوں کیا مادی قوت کے پرستاروں، کیا دنیا کی سرزمین کو اپنی جاگیر سمجھنے والوں سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ان تسلط اور قبضہ کے بعد رسول پاک کے روضہ مطہرہ کا احترام اور بیت الحرام کی حرمت باقی رہے گی اور یہ دشمنان توحید اس کی تقدیس و تعلیم کو اپنے خیال سے ضروری سمجھ لیں گے۔ رعایا کے مذہبی جذبات سے خوف کھا کر اور عام ہیجان کے خطرے سے دفعۃً کوئی ایسی بات نہ کریں گے جس سے عالم اسلام میں ایک طوفان برپا ہو جائے تو یہ اور بات ہے لیکن کوئی تجربہ کا جسے یورپین طاقتوں کی اس مذہبی عصبیت کا تجربہ ہے جس کی وجہ سے برطانی ذمہ دار اراکین فتح بیت المقدس کو شاندار صلیبی فتح قرار دیتے ہیں اور سالونیکا پر یونانیوں کے قبضے کے وقت یہ کہہ کر خوشی مناتے ہیں کہ یورپ میں عیسائی مذہب کے داخل ہونے کا پہلا دروازہ پھر عیسائیوں کے پاس آ گیا کوئی ایک منٹ کیلئے مطمئن نہیں ہو سکتا کہ ان دوست نما اعدائے اسلام کے تسلط کے بعد بھی مقامات مقدسہ کی حقیقی حرمت باقی رہ سکتی ہے حج کیوں کر ہوگا، بہت سے ظاہر بین مسلمان بھی اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ انگریزی تسلط کے بعد حج جاری رہے گا بلکہ آرام و آسائش کے سامان زیادہ ہو جائیں گے۔ میں ان حضرات سے صرف اس قدر عرض کرتا ہوں کہ آپ نے ایک ظاہری سفر کو حقیقی حج سمجھ لیا ہے۔ اور ظاہری سفر کے آرام آسائش کو حضور قلب اور اخلاص و حلاوت ایمانی کی جگہ دے دی ہے۔ اور پھر ظاہری آرام و آسائش کا بھی آپ کو تجربہ ہو جائے گا۔ ابھی ذرا ٹھہر جائیے۔ یہ سنہرا طوفان جو خود غرض اور عیاری کے ساتھ عرب کی سطح پر محیط ہو گیا تھا ذرا کھل جانے دیجئے۔ پھر

آپ کو آرام وآسائش کا بھی پتا چل جائے گا۔

شریف حجاز

یہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ حجاز پر انگریزی قبضہ نہیں ہے بلکہ شریف مکہ کی حکومت ہے۔ میں عرض کروں گا کہ حکومت شریف کی حقیقت بھی واقف کار نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بھلا وہ شریف جس نے اپنے قدیمی ولی نعمت اور واجب الاحترام آقا اور مفروض الطاعت خلیفۃ المسلمین سے ایک مسیحی طاقت کی ترغیب اور ابلہ فریبی کی وجہ سے بغاوت کی ہو۔ وہ شریف جو انگلستان کا وظیفہ خوار ہو وہ شریف جو مسیحی سرادروں کی تصویروں کو سینہ سے لگاتا ہو وہ شریف جو خدا کے مقدس جائے امن سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے کفار کے حوالے کر دے اس کی حکومت صحیح معنی میں اسلامی حکومت ہو سکتی ہے؟ اور اس کا نام نہاد اقتدار اسلامی اقتدار کہلا سکتا ہے؟ حاشا کلا، الغرض بیت المقدس سرزمین عراق، عرب یہ سب مسلمانوں کے اماکن مقدسہ تمام مذہبی احکام کے بموجب غیر مسلم اثر سے پاک وصاف رکھنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے؟ یہاں تک اس کا بیان تھا کہ اس وقت مسلمانوں کے مذہبی فرائض کیا ہے؟ گذشتہ بیان سے معلوم ہو گیا وہ فرائض کیا وہ فرائض یہ ہیں۔

(۱) اپنے مسلمان بھائیوں کی نصرت واعانت (۲) مقامات مقدسہ کی حفاظت (۳) خلیفۃ المسلمین کی برقراری میں کوشش (۴) اور خلافت اسلامیہ کے استحکام کی سعی کرنا۔

فرائض اسلامیہ اور ہندوستانی مسلمان

اب سوال ہے کہ ہندوستان کے لیے ان فرائض کے ادا کرنے کی کیا سبیل ہے۔ میں پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے نہ صرف ہندوستان بلکہ اقصائے عالم میں کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہ ہوگا جو ان فرائض کی واقفیت سے منکر

ہو بلکہ اس میں تردد اور شبہ رکھنے والا بھی غالباً کوئی متنفس نہ نکلے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک تلاطم برپا ہے۔ ہر شخص بے چین ومضطرب ہے خلافت کمیٹیوں کی کثرت اور عام قومی مظاہروں اور جلسوں کی نوعیت اس کی بین دلیل ہے مگر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی خوف کی وجہ سے جو ان کے دلوں پر مسلط ہو گیا ہے اس فریضہ کے عائد ہونے میں طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں یا کسی دنیوی طمع اور لالچ اپنی سنہری روپہلی مصلحتوں کے باعث حیلے حوالے تراشتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ علمائے ہند کی ایک کثیر جماعت یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ چوں کہ ہندوستان کے پاس مدافعت اعدا کے مادی اسباب نہیں ہیں۔ توپیں ہوائی جہاز، بندوقیں، ان کے ہاتھ میں نہیں۔ اس لیے مادی جنگ نہیں کر سکتے لیکن انھیں یقین رکھنا چاہئے کہ جب تک برطانیہ کے وزراء اسلامی مطالبات تسلیم نہ کریں اس وقت تک تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی انکے ساتھ معاشرتی اور اخلاقی جنگ کی حالت ہے یعنی مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ایسے تعلقات قائم رکھیں جن سے انکی مخالفانہ اور معاندانہ طاقت کو مدد پہونچے اور ان کے نشہ غرور تکبر کو تیز کرے۔ مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ وہ دشمن اسلام کو دشمن کے مرتبے میں رکھیں اور ایسے تعلقات کو جو میل اور دوستی اور محبت پیدا کرنے والے ہیں، اک دم چھوڑ دیں اس اخلاقی جنگ کا نام ترک موالات ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں صریح احکام موجود ہیں حق تعالیٰ نے سورۂ ممتحنہ میں فرمایا ہے: یاایہا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء: اے مسلمانو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔

ترک موالات

اس آیت میں حضرت حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنان اسلام کے ساتھ موالات کرنے سے انکار فرمایا ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جس وقت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ فتح مکہ کا ارادہ کیا اور اس کا سامان ہونے لگا تو حاطب بن ابی بلتعہ صحابی نے مشرکین عرب کو ایک اطلاع کا خط لکھا جس میں ان کو متنبہ کیا تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر حملہ کرنے کی تیاریاں کررہے ہیں تم اپنا بھلا سوچ لو ۔ چونکہ قریش کے ساتھ ان کا کوئی نسبی تعلق نہ تھا اس لیے انھوں نے چاہا کہ ان کے ساتھ یہ احسان کردوں ۔ اور اس کے بدلے میں وہ میرے اہل وعیال اور جائیداد وغیرہ کی جو مکہ میں ہیں حفاظت کریں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی اور راستے میں سے وہ خط پکڑا گیا اس پر حق تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اس میں کئی باتیں خاص توجہ کے لائق ہیں ۔

اول یہ کہ اس میں حق تعالی نے "عدوی وعدوکم" فرمایا ہے جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ دشمنان خدا اور دشمنان اہل اسلام سے ترک موالات کا حکم دینے کی علت ان کی عداوت اور دشمنی ہے تو جہاں کہیں عداوت اور دشمنی موجود ہوگی وہاں ترک موالات کا حکم اسی طرح عائد ہوگا جس طرح آیت شریفہ کے نزول کے واقعے میں ہوا تھا ۔

دوسرے یہ کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے کفار کی محبت یا قلبی میلان یا ان کے کفر سے راضی ہونے کی وجہ سے یہ کام نہ کیا تھا بلکہ محض ایک دنیوی مصلحت کی وجہ سے کیا تھا اور مصلحت بھی ایسی کہ ان کے اہل وعیال کی حفاظت کی کوئی سبیل نہ تھی کیونکہ وہ دشمنوں کے تسلط کے مقام میں تھے گویا ان کا یہ خبر دینا دشمنوں کی ایک معاونت وحفاظت جائداد واہل وعیال کا معاوضہ تھا باوجودیکہ حضرت حق تعالی نے اس کو موالات سے تعبیر فرمایا او رممانعت کا حکم بھیجا ۔ تیسرے یہ کہ حاطب کا یہ فعل یعنی خبر دینا کفار کی کوئی امداد و اعانت نہ کرتا تھا بلکہ صرف ان کو ان کے برے انجام سے خبردار کرنا اور اپنی نجات کا طریقہ سوچ لینے کیلیے ہلاکت کا وقت سر پر آنے سے پہلے موقع بہم پہونچانا تھا مگر صرف اتنی بات کو بھی

حق تعالیٰ نے موالات ممنوع میں داخل فرماکر موالات کی ممانعت کا حکم نازل فرمایا ۔حاطب کے اس خفیہ خط کے یہ الفاظ اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید کم فخذو حذر کم ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے اوپر حملے کا ارادہ فرمارہے ہیں تم اپنا بچاؤ اختیار کرو اور جب حضور نے ان سے دریافت کیا کہ کیوں صاحب یہ کیا حرکت تھی تو انھوں نے جواب دیا: وما فعلتہ کفراً ولا ارتداداً عن دینی ولا رضاً بالکفر بعد الاسلام ، حضور میں نے یہ کام کفر کی وجہ یا اسلام سے پھر جانے کے باعث یا اسلام لانے کے بعد کفر سے راضی ہونے کے سبب نہیں کیا۔

کان اھلی بین ظھرانیھم فخشیت علی اھلی فلا ردت ان اتخذلی عندھم یداً وقد علمت ان اللہ تعالیٰ ینزل بھم بامرہ وان کتابی لا یغنی عنھم

میرے اہل وعیال کفار مکہ کے نرغے میں تھے مجھے ان کی جان کا خوف تھا تو میں نے چاہا کہ ان کے ساتھ ایک احسان کردوں اور بیشک میں جانتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ ان کافروں پر اپنا عذاب نازل کرے گا اور میرے خط سے انھیں کوئی فائدہ نہ پہونچے گا۔

چوتھے یہ کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حاطب کے اس فعل کو مظاہرات سے تعبیر فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس حاطب نے اسلام کی بیعت توڑ دی اور آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے: انما ینھا کم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون، یعنی حق تعالیٰ تم ایسے لوگوں کی موالات سے منع کرتا ہے جو تم سے مذہبی لڑائی

لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور نکالنے والوں کے مددگار ہوئے اور جو لوگ ان سے ترکِ موالات نہ کریں گے وہ ظالم ہیں، جن کافروں میں یہ تین چیزیں پائی جائیں ان کی موالات کو یہ آیت حرام قرار دیتی ہے۔

(۱) مسلمانوں سے دینی لڑائی لڑنا۔

(۲) مسلمانوں کو گھروں سے نکالنا اور خانہ ویران کرنا۔

(۳) نکالنے والوں کی مدد کرنا۔

پہلی بات یہ ہے کہ برطانیہ کی مسلمانوں سے لڑائی مذہبی لڑائی تھی۔ تمہیں برطانیہ کے وزیر اعظم کے ان الفاظ سے جو جرنیل املینائی کو فتح بیت المقدس کی مبارک باد دیتے وقت کہے گئے تھے اور اس فتح کو شاندار صلیبی فتح قرار دیا گیا تھا۔ صاف ظاہر ہے اور ترکی کے ساتھ التوائے جنگ اور صلح کے شرائط پر نظر ڈالنے سے موٹی نظر ڈالنے والے کو بھی حقیقت حال نظر آجاتی ہے۔ تھریس پر یونانیوں کو قبضہ دلانا قسطنطنیہ پر قبضہ کرلینا، اپنے صریح وصاف وعدوں کی خلاف ورزی کرنا، سمرنا میں یونانیوں کے مظالم کو نہ روکنا، یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے بعد کسی کو اس بات میں شبہ باقی نہیں کہ ترکوں کے ساتھ صرف ان کے مسلمان ہونیکی وجہ سے یہ تمام ناانصافیاں روا رکھی گئی ہیں۔

دوسری بات مسلمانوں کو گھروں سے نکالنا۔ قسطنطنیہ اور اس کے اطراف سے ہزاروں مسلمان وطن سے نکل بھاگے۔ خود ولی عہد سلطنت نے اسلامی حمیت کی وجہ سے کئی مرتبہ نکلنے کا ارادہ کیا مگر ان کو سخت حراست میں کر دیا گیا یونانیوں کے مظالم سے ہزاروں مسلمان سمرنا سے گھر بار چھوڑ کر بھاگے۔ قسطنطنیہ سے بہت معززین او رمقتدر حضرات کو جلاوطن کر کے مالٹا وغیرہ میں بھیج دیا گیا۔ یہ تمام واقعات ہیں جسے اخراج من الدیار اور تیسری بات مظاہرات اعلٰی الاخراج (نکالنے والوں کی مدد کرنا) میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا مالٹا میں ترکی کے بہت سے مقتدر افراد سے میری ملاقات

ہوئی جو وہاں نظر بند تھے۔

برطانیہ سے ترک موالات

پس جب کہ یہ تینوں باتیں سلطنت برطانیہ کے ذمہ دار وزراء کی طرف سے واقع ہو گئیں تو اب بھی کسی مسلمان کو برطانیہ کے ساتھ ترک موالات کے حرام ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے۔ رہا یہ شبہ کی موالات اور چیز ہے اور معاملہ اور چیز ہے آیت موالات کو منع کرتی ہے نہ کہ معاملات کو تو میں کہوں گا کہ ہاں موالات اور معاملے میں مفہوم کے لحاظ سے فرق ہے لیکن موالات کے مفہوم میں قربت اور تردد کو پیدا کرنے والے تعلقات اور باہمی نصرت و معاونت کے تمام ارتباطات لغوی معنی کے لحاظ سے داخل ہیں پس تمام ایسے معاملے جن کی وجہ سے دشمن کے ساتھ میل جول ربط و اتحاد بڑھے ایسے معاملے جو ان معاندانہ طاقت کو بڑھائیں ایسے تعلقات (فوجی ملازمت وغیرہ) جو مسلمانوں کی ہلاکت اور شوکت اسلامیہ کو مٹانے میں داخل ہو گئے ہیں۔

ایسے روابط جن کی وجہ سے انھیں موقع ملے کہ مسلمانوں کی رضامندی پر استدلال کر سکیں ایسے مراسم جن سے انکے ساتھ محبت اور الفت کا اظہار ہوتا ہو۔ براہ راست یا بالواسطہ ممنوع محرمہ میں داخل ہیں۔ حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعے کو بغور دیکھا جائے تو پھر کوئی شبہ واقع نہیں ہو سکتا ہے۔

اس کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہے اس لیے صرف اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں دوسرا شبہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان ترک موالات سے تکلیف اور نقصان اٹھائیں گے اس کے جواب میں بھی مختصراً یہ واقعہ ذکر کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ جس وقت یہود بنو قینقاع سے مسلمانوں کی لڑائی ہوئی تو عبادۃ بن الصامت انصاری نے عرض کیا:

ان لی اولیاء من الیهود کثیر عدوهم شدیدة شوکتهم والی ابرأ الی اللہ ورسوله من ولایتهم وخلفهم ولا مولی لی الی اللہ ورسوله

وقال عبد اللہ ابن ابی لکنی لا برا ء من ولی یھودا ولی یھودا والا رجل لا بدلی منھم، حضور میری یہود کی ایسی جماعت سے موالات تھی جن کے تعداد بہت ہے اور طاقت زبردست ہے آج میں ان کی موالات سے دست برداری کرتا ہوں اور اب خدا اور رسول کے سوا میرا کوئی مولی نہیں اس پر عبد اللہ منافق بولا میں تو یہود کی موالات سے دست برداری نہیں کرتا کیونکہ میری تو انکے بغیر گزر مشکل ہے۔

اس پر آیت نازل ہوئی: یاایھا الذین آمنو الاتتخذو الیھود والنصاری اولیاء اے ایمان والو! یہود ونصاری کو دوست نہ بناؤ۔

اور منافقین کا یہ قول کہ ہمیں تکالیف اور مصیبتیں پہونچنے کا خوف ہے جواز موالات کے لیے کافی نہ ہوا اور ان کو موالات کی اجازت نہ دی گئی۔ بلکہ ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت تعالی نے فی قلوبھم مرض فرمایا ہے اور ان کے اس قول کا کہ ہمیں تکلیف اور مصیبتیں پہونچنے کا خوف ہے یہ جواب دیا کہ عنقریب حق تعالی اپنی طرف سے مسلمانوں کو فتح اور کوئی مہتم بالشان امر ظاہر کرے گا جس سے یہ تمام ڈرنے والے اپنے نفسیاتی منصوبوں پر نادم ہونگے۔

میدان عمل

آج بھی ایک میدان عمل تمہارے سامنے ہے۔ ابتلا وامتحان کی کڑی منزل درپیش ہے مگر آپ ڈر نہ جائیں صرف اپنے آقائے نامدار اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کریں آپ کو مشرکین عرب نے اس قدر سخت تکلیفیں پہونچائیں ہیں کہ الاماں والحفیظ۔ مگر آپ ان تمام جانگداز تکلیفوں کو نہایت استقامت کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنے فرض تبلیغ کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ کفار مکہ نے آپ کے قتل کا منصوبہ باندھ کر آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اس وقت آپ خدائے تعالی کے حکم سے مکان چھوڑ کر تشریف لے گئے اور تین دن غار ثور میں رہ کر مدینہ منورہ

چلے گئے وہ زمانہ مسلمانوں کے لیے سخت ابتلاء وآزمائش کا زمانہ تھا مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل اور مالی حالت نہایت تنگی کی تھی مگر ان کے ایمان پختہ اور قلب مطمئن تھے ان کی صداقت اور استقامت کی برکت تھی کہ کفار کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے او رذلیل وخوار ہوکر مغلوب ہوئے اور خدا کا نور تمام دنیا میں پھیل گیا میری صرف اس بیان سے یہ ہے کہ اگر آج مسلمانوں کے ایمان پختہ ہوجائیں اور خدا تعالی کے وعدۂ نصرت (کان حق علینا نصر اللمؤمین) پر ان کو پورا بھروسا ہوجائے اور تکالیف کے برداشت میں ذرا صبر واستقامت سے کام لیں تو ان کی کامیابی یقینی ہے کیونکہ آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد چالیس کروڑ ہے جس میں صرف ہندوستان میں سات ساڑھے سات کروڑ آباد ہیں۔ اگر یہ سب متفقہ طور پر اسلامی خدمت کے لیے صبر واستقامت کی ڈھال لے کر کھڑے ہوجائیں تو کوئی طاقت ہے جو توحید کی بجلی پر غالب آجائے؟

دشمنان خدا ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن خدائے تعالی کی نصرت او رتوفیق سے مؤمنین کی قوت ایمانی او راستقامت ہمیشہ ان کی کوششوں کے سامنے سد سکندری ثابت ہوئی ہے۔ اسلام خدا کا نور ہے جو ان کور چشموں کی معاندانہ پھونک سے کبھی نہیں بجھ سکتا۔

فرزندان توحید! آج تمہارے ایمان واخلاص کا امتحان ہے خدا تعالی دیکھ رہا ہے کہ کون اس کے جلال وجبروت کے سامنے سر جھکاتا ہے اور کون ہے جو دنیا کی ناپائیدار ہستیوں کے خوف سے خدا کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔

اگر تم کو میدان محشر میں خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اگر تم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت کی آرزو ہے تو اس کے پاک دین کی حفاظت کرو، اس کے مقدس احکامت کی اطاعت کرو، اس کی امانت وتوحید کو برباد نہ ہونے دو اور اس کی دی ہوئی عزت کو حقیقی عزت سمجھو۔

اسلام صرف عبادت کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے جو لوگ کہ زمانہ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لیے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک دھبہ لگاتے ہیں۔

ان کے فرائض صرف نماز، روزہ میں منحصر نہیں بلکہ اس کے ساتھ اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان پر منحصر ہے۔

ہندو مسلم اتحاد

برادران وطن نے تمھاری اس مصیبت میں جس قدر تمھارے ہمدردی کی ہے اور کر رہے ہیں وہ اخلاقی مروت اور انسانی شرافت کی دلیل ہے۔ اسلام احسان کا بدلہ احسان سے قرار دیتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ احسان اس کا نام ہے کہ آپ اپنی چیز کسی کو دیں کسی دوسری کی اٹھا کر دینے کو احسان نہیں کہتے۔ پس آپ برادران وطن کے احسان کے بدلے میں وہی کام کر سکتے ہیں جو شریفانہ طور سے اپنے اختیارات سے کر سکتے ہیں مذہبی احکام خدا کی امانت ہیں ان پر تمھارا اختیار نہیں اس لیے لازم ہے کہ حدود مذہب کے اندر رہ کر تم احسان کے بدلے میں احسان کرو اور دونوں قومیں مل کر ایک ایسے زبردست دشمن کے مقابلے کے لیے کھڑے ہو جاؤ جو تمھارے ملک میں تمھاری آزادی کو پامال کر رہا ہے۔

جماعت علماء جو حقیقتاً مسلمان کے مذہبی قائد ہیں ان کا فرض ہے کہ اس وقت موقعے کی نزاکت اور اہمیت کو نظر انداز نہ کریں۔ آپس کے نزاع اور اختلاف میں پڑ کر اصل مقصد کو خراب نہ کریں ورنہ مسلمانوں کی خرابی اور بربادی تمام ذمہ داری ان ہی پر عائد ہوگی علمی تدقیقات کیلیے آپ کے واسطے بہت سے میدان کھلے ہوئے ہیں عبادت اور ریاضت کے لیے بہت سی راتیں بلاشرکت غیرے آپ کو حاصل ہیں جو کام کہ جبل

احد اور میدان بدر میں ہو وہ مسجد نبوی جیسی مقدس جگہ مناسب نہ تھا۔

آج احتجاج اور مطالبہ حقوق کے میدان صرف مظاہروں کے پلیٹ فارم ہیں خلوتیں اور تنہائی کی راتیں اس کے لیے کافی نہیں ہیں کہ اگر موجودہ زمانے میں توپ اور بندوق اور ہوائی جہاز کا استعمال مدافعت اعدا کے لیے جہاد ہوسکتا ہے باوجودیکہ قرون اولی میں یہ چیزیں نہ تھیں تو مظاہروں اور قومی اتحادوں اور متفقہ مطالبوں کے جواز میں کبھی تامل نہ ہوگا۔ کیونکہ موجود زمانے میں ایسے لوگوں کے لیے کہ جن کے ہاتھ توپ اور بندوق اور ہوائی جہاز نہیں یہی چیز ہتھیار ہیں

معزز حاضرین! برطانیہ کا یہ دعوی کہ وہ کسی کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کرتی آپ ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہندوستان کے مسلمان اپنے مذہبی امور میں آزادی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں؟ کیا سلطنت کا زبردست پنجہ ان کا گلا گھونٹنے کے لیے تیار نہیں؟

آج مولوی ظفر علی خاں اور مولوی لقاء اللہ صوفی اقبال احمد، مولوی محمد فاخر اور اسی طرح دوسرے فرزندان ہند کس جرم میں قید خانوں میں بند ہیں۔ کیا انھوں نے مذہبی احکام کی تبلیغ کے سوا اور کوئی گناہ کیا تھا؟ کیا مسلمانوں کے مذہبی احکام کے فتوے ضبط نہیں ہوئے؟ کیا مسلمانوں کی ہزاروں خواتین اپنے نکاح وطلاق کے مقدمات میں غیر مسلم عدالتوں کے سامنے جا کر اسلامی احکام کے خلاف فیصلہ کرانے پر مجبور نہیں؟ کیا شفعہ وقبضہ مخالفانہ وغیرہ کے قوانین شریعت اسلامیہ کے موافق ہیں؟ یہ تمام چیزیں ہیں جن کی پوری نگہداشت جمعیت علماء کے اہم فرائض میں سے ہے۔ اسی طرح اسلامی مذہبی تعلیم کے لیے مفید نظام قائم کرنا اور تمام اسلامی درسگاہوں کو ایک سلسلے میں منسلک کرنا بھی ایک خاص نظم کا محتاج ہے۔ غرض کہ بہت سی اسلامی ضروریات ہیں جو علماء کے ایک مرکز پر جمع نہ ہونے کی وجہ سے منتشر حالت میں ہیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ اس نے اپنی

رحمت سے ان کو جمع کر دیا۔ اس اجتماع کی بدولت امید ہے کہ تمام پراگندہ اور منتشر امور کا نظام درست ہو جائے گا۔

قبل اس کے کہ میں اپنے بیان کو ختم کروں آپ حضرات سے ایک التجا کرتا ہوں وہ یہ کہ ہر حال میں خدائے قدوس پر بھروسہ رکھیں اور اپنی تدبیر کو تدبیر ہی کے مرتبے میں سمجھیں۔ اسلامی احکام کی تعمیل کریں۔ اور مذہبی فرائض ادا کرنے کا مضبوط اور مستحکم عہد باندھ لیں۔ خدا کی رحمت نیک بندوں کے ساتھ رہتی ہے اور اس کا رحم ضعیفوں اور خدا پر بھروسہ رکھنے والوں کی امداد کرتا ہے۔

اے زندہ وقدوس خدا، اے ارحم الراحمین، اے شہنشاہ رب، رب العالمین ہمارے گناہوں سے درگذر فرما اور ہمارے ضعف وناتوانی پر رحم کر اعمال صالحہ کی توفیق دے، اور اپنے دین کی خدمت کے لیے ہمارے دل مضبوط کر دے، ہماری کلائیوں میں طاقت عنایت فرما ہمارے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کر حق کو فتح اور باطل کو شکست دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دنیا کی حقیقت

الحمد للّٰہ کفی وسلام علیٰ عبادہ الذی اصطفیٰ اما بعد:

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنة ھی الماویٰ وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الدنیا ملعون و ما فیھا و طالب الدنیا کلاب۔

عزیزانِ ملت! فرزندانِ توحید اور نوجوانِ اسلام میں اس مبارک اجلاس میں مختصراً دنیا کی حقیقت اور جماعت تبلیغ کی فضیلت و اہمیت پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ حضرات بغور سماعت فرمائیں گے اور میری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں تھوڑے دنوں کے لیے بھیجا ہے اور محنت کی دولت دے کر بھیجا ہے اور اس لیے بھیجا ہے کہ اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے قیمتی بنالے، اگر اس نے اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے اپنے کو قیمتی بنالیا تو حق تعالیٰ شانہ دنیا میں بھی رحمتوں کی بارش برسائیں گے، انعامات کی بارش برسائیں گے، کامیابیوں کے دروازے کھولیں گے اور جب یہ مرجائے گا تو اس کی قیمت کے اعتبار سے جتنا اس نے اپنے قیمتی بننے میں محنت کی ہوگی اور جتنا اپنی ذات کو قیمتی بنالیا، اس کے اعتبار سے اس کو جنت کے درجے عطا فرمائیں گے، ساتوں زمینوں آسمانوں سے دس گنا زیادہ سے لے کر لاکھوں اور کروڑوں گنا تک ایک انسان کو ملے گا اس کی اپنی قیمت کے اعتبار سے۔

میرے عزیز دوستو! یہ جو انسان کی محنت ہے یہ دو رخی ہے، اس محنت سے دو رخ یہ بنتے ہیں، باہر چیزوں کی شکلیں بنتی ہیں، انسانوں کی محنت سے سڑکوں کی شکل، موٹروں کی شکل، سواریوں کی شکل، غذاؤں کی شکل، حلووں کی شکل، کھانے پینے کی چیزوں کی شکل، سواریوں کے مکان کی شکل چیزوں کی شکل تو بنتی ہیں انسان کے اندر نیت کی شکلیں بنتی ہیں، انسان کے اندر غفلت اور ذکر بنتا ہے، انسان کے اخلاق اور بداخلاقی کا نور اور ظلمت بنتا ہے، انسان کے اندر تو انسان کی محنت ہے، جس طرح باہر چیزوں کی شکلیں بنتی ہیں اسی طرح اندر میں ایمان کی یقین کی اخلاق کی محبت کی عداوت کی شکلیں اندر میں بنتی ہیں محنت کرتے کرتے کسی سے محبت کرنے والا بنتا ہے کسی سے عداوت کرنے والا بنتا ہے محنت کرتے کرتے کسی پر اعتماد کرنے والا بنتا ہے کسی پر اعتماد نہ کرنے والا بنتا ہے محنت کرتے کرتے کسی پر یقین کرنے والا بنتا ہے کسی پہ یقین نہ کرنے والا بنتا ہے تو محنت سے چیزوں کی شکلیں تو بنیں گی باہر اور یقین کی

- ☆ نیت کی
- ☆ علم کی
- ☆ دھیان کی
- ☆ محبت کی
- ☆ عداوت کی
- ☆ اعتماد کی
- ☆ بھروسہ کی

یہ شکلیں انسان کے اندر بنیں گی جو باہر بن رہی ہیں شکلیں چاہیں وہ وزیروں کے ہاتھ میں ہوں

شکلیں چاہے وہ صدروں کے ہاتھ میں ہوں

شکلیں چاہے وہ گورنروں کے ہاتھ میں ہوں

شکلیں چاہے ان سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہوں

شکلیں چاہے ان مزدوروں کے ہاتھ میں ہوں

شکلوں کو انسان ہر جگہ منتقل نہیں کرتا اور ان چیزوں کی شکلیں انسان کے ساتھ ہر جگہ منتقل نہیں ہوتیں آپ لاہور جائیں گے تو آپ نے بیس تیس چالیس پچاس سال کی محنت سے جتنی دوکان کی شکل بنائی ہے، اور کوٹھی کی شکل بنائی ہے، یا باغیچہ کی شکل بنائی ہے، یا عیش کی شکل بنائی ہے، وہ آپ کے ساتھ لاہور نہیں جائیں گی، کراچی نہیں جائیں گی، ملتان نہیں جائیں گی، جو باہر کا بنا ہوا ہے وہ یہیں چھوڑ کر جاؤ گے۔

کچھ پیسے لے جاؤ گے،

کچھ نقدی لے جاؤ گے،

کچھ لے جاؤ گے،

اکثر باہر کا بنا ہوا چھوڑ جاؤ گے،

سڑکیں یہیں چھوڑ جاؤ گے،

پھول یہیں چھوڑ جاؤ گے،

اور جب اس ملک سے دوسرے ملک میں جاؤ گے تو نقدی بھی چھوڑ کے جانی پڑے گی ساری نقدی بھی ساتھ نہیں لے جاسکتے جتنا بنا ہوا ہے سب یہیں چھوڑ جاؤ گے جتنا حکومت تمہیں اجازت دے گی اتنا لے جاسکو گے دوسرے ملک میں سارا بنا ہوا اس کی شکل میں نہیں لے جاسکو گے اور پھر اس دنیا سے جب آپ آخرت کی طرف جائیں گے تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے وہ سو فیصد یہاں چھوڑ کر جانا پڑے گا۔

بدن کے کپڑے تک چھوڑ کے جانے پڑیں گے۔

یہ عینک تک چھوڑ کر جانی پڑے گی جس کے بغیر ہمارا گذارا نہیں ہوتا۔

گھڑیاں چھوڑ کر جانی پڑیں گی۔

یہ جوتے چھوڑ کر جانے پڑیں گے۔

تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے تو یہ دنیا میں کسی نے کہیں ساتھ چھوڑا، کسی نے کہیں ساتھ چھوڑا آخر چیزیں جو ساتھ چھوڑیں گی وہ اس وقت ساتھ چھوڑیں گی جب یہ روح جسم سے نکل کر خدا کی طرف چلے گی اس وقت جو کچھ تھا یہ دنیا کا بنا ہوا وہ سارا یہیں کا یہیں رہ جائے گا لیکن۔

اسلام کے کارکنو! جو انسان کے اندر بنتا ہے انسان اسے چوبیس گھنٹے جہاں جاتا ہے اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔

پاخانوں میں جاؤ گے جو کچھ اندر کا بنا ہوا ہے ساتھ لے جاؤ گے۔

دسترخوان پر بیٹھو گے جو کچھ اندر کا بنا ہوا ہے ساتھ لے کر بیٹھو گے۔

چارپائی پر سونے کے لیے جاؤ گے چارپائی پر لیٹو گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ہے ساتھ لے کے لیٹو گے۔

اگر لاہور جاؤ گے تو اندر کا بنا ہوا ساتھ لے کر جاؤ گے۔

اگر کراچی جاؤ گے تو سارا لے کر جاؤ گے۔

دنیا کے کسی ملک میں جاؤ گے اندر کا سارا بنا ہوا لے کے جاؤ گے۔

جو یقین اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا۔

جو محنت اندر میں بنی ہوئی ساتھ جائے گی۔

جو عداوت اندر میں بنی ہوئی ہے ساتھ جائے گی۔

جو علم اندر میں بنا ہوا ہے ساتھ جائے گا۔

جو دھیان اندر میں بنا ہوا ہے ساتھ جائے گا۔

جو اعتماد اور بھروسہ اندر میں بنا ہوا ہے ساتھ جائے گا۔

تو اندر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ چلتا ہے اور باہر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ نہیں چلتا یہاں تک کہ جب دنیا سے آخرت کی طرف انسان منتقل ہوگا تو اندر کے بنے ہوئے کو سو فیصد ساتھ لے جائے گا اب اگر وہ بنا جو قیمتی ہے تو یہ جہاں جاتا کامیاب ہوتا ہے اور اگر اندر میں وہ بنا جو بے قیمت ہے تو جہاں جاتا ناکام ہوتا۔

وہ اخلاق بنا جس میں عزت ملتی ہے۔

وہ یقین بنا جس میں بلندی ملتی ہے۔

وہ محبت بنا جس میں انعامات ملتے ہیں۔

وہ اعتماد بنا جس پر مدد کے دروازے کھلتے ہیں۔

وہ علم بنا جس علم پر خدا چمکاتا ہے۔

وہ دھیان بنا جس دھیان پر خدا کامیاب کرتا ہے۔

تو اگر اندر میں وہ بنا جس کے بننے کیلیے خدا نے دنیا میں بھیجا اور جو بننے کے لیے خدا نے دنیا میں محنت کی دولت عطا فرمائی ہے تو محنت کر کے اندر میں اگر وہ بن گیا تو دنیا کے جس علاقہ میں چاہیں پھریں۔

جس ملک میں جائے۔

جس سڑک پر چاہے نکل جائے۔

جس سواری پہ چاہے سوار ہو جائے۔

چاہے گدھے پر سوار ہو کر نکلے۔

چاہے موٹر پہ سوار ہو کر نکلے۔

چاہے پیدل نکلے۔

چاہے سواری میں نکلے۔

چاہے جھونپڑوں پہ لیٹے۔

چاہے کوٹھوں میں لیٹے۔

چاہے چٹنی روٹی کھاتا ہوا نکلے۔

چاہے لاکھوں کا کھانا کھاتا ہوا نکلے۔

اندر کا بنا ہوا اگر وہ ہے جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کامیاب کیا کرتے ہیں اور جو بنی ہیں تو پھر جس لائن کو نکلو گے جس شکل سے گذرو گے کامیاب ہو جاؤ گے اگر خدا نخواستہ وہ بن گیا جو بے قیمت ہے وہ یقین بنا۔

جس پر خدا پکڑ کرتے ہیں۔

وہ محنت بنی جس پر خدا مصیبتیں ڈالتے ہیں۔

وہ اعتماد بنا جس پر خدا زندگی بگاڑتے ہیں۔

وہ علم بنا جس کو خدا جہل قرار دیتے ہیں۔

وہ دھیان بنا جس کو اللہ غفلت کہتے ہیں۔

تو اگر اندر میں وہ بنا جس کے بننے پر خدا ناکام کیا کرتے ہیں تو دنیا میں انسان جہاں کو بھی نکلے گا۔

چاہے سواریوں پر نکلے۔

چاہے کاروں میں نکلے۔

چاہے ہوائی جہازوں میں نکلے۔

ذلیل ہوگا۔

خوفزدہ ہوگا۔

غیر مطمئن ہوگا۔

پریشان حال ہوگا۔

دنیا میں چاہے، جن شکلوں میں کوئی نکلے کامیابی نصیب نہیں ہوگی شکلیں بنی ہوئی

مل جائیں گی لیکن عزت نہیں ملے گی اور جب مرے گا تو اندر کا بنا خدا ہر ایک کو دکھائیں گے کہ تیرے میں کیا بنا ہو حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ، اندر کا بنا ہوا دکھاویں گے۔

امت محمدیہ کے کارکنو! یہ یقین بنا کے لائے ہو یہ تو دوزخ والا یقین ہے جنت میں نہیں لے جاتا یہ، یہ محنت تو دوزخ میں لے جاتی ہے یہ تو دنیا کی محنت ہے یہ تو دوزخ میں لے جاتی ہے یہ نہیں لے جاتی جنت میں، کہاں ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محنت وہ کون سے کونے میں رکھی ہے لاؤ لا کر دکھاؤ۔

لاؤ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت نکال کر دکھاؤ۔

وہ محبت جس پر آدمی جان ومال ماں باپ اولاد تک قربان کردے کہاں ہے وہ محبت.........؟

یہ دل میں دکھاؤ کہ محبت کی جگہ دل ہے زبان محبت کی جگہ نہیں یہ جو زبان پر ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اظہار کہتے ہیں اور اظہار کی جگہ زبان ہے محبت کی جگہ زبان نہیں اظہار کی جگہ زبان ہے ایمان کی جگہ زبان نہیں ہے زبان اظہار کی جگہ ہے ایمان کو ظاہر کرتی ہے یہ زبان ایمان کی جگہ نہیں ہے ایمان کی جگہ تو دل ہے۔

محبت کی جگہ تو دل ہے

اعتماد کی جگہ تو دل ہے

زبان خائن رہتی ہے اور ایسی منافق ہے یہ زبان کہ جو دل میں ہو اسے بھی بول پڑے اور اس کے خلاف بھی بول پڑے کوئی آدمی آیا اب آپ کو بہت غصہ آیا کہ بے موقع آ گیا خوب طبیعت میں ناگواری ہے اور زبان سے کیا کہہ رہا ہے کہ آپ کے آنے سے بڑی مسرت ہوئی تو زبان نے وہ نہیں بولا جو دل میں ہے اس کے خلاف بولا تو زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں نہیں ہے انسان زبان سے دھوکہ کھا جاتا ہے کل کو قیامت میں زبان سے وہی نکلے گا جو دل میں

ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں نہیں ہوگا وہ زبان پر نہیں آئے گا۔

اسی واسطے لکھا ہے علماء محققین اور مفسرین حضرات نے کہ یہاں دنیا میں کوئی کتنا ہی قرآن حفظ کرلے اور سارا پڑھ لے اور ایسا یاد ہو کہ بے جھجکے بے اٹکے سارا قرآن پڑھ جاوے لیکن کل کو قیامت میں جب قرآن پڑھنے کا وقت آئے گا کہ پڑھ اور جنت کے درجوں پر چڑھ، جا چڑھتا چلا جا اور پڑھتا چلا جا تو اس طرح فرمایا کہ جتنا قرآن پر عمل ہوگا زبان پر اتنا ہی آئے گا عمل میں نہیں ہوگا قرآن پڑھا نہیں جائے گا دنیا والی بات نہیں ہے عمل کچھ اور قرآن پڑھ رہے ہیں دل میں کچھ اور زبان پر بول رہے ہیں وہاں تو جو عمل ہوگا وہ زبان بولے گی جو یقین ہوگا وہ زبان بولے گی۔

اسلام کے پاسبانو! اس لیے اللہ رب العزت نے محنت کی دولت عطا فرمائی اور مسجد کے اندر آواز لگوائی کہ دیکھو اپنے اپنے نقشوں سے نکل کر آؤ وقت تمہارے پاس موجود ہے آنکھ کھل جائے گی اس وقت اگر محنت کرلی تو تم اندر کی بنیادوں کو ٹھیک کرلوگے۔

اب اگر تم نے وقت پر محنت خرچ نہ کی تو موت کے وقت یہ حرکت ختم ہو جائے گی مر قرآن میں ہے وہ یوں کہیں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ لیا رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً اِنَّا مُوْقِنُوْنَ اے رب دیکھ لیا سن لیا (سب ہماری سمجھ میں آ گیا) اب آپ دنیا میں واپس بھیجئے ہم اچھے عمل کر کے آئیں گے۔

تو گویا آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں جیسے ماں کا پیٹ یہ کمائی کی جگہ نہیں

کمانے کی جگہ تو دنیا ہے۔

کمانے کی جگہ۔

کھانے کی جگہ۔

حلووں کی جگہ۔

گلاب جامن کی جگہ۔

عمل پر محنت کا میدان یہ دنیا ہے اب اگر آدمی مرجائے گا تو آخرت میں عمل کا میدان نہیں رہے گا محنت کا میدان ختم ہو جائے گا آج جیسے بنیں گے ویسا درجہ قائم ہو جائے گا خراب بن گئے تو دوزخ، اچھے بن گئے تو جنت، جس شکل کے اچھے بنے اس شکل کی جنت ملے گی، اگر تم اپنے کو قیمتی بنانا چاہتے ہو تو اگر کامیاب بنانا چاہتے ہو تو تمہیں اپنے اندر یہ چیزیں اتارنی ہیں دل سے اتارو زبان سے جو بولو اس کے خلاف مت کرو اپنی زبانوں سے دھوکے مت کھاؤ تمہارے دل میں ان چیزوں کو دیکھا جائے گا کہ تم میں یہ ہیں یا نہیں سب سے پہلی بات اللہ اکبر، زمین، آسمان، ہوا، پانی، آگ، پہاڑ، جتنی جھوٹی بڑی شکلیں ہیں ان سب سے اللہ بہت بڑے ہیں وہ ہوا جس کو خدا اگر مشرق سے مغرب تک ایک دن کے لیے تیز چلا دیں یا آدھے دن کے لیے تو موسیٰ و عیسیٰ کے ہاتھوں جتنی ایجادات ہیں اور ان کے پیچھے چلنے والے جتنی شکلیں لیے بیٹھے ہیں وہ روئے زمین سے آدھے دن میں صاف ہو جائیں اگر عاد جیسی ہوا چلا دیں سب فنا ہو جائیں اللہ اس ہوا سے بہت بڑا ہے تمہارے ہاتھوں کی شکلیں تو ہوا کے سامنے کچھ نہیں اور ہوا اللہ کے سامنے کچھ نہیں یہ آگ اگر مشرق سے مغرب تک لگا دی جائے جتنی اس میں شکلیں بنی ہوئی ہیں ایک ان میں کی تاب نہ لا سکیں اور یہ ساری راکھ ہو جائیں اللہ بہت بڑا ہے یہ پوری زمین اگر اسے ہلا دیا جائے اور جامنوں کی طرح جس طرح جامنوں کو نرم کرنے کے لیے شاخوں کو ہلاتے ہیں اگر خدا چند منٹوں کے لیے اسے ہلا دیں تو تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ بنا ہوا ہے وہ سارا زمین کے اندر رل کر ختم ہو جائے گا یہ زمین اور تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ اس پر بنا ہے اللہ کے سامنے کچھ بھی نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ بہت بڑا ہے اگر یہ سارا کائناتی خزانوں میں جس قدر پانی ہے اس کو پوری دنیا میں بھر دیا جائے طوفان نوح کی طرح تو یہ انسانوں کے ہاتھوں کا جس قدر بنا ہوا ہے

ایک دن کی تاب نہیں لاسکتا ہے سارا ٹوٹ کے ختم ہو جائے گا تمہارے ہاتھوں کا بنا ہوا پانی کے سامنے کچھ نہیں اور پانی خدا کے سامنے کچھ نہیں اللہ اکبر۔

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کی بڑائی کی تحقیق کرو قرآن سے۔

اللہ کی بڑائی کی تحقیق کرو حدیثوں سے۔

اللہ جیسے بڑے ہیں ویسی بڑائی دل میں اتارو۔

یقین ایسا پیدا کرو۔

جتنے وہ بڑے ہیں۔

جیسا وہ پیدا کرنے میں بڑے ہیں۔

جیسا وہ دینے میں بڑے ہیں۔

جیسا کہ پالنے میں بڑے ہیں۔

جیسا وہ حفاظت کرنے میں بڑے ہیں۔

جیسا وہ پکڑنے میں بڑے ہیں۔

جیسا وہ ذلیل کرنے میں بڑے ہیں۔

ان کی بڑائی کو تم خالی اللہ اکبر کہہ کر نہیں جانو گے۔

تم ان کی بڑائی کا قرآن سنو، بیٹھ کر۔

ان کی بڑائی کی حدیثیں سنو، بیٹھ کر۔

دو کی بڑائی دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔

خدا کی بڑائی کو بول بول کر سن سن کر اپنے دلوں میں اتارلو اور ملک و مال اور زمین و آسمان اور راکٹ و اشیاء اور دنیا بھر کے کارخانے اور ملیں اور دنیا بھر کا سونا اور چاندی اور دنیا بھر کا لوہا اور پیتل ان سب کی بڑائی دل سے نکال دو مرنے سے پہلے پہلے دل میں خدا کی بڑائی اتارلو اگر غیروں کی بڑائی کو لے کر مرے تو روسیاہ اٹھو گے اور وہ

پٹائی ہوگی کہ الامان الحفیظ.

ان کی بڑائی کو دل میں یوں جماؤ کہ جتنا کچھ آسمان اور زمین میں ہے یہ کچھ نہیں ہے اللہ معبود ہے

اللہ مقصود ہے

اللہ مطلوب ہے

اللہ محبوب ہے

اللہ عزت دینے والا ہے

اللہ غیروں کے بغیر جو جی میں آئے اپنی قدرت سے کر دیں اور غیروں سے خدا کے بغیر کچھ نہیں ہوگا غیروں سے نہ ہونے کو دل میں اتار لو، اللہ کو کسی اور کی ضرورت نہیں وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی قدرت کے ساتھ کرتا ہے اور جتنی اس میں شکلیں ہم نے بنا رکھی ہیں وہ ساری شکلیں خدا کی محتاج ہیں اس یقین کو دل میں بٹھا لو۔

اب ان دو اعتبار سے سارے انسان اندھے خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم

مالدار ہوں یا غریب

مولانا صاحب ہوں یا کوئی اور

ایک انھیں خدا کی ذات ان کی بڑائی اپنے آپ نظر نہیں آتی ایک انھیں غیر سے نہ ہونا اور خدا سے ہونا دکھائی نہیں دیتا انسان خدا کی ذات کے اعتبار سے اندھے ہیں بڑائی کے اعتبار سے بھی اندھا۔

زمینوں کو دیکھنے کے اعتبار سے

پہاڑوں کے اعتبار سے

لوہے، پیتل کے اعتبار سے یہ نابینا ہے

مخلوقات کے اعتبار سے

خالق کے اعتبار سے

ذات باری تعالیٰ کے اعتبار سے نابینا ہے یہ

جو چیز دکھائی دیتی ہے اس کے اعتبار سے ہم استعمال خود ہو جائیں لیکن وہ خدا جو سب سے بڑا ہے اور اس کے علاوہ سب چھوٹے ہیں اسی سے سب کچھ ہوتا ہے اس کے غیر سے کچھ ہوتا ہی نہیں اب وہ آپ کو دکھائی نہیں دے رہا ہے تو صاحب بتائیے آپ اس کے اعتبار سے اس کی عظمت کے اعتبار سے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے اعتبار سے آپ کیا طریقہ استعمال تجویز کرتے ہیں اب کیا کرنا ہوگا اندھے کی چلنے کی ترکیب یہ ہے کہ وہ بینا کی آواز کی حرکت کرنے والا بن جائے یہ ہے اندھے کی کامیابی کا راز، آواز لگائی جارہی ہے کہ ساری دنیا کے انسان نابینا ہیں اور وہ جو بینا ہیں وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خدا نے انھیں آسمانوں پر بلایا، خدا نے انھیں اپنی ذات کو انھیں دکھایا، خدا نے اپنی جنت و دوزخ انھیں دکھلائی خدا نے اچھے برے عملوں کا نفع نقصان انھیں دکھلایا خدا نے سود پر زندگی کس طرح بگڑتی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھ سے دکھایا بلی کو بھوکا مارنے سے اور اسے باندھ کے رکھنے سے زندگی کس طرح بگڑتی ہے آنکھ سے دکھلایا تو اللہ رب العزت نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بینا بنایا ہے۔

خدا کی ذات کو دیکھا

خدا کی جنت و دوزخ کو دیکھا

خدا کے بنائے ہوئے اچھے برے نقشوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا

ان وجوہات کے اعتبار سے سارے انسان اندھے ہیں اب یہ آواز لگائی جارہی ہے کہ اگر زندگی بنانی ہے کامیاب اور اندر بنیادیں کامیابی کی بنانی ہیں تو دو تین چیز یں محنت کرکے بناؤ۔

خدا کی بڑائی کو دل میں اتارلو

خدا سے ہونا غیر سے نہ ہونا دل میں اتار لو

خدا کا بڑا ہونا اور غیر کا چھوٹا ہونا دل میں اتار لو

اور سب کا اندھا ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بینا ہونا دل میں اتار لو

اس بات کی کہ بینا کی آواز پر استعمال ہونا آجائے۔

تجارت بعد میں کیجئے

پہلے بینا کی آواز پر تجارت میں استعمال ہونا سیکھو گھر کی زندگی بعد میں بنایئے

پہلے بینا کی آواز پر گھر کی زندگی میں استعمال ہونا سیکھو پیسے بعد میں خرچ کیجئے

مکان میں بعد میں بنایئے سارے کام بعد میں کیجئے

پہلے تو بینا کی آواز پر حرکت کرنا سیکھو

ان کی آواز پہ کھڑا ہونا

ان کی آواز پر بیٹھنا

ان کی آواز پر بولنا

ان کی آواز کو سننا

اور ان کی آواز پر دیکھنا

جس طرح وہ کہے اس طرح جھک جاؤ جو بولنے کو کہے بولو، جہاں دیکھنے کو کہے دیکھو، کھڑے ہونے میں جہاں دیکھنے کو کہا وہاں دیکھو، بیٹھنے میں جہاں دیکھنے کو کہا وہاں دیکھو، یہاں تک کہ یہ دل میں یقین پیدا کرلو کہ میں تو اندھا ہوں مجھے تو اپنی کامیابی کا راستہ دکھائی نہیں دیتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے بینا بنایا ہے وہ جس طرح کہہ گئے

اس طرح اٹھنے بیٹھنے میں

اس طرح چلنے پھرنے میں

اس طرح دیکھنے سننے میں

اس طرح لینے دینے میں

اس طرح پکڑنے چھوڑنے میں میری کامیابی ہے اور یہ جو ملک و مال میں مجھے کامیابیاں دکھائی دے رہی ہیں یہ میرا اندھا پن ہے مجھے غلط دکھائی دے رہا ہے ایک آدمی کمزور نگاہ کا باہر سے آرہا ہے وہ یوں کہے کہ میاں یہ مسجد ہل رہی ہے کیا؟ دوسرے کہیں یہ مسجد نہیں ہل رہی ہے بلکہ آپ ہل رہے ہیں کیوں بھائی یہ ایک کے دو کیسے نظر آرہے ہیں ایک مینار کے دو مینار کیسے ہو گئے آج؟ لوگ کہیں دوسرا مینار نہیں بنوایا آپ کی آنکھ میں خرابی ہے آپ میں اندھا پن آگیا خالی اللہ اکبر چاہے تم ساری عمر کہو اللہ کی بڑائی دل میں تب بیٹھے گی جب اس کا قرآن سنو گے

سب سے پہلا قرآن اللہ اکبر کا آیا ہے

سب سے پہلا قرآن اشہد ان لا الہ الا اللہ کا آیا ہے

سب سے پہلا قرآن محمد رسول اللہ کا آیا ہے

پہلے محنت کر کے اللہ کی بڑائی کو جان جاؤ ایک بڑائی وہ ہے جس کو جانتے ہو سب بڑا بیٹا، سب سے بڑا پتھر، سب سے بڑی کوٹھی اس قسم کے اکبر بہت بولے جائیں دنیا میں اور ایک اکبر کو بغیر دیکھے بغیر جانے سمجھے بول رہے ہو جیسے بہت بڑا ڈاکٹر جس طرح کہے اس طرح کرلو بہت بڑا ڈاکٹر اس نے کہا کہ دیکھو فلاں چیز مت کھانا، یہ کھانا، وہ مت پینا، یہ پینا، اب سب کیوں کہ بڑے ڈاکٹر صاحب ہیں انھوں نے یہ پرہیز بتلایا اس کے کہنے پر چل رہے ہیں اور اللہ کو بھی بہت بڑا کہہ رہا ہے رات دن انھوں نے کہا کہ سود مت کھانا، نہیں تو مصیبت میں آجاؤ گے جھوٹ بول کے مت کھاؤ رشوت سے مت کھاؤ کسی کا دبا کر مت کھاؤ وہ بھی اس کو بھی کہتے ہیں اکبر، اور وہ کہتا ہے کہ یہ کھالو گے نقصان ہوگا یہ کھالو گے فائدہ ہوگا مجال ہے کہ اس کے منع کیے ہوئے کو چھوڑ دیں اور اس کے بتلائے ہوئے کو پکڑ لیں۔ ہے کوئی دنیا میں، آج ہے کوئی

مسلمان ایسا کرنے والا،

بہت بڑا ڈاکٹر جانتا ہے

بہت بڑا وزیر جانتا ہے

بہت بڑا سائنس داں جانتا ہے

بہت بڑا انجینئر جانتا ہے

بہت بڑا پروفیسر جانتا ہے

بہت بڑی بندوق جانتا ہے

یہ ہر ایک کی جنس کی بہت بڑے کو جانتا ہے لیکن خدا کو جو بہت بڑا کہتا ہے اس کو بے وقوف جانتا ہی نہیں اس لیے کہ اس نے اس کی بڑائی کو دل میں اتارنے کے لیے کوئی محنت کی ہی نہیں ان کے پاس گیا

ان کے پاس اٹھا بیٹھا

ان کی لائن کی کتابیں پڑھیں ہیں

ان کی لائن کی چیزوں کو معلوم کیا ہے

لیکن اللہ کی لائن کی چیزوں پر کتنی محنت کی یقین بنانے میں کتنے ہاتھ پیر مارے ان کی بڑائی کو دل میں اتارنے خدا کی معلومات کو معلوم کرتے میں کتنا وقت صرف کیا کتنا اس کو زندگی میں بولا کتنا اس کی بڑائی کو سمجھا غیروں کی تردید اپنی زندگی میں کتنی کی نبیوں کی زندگی اس طرح گذری کہ غیروں کی بڑائی کی تردید کرتے ہیں ان کی تو زندگیاں گذری ہیں اور امام الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زندگی اسی میں گذر گئی لیکن یہاں اس چھوٹی زبان سے ایک لفظ تردید میں ان چیزوں کیلئے نہیں نکلتا کہ ان سے کچھ نہیں ہوتا اللہ تبارک وتعالیٰ سے سب کچھ ہوتا ہے یہ کچھ بھی نہیں اللہ سب کچھ ہیں تو ہماری زبانیں گونگی ہیں اللہ اکبر کے اعتبار سے بولنے سے ہماری زبانیں گونگی ہیں لا الہ الا اللہ کے اعتبار

سے بولنے سے ہمارے کان بہرے ہیں اللہ اکبر کے اعتبار سے سننے سے۔

یہ مسجد اس لیے بنی تھیں اس مسجد کی ترتیب قائم کرو یہ ساری چیزیں دل میں اتریں گی جان کی محنت سے اس لیے اس بات کی دعوت دی گئیں یہ دعوت جو میں کہہ رہا ہوں خدا کی بڑائی کی دعوت اللہ سے ہونے غیر سے نہ ہونے کی دعوت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات پر ہونے کی دعوت کہ جو انھوں نے فرمایا اگر اس کو توڑیں گے تو ناکامی ہوگی اگر اس کو کریں گے تو کامیابی ہوگی اور اس کی دعوت دی جائے گی کہ ملک و مال کے نقشے سے کچھ نہیں ہوگا یہ سب دھوکہ ہے اور جب مرو گے تو دھوکہ کھل جائے گا اس سے کچھ ہوتا ہی نہیں کامیابی اس میں نہیں ہے کامیابی اس میں ہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ہی کے طریقے پر نماز پڑھنا سیکھ لے اور کامیابی لے لے۔

پس اس میں ہے کامیابی
کسی کوٹھی میں نہیں
کسی دوکان میں نہیں
کسی کارخانے میں نہیں
کسی مکان میں نہیں

کان کھول کر سن لے بعد میں جب آنکھ کھلے گی تو پچھتاوے گا مرنے سے پہلے پہلے اس بات کو دل میں اتار لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے میں استعمال ہونے میں کامیابی ہے اور ملک و مال کے جھمیلوں میں کوئی کامیابی نہیں کیونکہ تیرے مرتے ہی قبر میں پہلا سوال یہ ہوگا کہ بتا تیرا پالنے والا کون ہے اگر اس پر محنت کی تھی کہ دوکان سے پلتا ہوں اپنی محنت سے پلتا ہوں پیسے سے پلتا ہوں تو قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب خدا ہے جو دل میں نہیں تو زبان پر کیسے آئے

چاہے تو کروڑ مرتبہ روز پڑھ لیا کر، تو پہلا سوال ہوگا تیرا رب کون ہے؟

دوکان جاتی رہے گی۔

کھیتی جاتی رہے گی

ملک کا نقشہ ہاتھ سے لے لیا جائے گا تو اگر اللہ اکبر تیرے دل میں بیٹھا ہوا نہیں ہے اور یہی ہے کہ میری محنت سے نقشے بنتے ہیں اور نقشوں سے میری زندگی بنتی ہے تو خدا کی قسم، یہ آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اللہ میرے رب ہیں۔

دوسرا سوال ہوگا تیرا دین کیا ہے، چلنے کے لیے کیا کیا، اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر یہ سب کچھ کیا تو چلو کہے گا کہ چلنے کے لیے اسلام پہ چلا ہوں اور اگر یہاں ہی میں نے چلنا دکھائی دیتے رہا تو کوئی آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے چلنے کا طریقہ اسلام ہے، پھر پوچھیں گے اس آدمی کو کیا کہتا ہے، جس نے کمانے میں یہ نہیں کہا کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کماؤں گا اور شادی کرنے میں یہ نہیں کہا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کو بتلایا اس طرح کروں گا زندگی میں کہیں سرمایہ داروں کو بولتا کہیں حاکموں کو بولتا تھا کہیں یورپ کو بولتا تھا کہیں ایشیاء کو بولتا تھا کہیں نصاریٰ کو بولتا تھا کہیں یہود کو بولتا تھا۔

مکان ایسے بنائیں گے

کپڑے ایسے بنائیں گے

فلاں چیز ایسی بنائیں گے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زندگی کے کسی مرحلہ میں آیا ہی نہیں۔

شادی کی تو غیروں کے نام پر

غیروں کے طریقے کیا ہیں؟

مکان بنایا تو غیروں کے نام پر

فلاں جیسی کوٹھی بنائیں گے
فلاں جیسی موٹر خریدیں گے

کہیں پھوٹی زباں سے زندگی کے شعبوں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ آیا وہ کہیں گے کیا کہتا ہے اس آدمی کو، وہ کہے گا میں نہیں جانتا کس کو پوچھتے ہو؟

بھائی میرے تو بہت سے ہیں
کوئی کوٹھی میں میرا مقتدا ہے
کوئی لباس میں میرا مقتدا ہے
کوئی غذاؤں میں میرا مقتدا ہے
کوئی کامیابی میں میرا مقتدا ہے

میں تو ہزاروں کے پیچھے چلا ہوں ایک ہو تو بتاؤں تم بتاؤ تم کون سے کو پوچھو میں تو سمجھا نہیں ایک آواز آوے گی جھوٹا ہے کم بخت ہے اس کے لیے آگ کے بستر بچھا دو اور دوزخ کی کھڑکیاں کھول دو اور آگ کے کپڑے پہنا دو بس یہی تین سوال ہیں۔

میرے عزیز دوستو! ان تین چیزوں کے لیے ان تین پر محنت کرنی پڑتی ہے وہ یہ ہیں خدا پالنے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر محنت کرنے سے خدا پالیتا ہے بس پہلے نماز پر محنت کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نماز پڑھنی سیکھ جاؤ اس کی دعوت دو اس کے علم کے حلقوں میں فضائل کے مذاکروں میں مسائل کے سیکھنے سکھانے میں دعاؤں میں قرآن میں ذکر میں تلاوت میں اور نماز میں۔

یہی ہمارا گھر میں محنت کا میدان ہے
یہی ہمارا بازار کا نعرہ ہے
یہی ہمارا کوٹھیوں کا نعرہ ہے

یہی ہمارا حاکموں کے پاس جانے کا نعرہ ہے۔

کامیابی کے لیے نماز ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز بناؤ تو خدا کامیابی کے دروازے کھولے گا پانچ باتوں میں نماز لے آؤ نماز مقبول ہو جائے گی دروازے کھل جائیں گے کلمہ والا یقین پر کماؤ کلمہ نماز کے فضائل والا شوق مسائل والے طریقے اخلاص والی نیت ہو جائے گی اللہ والا دھیان ان پانچ چیزوں پر نماز آئے گی نماز مقبول ہو جائے گی انہیں پانچ پر کمائی آئے گی تو کمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر آجائے گی کلمہ والے یقین پر کماؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کماؤ گے خدا تمہیں بہت کچھ دے گا دنیا میں بہت دے گا آخرت میں فضائل کے شوق پر مسائل کے طریقوں پر اللہ کے دھیان پر اور اخلاص والی نیت پر جب کمائی آئے گی ان پر تو تمہاری یہ کمائیاں تمہیں جنت میں پہونچائیں گی گھر کی زندگی ان پانچ پر آئے گی تو گھر کی زندگی تمہیں جنت میں پہونچائیں گی اگر تمہارے معاشرت اور آپس کے میل جول ان پانچ پر آئیں گے تو تمہیں جنت میں پہونچائیں گے بس ایک چیز ہے کہ جو اپنا حصہ اس محنت میں ڈالے گا اللہ کی ذات سے توقع ہے کہ خدا کی بڑائی اس کے بولنے میں آئے گی سننے میں آئے گی آقاء دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر آگئے تو حکومت کر کے بھی جنت میں جائیں گے اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نہ آئے تو محکومیت میں بھی دوزخ میں جائیں گے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چل پڑے تو مالداری میں بھی جنت میں جائیں گے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نہ چلے تو فقیری میں بھی دوزخ میں جائیں گے اصل میں کامیابی کی جو گارنٹی ہے وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے طریقوں میں ہے اور ایک بات خوب سمجھ لو کہ جب ایک دفعہ آنکھ بند ہوگی تو آنکھ بند نہیں ہوگی خواب والی بند ہوگی جاگنے والی کھل گئی یہ جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں جب آنکھ کھلے گی پھر کیا ہوگا تمہارے سامنے اصل آنکھ کھل جائے گی اس وقت پچھتاؤ گے اگر اپنی زندگی کے شعبوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے چل رہے ہیں تو چلو مبارک ہو اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے زندگی کے شعبوں میں ٹوٹے ہوئے ہیں تو کمائیاں حرام ہیں جب اس پر پکڑیں گے تو رونا پڑے گا اس وقت پتہ چلے گا۔

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جو بھی شریعت کے خلاف کمایا ہوگا وہ سود کے حکم میں ہے اور سود جو سور سے زیادہ سخت ہے اور اپنی کمائی کو اپنے گھر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر لانا سیکھو اپنے کمائی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کیسے لائیں یہود کے طریقوں کو تو ہم لے آئے نصاریٰ کے طریقوں کو تو ہم لے آئے مشرکین کے طریقوں کو تو ہم لے آئے اپنی جان و مال کے خرچ کو ان کے طریقوں پر تو لے آئے۔

جنھوں نے ہمیں ذبح کیا

ہمارے ٹکڑے کئے

چودہ سو برس تک ہمیں پیسا ہے اور اب بھی پیس رہے ہیں ان کے طریقوں پر تو ہم اپنا سب کچھ لے آئے ہیں۔

بچے انھیں کے اچھے لگتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے بچے اچھے نہیں لگتے۔

لباس نصاریٰ کا اچھا لگتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کے صحابہ کا لباس اچھا

نہیں لگتا۔

مکان نصاریٰ کے اچھے لگتے ہیں مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اچھے نہیں لگتے۔

اپنی زندگیوں کو تو یہود ونصاریٰ تک پہونچادیا ہے ہم نے اب اس تشکیل کو دیکھو کہ کس طرح یہود ونصاریٰ کے طریقوں سے ہٹ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقوں پر آجائیں اب تو حالت یہ ہے کہ بیوی بچے مکان کاروبار اس کے اندر ان کے سامنے یہود ہیں نصاریٰ ہیں، یہ ان کو دیکھ دیکھ کر چل رہے ہیں ایک دفعہ بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان کیسا تھا؟ جب یہ کپڑا بناتے ہیں ایک دن یہ تصور میں نہیں آتا کہ اپنے بچوں کے کپڑے ایسے بنالو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے یہ شادی کرتے ہیں کبھی تصور میں نہیں آتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بیاہ کیے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہم بھی کرلیں تو آپ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنائیں گے ہی نہیں آج امام بنا رکھا ہے یہود کو اس اندھے یہود کو جس نے انہیں ذبح کیا چودہ برس تک، وہ آج امام بن چکے ہیں زندگی میں تھوڑے سے نمازی کچھ پڑھ رہے ہیں کچھ نہیں پڑھ رہے ہیں تو نمازیوں نے بھی مقتدا بنایا یہود کو اور ان بے نمازیوں نے بھی اپنا مقتدا اور امام بنایا نصاریٰ کو۔

ذوق ابراہیمی نہیں ہے

ذوق آزری ہے

ذوق موسوی نہیں ہے

ذوق فرعونی ہے

ذوق محمد نہیں ہے

ذوق قارونی ہے

تو بھائی اگر یہی اچھا لگتا ہے تو مبارک ہے چلئے آپ مرنے کے بعد دیکھئے گا کیا ہوگا، ایک دن بھی اور میاں اگر اس سے لڑنا چاہتے ہیں ہم بڑے غلط پھنس گئے، آج عورتیں کہاں تک پہونچ گئیں عورتیں یہاں تک پہونچ گئیں کہ کتوں سے زنا کرائیں گی یوروپ کی عیسائی عورتیں کراتی ہیں کتوں سے زنا۔ اگر یوروپ ہی امام بنا رہا تو آدمی اپنی ماؤں سے زنا کرے گا اپنی بیٹیوں سے زنا کرے گا یہ زنا کے امام ہیں وہاں تک پہنچو گے، جہاں یہ پہنچے ہیں اُف اُف، یہ خون کی ندیاں بہانے کے امام ہیں تم بھی وہیں تک پہنچو گے لٹیرے بنو گے شریف انسان نہیں بن سکتے شریف کے پیچھے چلو گے شریف بنو گے اور کمینوں کے پیچھے چلو گے تو کمینے بنو گے شریفوں کے سردار حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ جن کے ساتھ شرافتیں جمع ہیں ساری شرافتیں سارے کمالات ساری خوبیاں ان میں جمع ہیں ان کے پیچھے چلو اس کیلئے چاہئے وقت، ذوق کی تبدیلی کیلئے چاہئے وقت، اور جتنا اس کیلئے محنت کرو گے، ذوق بدلے گا، ہم کماتے رہیں، کماتے رہیں، ایک دم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق آجائے یہ ناممکن ہے۔

ہم مکان بناتے ہیں
ہم کوٹھیاں بناتے ہیں
ہم بلڈنگیں بناتے ہیں
ہم شادی بیاہ کرتے ہیں

ہم شاندار چیزیں خریدتے ہیں

اور جو روپے پیسے ہاتھ میں آوے وہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد، وہ سارا انھیں میں لگاتے رہیں اور اس کے لیے نہ مال لگے نہ جان تو خدا کی قسم یہود اور نصاریٰ کی طرف زیادہ قریب ہو جاؤ گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہو جاؤ گے اور خون چوسنے والوں کے اور قریب ہو جاؤ گے جس نے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری حفاظت کے لیے خون دیا تھا اس سے دور ہو جاؤ گے اور جو اپنی حفاظت کے لیے ہمارا خون کرتا ہے اس کے اور قریب ہو جاؤ گے تو گویا خون دینے والے سے دور ہوئے اور خون لینے والے سے قریب ہوئے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہونے میں ہمارا فائدہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہونے میں ہمارا نقصان ہے اس لیے کہیں کہ اس ماحول کو بدلو، یہ ماحول نہایت زہریلا ہے اس کی تو ہر چیز غلط ہے اس کی ایک چیز بھی صحیح ہو تو کہیں کہ یہ کچھ صحیح ہے۔

مجھے بتادو کہ اس کی کون سی چیز صحیح ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

تبلیغ حق دین میں گذرے تمام عمر

حامداً و مصلیاً اما بعد:

فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلّغو عنّی ولو آیۃ.

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے اس زمین وآسمان میں جو کچھ بنایا ہے اور جس کے لیے اس زمین وآسمان کو بنایا ہے اس میں انسان کی وقتی کامیابیاں رکھی ہیں۔

وقتی عیش

وقتی بھوک

وقتی پیٹ بھرنا

وقت حیات

وقتی موت لکھی ہے یہاں تھوڑی سی دیر کے لیے لذت وعیش ملتے ہیں پھر تکلیف آجاتی ہے اور جن (اعمال) کے لیے انسان کو بنایا ہے اس میں ابدی کامیابیاں بھی ہیں اور وقتی کامیابیاں بھی ملتی ہیں۔

وقتی راحت اور ابدی راحت بھی ملتی ہے

وقتی محبتیں اور ابدی محبتیں بھی ملتی ہیں

انسان میں جو دولتیں (اعمال صالحہ) رکھی ہیں وہ ایک طرف وقتی طور پر دنیا میں دوسری طرف آخرت میں ابدی طور پر زندگی بناتی ہیں اسی لیے انسان کی یہ دولتیں ساتوں زمین وآسمان سے زیادہ قیمتی ہیں اگر ایک انسان کی یہ دولت بنتی ہے اور اس کے اندر کی مایہ ابھرتی ہے تو اس سے ساتوں زمین وآسمان سے زیادہ آبادی بنتی ہے، ساتوں

زمین و آسمان سے زیادہ کامیابی ملتی ہے وہ دولت تو بڑی قیمتی چیز ہے اس کی جو شعبۂ اول ہے یعنی اللہ کہنا خالی اللہ کہنا اور کچھ نہ کہے اور نہ کوئی اور دولت بنائے پھر بھی فرمایا کہ جب تک ایک بھی اللہ کہنے والا دنیا میں باقی رہے گا زمین و آسمان باقی رہیں گے قیامت نہیں آئے گی۔

جب ایک بھی اللہ کہنے والا نہ رہے گا ساتوں زمین و آسمان کو توڑ دیا جائے اس سے اندازہ لگاؤ کہ جن اعمال کے لیے خدا نے انسان کو بنایا ہے وہ کتنی قیمتی ہیں جب کہ ایک لفظ اللہ کہنے پر زمین و آسمان کھڑے ہیں۔

☆ نماز نہیں

☆ اخلاق نہیں

☆ کردار نہیں

☆ حج نہیں

صرف اتنی دولت ہے اگر انسان کی یہ آخری دولت بھی جاتی رہے تو پھر سات ارب جتنے بھی انسان دنیا میں اس زمانے میں ہوں گے سب مریں گے سب مخلوق ختم کی جائے گی۔

میرے عزیز دوستو! اس سے معلوم ہو گیا کہ زبان سے خالی اللہ کہنا اتنی بڑی دولت ہے کہ ساری ساتوں زمین و آسمان اس پر قائم ہیں جب ایک شخص کہتا ہے کہ میں کھیتی سے پلتا ہوں تو یہ خالی کہنا نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک لمبی چوڑی محنت ہے وہ زمین خریدتا ہے ہل چلاتا ہے بیج ڈالتا ہے چار چھ مہینے کے بعد کٹائی کر کے غلہ بیچ کر پیسے لاتا ہے۔

اسی طرح جب ہم کہیں گے کہ ہمارے رب اللہ ہیں تو یہ خالی کہنا نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک لمبی چوڑی محنت شروع ہو گی اگر کہتے ہو کہ ہمارے رب اللہ

ہیں تو پھر دو کان

☆ کھیتی

☆ سیاست

ملازمت سے پلنے کا یقین نکالو اس بول پر محنت کر کے اس کو دل کا یقین بناؤ اور دل کا یقین بنانے کے واسطہ کہنا پڑے گا نہ تجارت نہ ملازمت نہ حکومت کی محنت ہے بل کہ اس کے لیے ایک محنت ہوگی جو محنت کی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ محنت کر کے اس لفظ کو دل کی گہرائیوں تک اتارو اور اس حقیقت تک پہنچ کر اللہ سے براہ راست پلنے کا فیصلہ لو پھر تو وہ تمہیں اتنی اچھی طرح پال کر دکھائے گا۔

عزت دے کر

غلبہ دے کر

حفاظت دے کر

دکھائے گا کہ امریکہ، روس بھی تمہاری جوتیوں میں ہوں گے اسی پر تمہارے ایمان کا خاتمہ ہوگا اسی پر لاکھوں حسین عورتیں، ہمیشہ کی جوانی، لاکھوں غلمان، ہمیشہ کا سکون اسی پر ملے گا کہ تم اس کو دل میں فٹ کر کے دکھا دو پھر ملے گا۔

اسی کے لیے ہے کائنات میں جو کچھ ہے وہ محدود فانی ہے تمہاری پرورش کا یقین پلٹ جائے لامحدود وغیر فانی کی طرف اس کے لیے ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ خدا پالتا ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت پر، تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عبادات کی محنت کرو گے تو خدا تمہیں پالے گا سونے چاندی موٹروں کے استعمال کا نام نماز (محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عبادت) نہیں ہے تمہارے دل ودماغ، انگلیوں، ہاتھوں، گھٹنوں سب کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل کے مطابق استعمال نماز ہے زمینداری کیا ہے؟ آپ زمین سے پلنے کے واسطے زمین کے مطابق

استعمال ہوتے ہیں دوکان کیا ہے؟ دوکان کے چلنے کے واسطے دوکان کے طریقے کے اعتبار سے تمہارا استعمال اسی طرح نماز کیا ہے خدا کی ذات میں جو کچھ لامحدود وغیر فانی ہے اُس سے چلنے کے واسطے ہمارے طریقہ استعمال کا نام نماز ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح پلے تھے مکہ کی گلیوں میں دشمن کے نرغے سے کس طرح بچے تھے بدر میں کیسے بچے اور فتح کی اور خندق میں روٹی کیسے ملی، قبائل میں گھر گئے تو کیسے بچے؟ ان سب کا جواب یہ ملے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر خدا سے مانگا تھا خدا نے کر دیا اسی واسطے جتنی عبادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کسی نبی، کسی ولی نے اتنی عبادت نہیں کی، نماز پڑھتے پڑھتے آپ صلی اللہ علیہ سلم سوکھی ہوئی مشک کی طرح ہو گئے تھے نماز پڑھتے پڑھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں تک ورم آ گیا تھا اچھے اچھے تندرست صحابی رضی اللہ عنہم بھی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہیں پیچھے کھڑے ہوئے (رات کو نوافل میں) تو کمر میں سارا دن درد رہا چھ پارے کا قیام پھر رکوع وسجدہ وقیام کے برابر ایسی چار رکعتیں پڑھیں۔

آج امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی وجہ سے ہی چل رہی ہے رسول اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر خدا سے امت کا قیامت کے لیے بقاء مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا کہ کوئی دشمن امت پر ایسا تسلط نہ ہو جو پوری امت کو ختم کر دے اللہ تبارک وتعالی نے حضور صلی اللہ علیہ سلم کی دعا قبول فرمائی اور فیصلہ فرمایا رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی مغفرت کی دعا مانگی کہ چاہے یہ کتنے ہی گناہ کرے معاف کر دیا جائے اللہ نے یہ بھی فیصلہ فرما دیا امام الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ پوری امت قحط سے ہلاک نہ ہو اللہ تبارک وتعالی نے فیصلہ فرما دیا پھر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا کہ آپس میں نہ لڑیں اللہ نے نامنظور فرمایا کہ جو بدعملیاں کریں گے تو کوئی سزا باقی رہنی چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نماز پڑھی کہ اللہ کو ترس آ گیا جب نماز پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کیلیے آنسوؤں سے روتے تھے تو زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبرئیل کو بھیجا کہ اللہ پوچھ رہے ہیں کہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رو رہے ہیں؟

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امت کے لیے رو رہا ہوں کہ امت کا کیا ہوگا خدا نے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے بارے میں خوش کردیں گے، نہ رویئے۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ صحابہ سمجھے کہ انتقال ہو گیا، فرمایا کہ آج امت کی مغفرت کی بشارت ملی تھی تو شکریہ میں اتنا لمبا سجدہ کیا۔

عزیزان گرامی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دن کا فاقہ ہے، پھر کیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے؟

نہ کمائی کی، نہ کسی رشتہ دار سے اور دوست سے مانگا مسجد میں نماز پڑھ کر خدا سے مانگا واپس تشریف لائے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اللہ نے روٹی بھیجی؟ کہا نہیں، پھر مانگا، پھر مانگا، اسی طرح کئی مرتبہ کیا آخری مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، عثمان آئے تھے کچا پکا لائے ہیں ہمیں بھی کہہ دیا کہ جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگو، اب رب ہونے کی جو حقیقت ہے وہ نماز کے ذریعے مسئلوں کو حل کرانے سے دل میں اترے گی، ورنہ یہ زبان کا بول ہی رہے گا، اس کی روٹی کا مسئلہ نماز حل ہوگا، شخصی مسائل کا حل ایک شخص کی نماز سے

ملکی مسائل کا حل ملک والوں کی نماز سے

عالمی مسائل کا حل عالم والوں کی نماز سے ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے صحابہ رضی اللہ عنہ کو نماز پر ڈالا اس پر خدا نے قیصر و کسریٰ کے ہلاک ان کے ہاتھ میں پکڑا دیئے اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خوب فتوحات ہوئیں اس کے بعد ایک زبردست قحط آیا چاروں طرف سے بھوکے پیاسے بادل کی طرح امڈ امڈ کر مدینہ منورہ آنا شروع ہوئے اور اُدھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دعا شروع کی کہ قحط سے یہ مرنہ جائیں۔

دوسرے عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تیرے ساتھی خوب پراٹھے کھا رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مدینہ میں بھوکی مر رہی ہے کھانے کا سامان بھیجو عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں سامان خوراک سے لدا ہوا ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا اول مدینہ میں اور آخر مصر میں ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر روزانہ چالیس پچاس ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے دیہات میں بھی کھانا بھیجا جاتا اسی زمانے میں گاؤں کے رہنے والے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بکری ذبح کی تو سوائے ہڈی خون کھال کے بوٹی نہ نکلی تو ان کو چیخ نکل گئی کہا وَا مُحَمَّدْ ہائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں میں آنسو آ گئے ہچکی بندھ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو ہمارا حال یہ نہ ہوتا اسی طرح سو گئے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا کہ ہمارا پیغام عمر کو پہنچا دو کہ تو تو بہت عقل مند تھا تیری عقل کو کیا ہو گیا؟ یہ صبح ہوتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کی پکار سنو! ایک دفعہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بھول گئے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی زمانہ ہو پیغام سن کر لرز گئے وہ سمجھے کہ میری زندگی میں کوئی فرق آ گیا ہے سارے مدینہ والوں کو بلا کر کہا کیا میری زندگی بدل گئی ہے سب نے کہا نہیں بدلی فرمایا پھر یہ دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہیں؟ خواب کا مطلب سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سارا مدینہ سمجھ گیا انھوں نے کہا کہ خواب کا مطلب یہ ہے

جب تمہاری نمازیں خدا کے ہاں مقبول ہیں پھر قحط کے خاتمہ کی دعا کیوں نہیں مانگتے اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُکَ وَ نَسْتَعِیْنُکَ ہم معافی مانگتے ہیں اور بارش مانگتے ہیں ابھی مجمع بکھرا بھی نہیں تھا کہ بارش شروع ہوگئی جانوروں میں جان آنی شروع ہوئی دیہاتیوں نے آکر یہ بتایا کہ جب چاروں طرف سے بادل ایک دوسرے پر چڑھ کر آرہے تھے تو بادلوں میں سے آواز آرہی تھی اتاک الغوث یا ابا حفص اے عمر رضی اللہ عنہ تو نے دعا مانگی تھی بادل آگئے اس کے لیے نماز بنانی پڑے گی، وضو، استنجاء، امامت کی ذمہ داری زندہ کرنے کی بھی محنت کرنی پڑے گی جو نماز میں نہیں آئیں گے انھیں لانے کی بھی محنت کرنی پڑے گی اب ایک لمبا چوڑا نماز کی محنت کا میدان بن گیا اب نماز میں صورت اور سیرت دونوں ٹھیک بناؤ جو نہیں آتے انھیں لاؤ مسجدوں میں جو آگئے انھیں سکھاؤ مسجد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز محنت سے بنی تھی درندوں کا ختم ہو جانا، لٹیروں، زناکاروں کا ختم ہو جانا انصاف والوں کا اوپر آکر لوگوں کی زندگی بنانا یہ ساری ترتیب خود ہو لے گی جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز کی محنت کا میدان بناؤ گے تمہیں کھیتوں دوکانوں سے پلنے کے منصوبوں کی بجائے نماز پر محنت کر کے نماز کو پلنے کا منصوبہ بنانا پڑے گا تم ویسی نماز کر لو کہ جس سے کم از کم تم دوزخی نہ رہو قبر میں عذاب نہ ہو تمہیں ویسی نماز بنالو جس سے تمہارے چہرے کی روشنی حشر میں لاکھوں میلوں تک پڑے اپنی کمائیوں سے جن کی وجہ سے تمہارا پلنے کا یقین غلط ہو گیا وقت نکالو یہاں مسجد میں آکر (اللہ کی) ذات کی عظمت اس کی قدرت کو اتنا سنو کہ بن دیکھے وہ ذات تمہارے سامنے آجائے اسی لیے فرمایا ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کہ خدا کی عبادت ایسے کر گویا تو خدا کو دیکھتا ہے خدا کو دیکھنا کب آئے گا جب عبادت کے لیے خدا کی ذات سنے اور اس کی قدرت کے تذکروں کے لیے محنت ہو۔

عزیز دوستو! دنیا و آخرت کی مسئلے اس سے (یعنی ان عملوں سے) حل

ہوں گے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چلایا تھا خون خرابا، اغوا، ڈکیتی، چوریاں، دشمنوں کی پورش تبھی رکے گی جب تم وہ پروگرام چلاؤ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز کے لیے چلایا تھا وہ ساری چیزیں چلاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی چیزیں بہت چلائی تھی مسجد میں بھوکے پیاسے ننگے ہیں ناف سے گھٹنے تک صرف کپڑا ہے پھر بھی ایک آدمی کا قرآن سن رہے ہیں۔

اوڑھنے کے لیے کپڑے نہیں

کھانے کے لیے دانے نہیں

تعلیم کے حلقے پر پھر بھی چل رہے ہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حلقے میں تشریف لائے اور فرمایا اے فقراء مہاجرین خوش ہو جاؤ تم اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہو گے نماز کے لیے خشوع خضوع کی محنت کی جائے گی امام کے پیچھے رہنا پڑے گا جس نماز میں لفنگوں کو زانیوں کو خدا اپلٹیں گے وہ نماز بنانی پڑے گی اگر اللہ کو رب مانتے ہو تو پھر یہ محنت کرلو جب نماز پر محنت کرتے کرتے تمھارے دل ودماغ پر خدا چھا جائے اللہ رب ہے وہ نماز کی تعلیم پر پالیں گے مقدمہ ختم کریں گے، مصیبتیں دور کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسم نماز کی ساری باتوں پر جو فرمائی ہیں وہ سنو!

جب آپ فضائل کی مجلس میں بیٹھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا جتنے لوگ باہر محنتیں چلا رہے ہیں ان کا بچاؤ اس مسجد کے اندر بیٹھنے والوں سے ہو رہا ہے یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں یہ حدیث ہے حدیث پھر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں آپ کے دل ودماغ میں اتریں گی کہ

عزت یہاں ہے

پرورش یہاں ہے

یہاں محنت کرو

ذکر کرنے سے

تلاوت کرنے سے

تعلیم کرنے پر

فضائل و مسائل سیکھنے کی محنت پر یقین ہو کہ اس سے زندگی بنے گی پھر نماز دھیان سے پڑھو الحمد للہ رب العلمین سب کی تربیت کرنے والے اللہ ہیں اور عبادت پر وہ تربیت کرتے ہیں اور میرا قیام عبادت ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر میرا قیام آ گیا تو اس قیام کی وجہ سے اللہ دنیا و آخرت میں پالے گا قیام میں بیت اللہ کا رخ ہے قرآن کا خدا کے دھیان اور اخلاص سے پڑھنا ہو اس پر یقین جماؤ کہ خدا اس پر پالے گا پھر چلو رکوع کے اندر کیا کہو گے؟ سبحان ربی العظیم پاک ہے وہ ذات جو عظمت والی ہے وہ میرا رب ہے اب رکوع عبادت ہے اگر میرا رکوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو گا خدا کی قدرت پر یقین کرنے میں صورت کے اعتبار سے اور نیت کی اخلاص کے اعتبار سے تو اس رکوع پر اللہ پالیں گے پھر سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد قومہ درست ہو گیا تو خدا اس پر پالیں گے پھر سجدہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو گیا تو اللہ پالیں گے یہی محنت نماز کے اندر کرنی ہو گی یہی باہر کہ جس سے نماز درست ہو جائے جو چیزیں نماز کو درست کریں گی ان پر یقین بناؤ کہ اللہ ان میں لگنے پر پالیں گے دعوت و تعلیم ذکر پر پالیں گے انھیں اپنے اندر بناؤ اب جاؤ محلوں کے اندر گشت کرو کہ شہر کا کوئی آدمی بے نمازی نہ رہے مہینہ میں تین دن دیہات میں جاؤ اور کوشش کرو کہ کوئی بے نماز باقی نہ رہے سال میں چلے میں کوشش کرو کہ پورے ملک میں بے نمازی نہ رہے تین چلے میں پوری دنیا میں کوشش کرو کہ کوئی بے نمازی نہ رہے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد جو کچھ کیا ہے وہ نماز پر کیا

ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے اپنی ہی نماز نہیں بنائی۔

بلکہ مکہ والوں

مدینہ والوں

طائف والوں

نجد والوں

غرض سب کی نماز بنائی کیسے؟ جو کلمہ پڑھتے انھیں نماز کی محنت میں لگا دیا جب یہ یقین آ جائے کہ اللہ رب ہے نماز پر پالیں گے تو خدا پوری دنیا کی ترتیب بدل دیں گے اب نماز والے کی نماز کب قبول ہوگی پہلے مسجد میں نماز کو بناؤ پھر نماز کی بنیاد پر کمائی گھر کی زندگی معاشرت تینوں لائینوں کو دین بناؤ یعنی انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان طریقوں پر لاؤ جو چلنے کے واسطے دیئے گئے ہیں تجارت، ملازمت، حکومت، میں بھی کمائی کی جاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو راستہ لائے ہیں اس پر بھی کمائی ہے گھر کی زندگی دوا اور دوانسانوں کے راستے میں بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں بھی ہے سب کچھ نماز کی بنیاد پر کمائی کیا ہے؟ کہ کمانے پر خدا انہیں راضی ہو کر دے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کمانے سے دے گا لیکن یہ نماز درست جب ہوگی کہ یا تو نہ کماؤ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کماؤ نہ کمانے والے کا اللہ سے لینے کا طریقہ یہ ہے کہ نہ کمانے کی حالت میں مخلوق کا پیسہ نہیں دیکھنا ہوگا۔

اظہار حال نہیں کرنا ہوگا

سوال نہیں کرنا ہوگا

اسراف (دل کی دوسروں طرف جھانک) نہیں کرنا ہوگا

بھوک آ جائے تو بھوک کی حالت میں جزع فزع نہیں کرنی ہوگی

اسی مثال کے لیے سارے حضرات چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم سب یہ سب لاکھوں مثالیں ہیں تیرے لئے، نہ کمانے والوں کی اگر تو کمانا ہی چاہے تو کما ضرور یہاں بھی پابندیاں ہیں خدا سے لینے کے لیے کماتے ہو تو اس بنیاد پر چلو کہ کمائی سے نہیں ملے گا خدا دے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کماؤں گا تو اللہ دے گا میں پیسے کے لیے نہیں کماتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چالو کرنے کے لیے کماتا ہوں کمانا ہے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ہم دوکان کرتے ہیں دوکان پر یقین نہیں کرتے حکومت پر یقین نہیں کرتے خدا پر کرتے ہیں یہاں دوکان کرنے میں دیکھنا ہوگا کہ کیا بیچنا ہے کیا نہیں بیچنا ہے تصویریں، فحاشی کی کتابیں، شراب، اخلاقی چیزیں نہیں بکتی ہیں جیسے ایک تو سور اور کتے حرام ہیں ان کا کھانا حرام ہے آگے حلال جانور بکری وغیرہ کا آپ نے گلا گھونٹ دیا یا دو بکری کے ٹکڑے کر دیئے خواہ آپ نے بسم اللہ واللہ اکبر بھی کہا حلال جانور بھی حرام ہو گیا اسی طرح کمائی میں پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ جس طریقے سے حلال کمائی حلال بنتی ہے وہ طریقہ اختیار کرنا ہوگا کمائی میں گھسے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چالو کرنے کے واسطے گھسے اور کیا کہا کہ خدا کو راضی کرنے کے لیے کماتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے فضائل کے شوق سے کماتا ہوں خدا اس پر پالے گا آپ کی یہ کمائی چاہے تجارت ہو چاہے مزدوری آپ کا رابطہ خدا کی ذات سے قائم ہو گیا اس پر آپ کو دنیا میں بھی آخرت میں بھی وہ ملے گا جو خدا کی ذات کے خزانوں میں ہے دوسروں پر گولے پڑیں گے تمہاری دوکان پر نہیں پڑے گا اگر پڑے گا تو نقصان نہیں کرے گا کیونکہ تمہاری دوکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے وہ دوکان راکٹ سے زیادہ مضبوط ہوگی اب گھر کی زندگی نماز کی بنیاد پر چلانی ہوگی اس میں بھی کچھ لباس حلال ہیں کچھ حرام ہیں کچھ گھر بنانے حلال ہیں کچھ حرام ہیں پھر حلال میں

بھی کچھ طریقے حلال ہیں اور کچھ طریقے حرام ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے بیوی بچوں کے ساتھ ہماری تربیت ہوگی تو خدا پالے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا جھونپڑا کسریٰ کے محلوں یہود و نصاریٰ کے طریقے کی کوٹھیوں سے قیمتی ہے جو پچاس روپے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے جھونپڑے میں مزہ ہے وہ خدا کی قسم یہود و نصاریٰ کی پچاس لاکھ روپیوں کی کوٹھیوں میں حلاوت نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے سوا روپے کے کرتے میں جو ہے مزہ وہ یہود و نصاریٰ کے پانچ لاکھ کے لباس میں نہیں پالنے والے اللہ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر پالیں گے خدا پرورش اس وقت بگاڑیں گے جب ہم گھر کے نقشے میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے طریقے پر چلیں گے رب کی بنیاد پر گھر کا نقشہ بھی دیا گیا ہے اس میں دوا دارو ولادت موت کے طریقے بھی آئیں گے مسجدوں میں بیٹھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم اولیاء رحمہم اللہ کے طریقے سیکھو اگر تم نے کوٹھیوں کو یہود و نصاریٰ کے طریقے پر رکھا تو زمین کا ایک جھٹکا انہیں توڑ سکتا ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر جھونپڑا بنایا تو خدا کی قسم اس پر راکٹ بھی گرے گا تو راکٹ ٹوٹ جائے گا یہ اینٹ پتھر جو بے قیمت ہیں تو قیمتی بنیں گے نہیں قیمتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے ہیں جو ذات اقدس سے نکلے ہیں محمد کی جن کا حکم چلا ہے اللہ کی ذات سے اگر ساتوں زمین و آسمان کے برابر ایک کوٹھی ہو جس میں سارے ہیرے جواہرات لگا دیے جائیں تو خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاخانہ پھرنے کی ایک سنت کے مقابلے میں اس کی کوئی قیمت نہیں

اسلام کے پاسبانو! اسی بنیاد پر معاشرت لے تو اس پر خدا تمھیں خوب دیں گے زمین و آسمان میں جو کچھ ہے فجر کی دو رکعت کی قیمت کے برابر نہیں اب کی پانچ ہزار لے کر تم افریقہ گئے (اللہ کے دین کی محنت کے لئے) تو پانچ لاکھ نماز پڑھنے والے بن

گئے تم نے کمائی کی ہوس پ عثمان رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ بننے کیلئے نہیں کی تم میں کمائی کی ہوس ہے قارون، شداد تقشے پر اور یوروپ کے زانیوں کے نقشے پر آنے کے لیے اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنالیا، یہود و نصاریٰ بجائے کے تو تمہارے پاس خوب وقت اور پیسہ بچے گا اور پھر تم کالے گورے کو نماز کی بنیاد پر لاکر جوڑو گے تو تمہارا دنیائے انسانیت پر بہت بڑا احسان ہوگا دنیا آپ کو اس کا بدلہ نہ دے گی خدا دے گا ایک ایک نماز پر خدا تمہیں ساتوں زمین و آسمان بڑی جنتیں دے گا ایک معاشرت بنانی پڑے گی انصاف کی بنیاد پر یہ انصاف نہیں اپنی لاکھوں کی کوٹھی ہو اور دوسرے لاکھوں فاقے پر مر رہے ہوں اگر آپ اس پر نہیں آسکتے کچھ تو اپنا معیار کم کیجئے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کو اتار یئے جنھوں نے تین تین دن فاقے کیے ہیں تمہارے بننے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کے بہت قطرے بہائے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے ایک قطرے کی زمین و آسمان قیمت نہیں بن سکتے یہ نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ملنے کی وجہ سے فاقہ آتا تھا بلکہ عشاق دیتے تھے ہدیہ تو امت پر لگا دیتے ہیں خود فاقہ کرتے ہیں حضرت فاطمہ سے اتنی محبت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب ان کے ہوتے ہوئے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو جہل کی بیٹی سے میں نکاح حرام نہیں کرتا لیکن میری فاطمہ کو جو دکھ پہونچائے اس کا مجھ سے تعلق نہیں اسی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جب نکاح کیا تھا تو سب سے غریب علی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا ایک دفعہ غلام باندی آئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھیجنے پر گئیں شرم سے واپس آگئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حضرت علی نے مدعی بیان کیا تو فرمایا امت بھوکی مرے اور تمہیں باندی غلام دوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آج بگڑ رہی ہے تم تھوڑی سی قربانی دے کر اس کو اوپر نہیں لا سکتے معاشرت میں انصاف کو سامنے رکھو

صاحب یہ مہاجر اور مقامی کا مسئلہ ہے یہ نہیں کہنا ہوگا پٹھان غیر پٹھان کا مسئلہ کہنا یہ ظلم کے نعرے میں جب آدمی ظلم کرتا ہے تو جاہلیت وعصبیت پر عمل کرتا ہے تو نماز و روزہ اس کے منھ پہ مار دیتے ہیں یہاں تک مسلم عیسائی ہندو مسلم بھی کوئی مسئلہ نہیں کہ تم مسلم کی مسلم ہونے کی وجہ سے حمایت کرو اگر اس طرح مدد کرو گے تو تم ظالم ہو گے اور ظالم کو خدا کبھی نہیں چمکاتے تم تحقیق کرو کہ واقعہ کیا ہے پتہ چلا کہ اس پنجابی نے سندھی کے پیسے چھین لیے ہیں تو آپ پنجابی ہونے کے باوجود سندھی کی مدد کیجئے اور پنجابی سے حق دلوایئے جو قوم انصاف کرے گی سروں پر آئے گی جو ظلم کرے گی پیروں میں آئے گی اب ہماری مدد نہ قومیت، نہ لسانیت، نہ وطنیت، نہ رشتہ داری، نہ پارٹی کی بنا پر ہوگی حتیٰ کی مسلماں ہونے کی بنا پر بھی نہ ہوگی بل کہ ظلم وانصاف کی بنا پر ہوگی پھر تمھارے سامنے نہ راکٹ نہ بمبار جہاز کوئی چیز ہے چاہے تمھارے پاس کھانے کی جو کی روٹی چٹنی ہو تو خدا تمھیں ساری دنیا میں چمکائے گا قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ اے ملک کے مالک جسے چاہتا ہے تو ملک دیدیتا ہے جسے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جسے چاہے ملک دے کر ذلت جسے چاہے ملک چھین کر عزت دیدے تو سب کچھ اپنی قدرت سے کرتا ہے جو اپنی عبادت کمائی، گھر کی زندگی معاشرت میں اللہ کے رب ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نماز کی بنیاد پر چلنے کے اعتبار سے چلتا ہے تو مسلماں ہے آج تم پہاڑ سمجھتے ہو کہ کوٹھی والا جھونپڑے میں کیسے رہے گا جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے محبوب بنیں گے پھر کہو گے چاہے محبوب جہاں رہے اسی میں رہنا ٹھیک ہے جب نماز پڑھ کر خدا سے ملنے کا یقین آجائے گا تو پھر کمائی گھر کی زندگی معاشرت تینوں لائنیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر آجائیں گے اس کیلیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی صحابہ کی ایک ترتیب قائم فرمائی تھی جس کی وجہ سے تمھارا ہمارا وجود ہوا ہے وہ ترتیب تھی کہ سال میں چار ماہ عبادت کی محنت میں باہر نکل کر لگانا باقی آدھا دن آدھی رات عبادت کی محنت میں

مقام پر اور باقی آدھا وقت کھانے کمانے میں ایک طبقہ جتنا کہ مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا اس ترتیب پر آجائے گا اس سے اونیٰ ایک دفعہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخلے صورت یہ ہے کہ ایک دفعہ چار ماہ لگا لو پھر ہر سال چلّہ لگاتے رہو ہفتے میں ایک رات اور دوگشت مہینہ میں تین یوم لگاتے رہو انشاء اللہ یہ ترتیب محنت کسی نہ کسی دن اللہ کے رب ہونے کو دل میں اتار دے گی نماز سے پلنے کا یقین پیدا کر دے گی اور اس محنت پر دنیا میں تمہارے نسلیں چلیں گی صدیوں تک کیلئے بس آج فیصلہ کر لو ایک تم نے ہمارا چلّہ لیا ہے اب تم لوگ ہمیں چلّہ دو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں کہنے سے زیادہ عمل کی توفیق دے۔ (آمین ثم آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ردشیعیت

میں ایک دن ظلم کے چہرے کو آخر نوچ ڈالوں گا
میرے ہاتھوں میں جگنو ہیں اندھیرا کچھ نہیں کہتا
تلاطم خود بخود بے چین رہتا ہے سلامی کو
اگر تیراک اچھا ہو تو دریا کچھ نہیں کہتا

نحمدہٗ ونستعینہٗ و نستغفرہٗ و نومن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا و نشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و لا نظیر لہ ولا وزیر لہ و لا مشیر لہ و لا معین لہ و صلی علی سیّد الرسل وخاتم الانبیاء المبعوث الی کافۃ الناس بشیراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً.

قال اللہ تعالیٰ:

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان، وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ظھرت الفتن او البدع وسبت اصحابی فلیظھر العالم علمہ وان لم یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین صدق اللہ و رسولہ النبی الکریم، و نحن علی ذٰلک لمن الشھدین والشکرین والحمدللہ رب العلمین.

اپنے مرکز سے اگر دور نکل جاؤ گے
خاک ہوجاؤ گے افسانوں میں بکھر جاؤ گے
اپنے پرچم کا رنگ کہیں بھلا مت دینا

سرخ شعلوں سے جو کھیلو گے تو جل جاؤ گے
تیز قدم سے چلو اور تصادم سے بچو
بھیڑ میں مست چلو گے تو کچل جاؤ گے
ہم ڈھونڈو نہ کسی کے سہارے پہ چلو
ٹھوکریں کھاؤ گے تو خود ہی سنبھل جاؤ گے

معزز سامعین کرام! آج کی اس پر کیف اور مبارک محفل میں علماء کرام و مفتیان عظام کی موجودگی میں بندہ ردِ شیعیت پر کلام کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔

دعاء کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صحیح صحیح بات کہنے کی توفیق دے۔

(آمین ثم آمین)

عزیز ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانو! یہ عادت روز ازل سے جاری ہے کہ ایک طرف تو اسلام پر سیاہ دھبہ لگانے والے پیدا ہوتے رہے اور اسلام پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے، کبھی اسلام کو رجعت پسند

تو کبھی اسلام کو تعصب پسند

اور کبھی دہشت پسند

تو کبھی شریعت کے لانے والے ہی کو پاگل و مجنوں تو کبھی ساحر و جادوگر کہا گیا، اگر ایک طرف اسلام کو مٹانے والے پیدا ہوتے رہے تو دوسری طرف ان دشمنوں کو سر کوبی کرنے والے بھی پیدا ہوتے رہے۔

آج دار الندوہ میں ایک میٹنگ منعقد ہو رہی ہے اور اس اجلاس میں یہ پلان بنایا جا رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا ہے ارا کین شوریٰ نے یہ فیصلہ پاس کر دیا ہے کہ بیک وقت حملہ کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے مار دو آج یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے خداؤں کی توہین کرتا ہے لیکن اللہ

تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کا مظاہرہ کراتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کفار و مشرکین کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ محمد جیت گئے، کفار و مشرکین ہار گئے، کفار و مشرکین کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر سر جھکانا پڑا۔

اسلام کو اور اہل ایمان کو نقصان پہنچانے کی خاطر کس کس طرح کے منافقانہ تحریکیں اور کافرانہ سازشیں کی گئیں ہیں اور ان میں سب سے زیادہ طویل العمر اور سخت جان فتنہ وہ تحریک شیعیت ہے جس کی نمایاں خصوصیت اپنے اصلی افکار و عقائد جذبات و عزائم کو دوسروں سے مخفی رکھنا ہے جب جب بھی اسلام کو کوئی اپنے پاؤں تلے روندنے والا پیدا ہوا تو خدا نے اس کے ناپاک ارادوں کو مٹی میں ملا دینے والے کو بھی پیدا کیا آپ کو معلوم ہے کہ دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابوجہل اور ابولہب، کفار، اہل مکہ اور دیگر کافروں نے خاکستر کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایمان کی دولت سے مشرف کر کے دین اسلام کو تقویت بخشی۔

جب انگریزوں نے ہندوستان کے اندر اسلامی عقائد کی بنیاد کو اکھاڑ کر کے اپنی مثلیثی عقائد کی بنیاد رکھنا چاہا تو رب کعبہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے لخت جگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو پیدا کیا جس نے سب سے پہلے افضل الجہاد کا اعلان کیا اور اس ہندوستان کو دار الحرب ہونے کا فتویٰ دیا، جہاد کے فرض ہونے کا ڈنکا پورے ہندوستان میں بجوا دیا، جس کے بناء پر انگریز اپنے مقصد میں ناکام رہا۔

یوں تو دین کی شارحین و محافظین نے اس سلسلہ میں کسی با جبروت طاقت اور کسی وسیع سے وسیع تر بادشاہی کے سامنے پر نہیں ڈالا اس کے غلط عقیدے اور غلط دعوت پر سکوت کو جائز نہیں سمجھا چہ جائیکہ مسلمانوں کی بنیادی منافع اور اختلاف وتفریق سے بچنے کے لالچ میں قبول کر لیتے یا ہمنوائی کرتے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ المتوفی ۱۰۳۴ھ کا شہنشاہ اکبر کے عقیدہ

ہزار رد دعوت امامت واجتہاد وحدت ادیان کی مخالفت کرنا، پھر جہاں گیر کے زمانے تک اس کو اس وقت تک جاری رکھنا، جب تک مغلیہ حکومت کا رخ بدل نہیں گیا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۴۱ھ کا خلق قرآن کے عقیدے میں نہ صرف مسلمانوں کو دو سب سے بڑے حکمراں بل کہ اس دور کے سب سے بڑے فرماں رواں خلیفہ ماموں الرشید فرزند خلیفہ ہارون الرشید اور معتصم بن ہارون رشید کے مقابلہ میں صف آرا ہو جانا اور تازیانوں اور زنداں کی تکلیف برداشت کرنا حقیقت بھی یہی ہے کہ اپنے اپنے دور کے علماء خادمین محافظین شریعت وسنت کو اس دشوار اور بعض اوقات ناخوشگوار فرض ادا کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

اسی عقیدے کی بناء پر صداقت استقامت اور حمیت وغیرت کا رہین منت ہیں بندہ نے دو چار مثالیں درج کی ہیں ورنہ اسلام اپنے اندر کَلِمَۃُ حق عند سلطان جائر اور لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق کی سیکڑوں تابناک مثالیں رکھتی ہیں۔

عزیز دوستو! آج امریکہ، یوروپ، افریقہ، برطانیہ وغیرہ میں بڑھتی ہوئی اسلامی دعوت کو روکنے کے لیے مدینہ، خیبر، کی ان بستیوں پر قبضہ کی دیرینہ یہودی خواہش کی تکمیل کے لیے جہاں سے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں یہود ونصاریٰ کو کہا گیا تھا اخرجوا الیھود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب کہ یہود ونصاریٰ جزیرۂ عرب سے نکل جائیں ورنہ عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار اور تم لوگوں کا سر ہوگا۔

حضرات! آپ کو یہ معلوم نہیں کہ کشف الاسرار جو فارسی زبان میں موجود ہے اس میں یہ شیعہ شنیعہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص حضرات خلفاء ثلاثہ کے متعلق جرح وتنقید ہی نہیں بل کہ سب وشتم کے وہ الفاظ لائے ہیں جو

کیسے بڑے سے بڑے ضال ومضل

فاجر وفاسق

زنیم وحریص

انتہائی بدکردار اور سازشی جماعت کے لیے آسکتے ہیں یہ دونوں کوئی خفیہ ہدایات یا پرائیوٹ خطوط کی شکل میں نہیں بل کہ مطبوعہ اور شائع شدہ رسائل کی شکل میں ہیں۔

خمینی کی یہ دونوں کتابیں جن میں امامت اور ائمہ کے بارے میں خیال اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لعن وطعن والزام کوئی پوشیدہ شئی نہیں ان کی یہ کتاب ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ایران اور ایران سے باہر پھیل چکی ہے۔

خمینی زمانے میں اس طرح مقبول ہورہے ہیں جیسے کسی زمانے میں کمال اتاترک اور عرب قوم پرستوں کے حلقہ میں جمال عبدالناصر تھے اور اب بھی بعض حلقوں میں بعض ایسے سربراہان مملکت مقبول ومحبوب ہیں جو کھلے طریقہ پر منکر سنت حدیث کا مذاق اڑانے والے مغربی تہذیب کے رائج کرنے والے اور کمیونسٹ خیالات کے داعی ہیں بل کہ مذہبی رنگ وآہنگ کے شامل ہوجانے سے خمینی صاحب ان سے زیادہ مقبول ہورہے ہیں۔

سپاہ صحابہ کے کارکنو! اثنا عشریہ کی عقیدے امامت کی غلاظت تو دیکھو ان کے ایمان تو دیکھو شیعوں کا عقیدہ امامت یہ ہے امام تمام نبیوں کی طرح معصوم ہوتا ہے اماموں کی اطاعت فرض ہوتی ہے اماموں کا درجہ امام الثقلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے برابر اور باقی دوسرے تمام نبیوں سے بالاتر ہے بعض شیعہ اثنا عشری نے یہ تحریر کیا ہے کہ امام کا درجہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم اور باقی تمام انبیاء علیہ السلام سے افضل، اعلیٰ، ارفع اور بلند ہے۔

لیکن چودھویں صدی کے شیعہ کا قائد ورہنماء ایران کا خمینی حکومت الاسلامیہ

میں کھلے لفظوں میں تحریر کرتا ہے کہ بارہ اماموں کا درجہ اللہ کے ہر مقتدر فرشتے سے اور ہر رسول سے افضل ہے اس پر وحی اترتی ہے ہر سال شب قدر کو وہ اس سال اس احکام پر عمل کرتا ہے پھر آئندہ سال شب قدر کو پھر نئے احکام اترتے ہیں امام کو حق حاصل ہوتا ہے جس حلال کو چاہے حرام کردے اور جس حرام کو چاہے حلال کردے امام سوتا ہے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا امام آگے بھی دیکھتا ہے پیچھے بھی دیکھتا ہے برابر، امام کی پیدائش عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی، بل کہ وہ والدہ کے ران سے پیدا ہوتے ہیں عام انسانوں کی طرح نہیں امام ہی امت کے سربراہ اور حاکم دینی اور دنیوی ہوتے ہیں بل کہ ساری دنیا پر حکومت کرنا صرف اماموں کا حق ہے ان کے علاوہ جو بھی حکومت کرے گا وہ غاصب وطاغوت ہے خواہ قرون اولیٰ کے ابوبکر وعمر عثمان کیوں نہ ہوں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

جس طرح نبی پر ایمان لانا اس کی نبوت کا اقرار کرنا شرط نجات ہے اسی طرح امامت کو تسلیم کرنا اماموں کی اور اماموں کو معصوم اور حاکم ماننا بھی نجات کی شرط ہے خاتم الانبیاء کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کے طرف سے بارہ امام نام زد ہیں (۱) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ (۳) علی بن الحسین رضی اللہ عنہ، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (۴) محمد بن علی امام باقر (۵) جعفر صادق (۶) موسیٰ کاظم (۷) علی بن موسیٰ (۸) محمد بن علی تقی (۹) علی بن محمد تقی (۱۰) حسن بن علی عسکری (۱۱) محمد بن الحسن (۱۲) امام غائب مہدی۔

حضرات! مزید توجہ کیجئے کہ مذہب شیعہ کی رو سے یہ عقیدہ امامت توحید و رسالت اور عقیدہ آخرت کی طرح اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اس کے نہ ماننے والے توحید ورسالت وآخرت کے منکرین ہی کی طرح غیر مومن غیر ناجی اور جہنمی ہیں کیا آپ اسی طرح عقیدہ امامت کو مانتے ہیں کیا عقیدہ امامت وتوحید ورسالت اور

عقیدہ آخرت کی طرح اسلام کا بنیادی عقیدہ اس کے نا ماننے والے منکرین توحید و آخرت ہی کی طرح ہیں غیر مومن جہنمی ہیں؟

جو ایک فریب ہے

ایک تحمل ہے

ایک شرط ہے نبی تو کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کبار علماء دین رحمہم اللہ کی قبروں پر کروڑ ہا رحمت نازل فرمائیں اللہ نے ان حضرات سے شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں دوٹوک فیصلہ کروادیا کہ بجائے یہ خود حق تھا اور حق ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ کافر ہیں ان حضرات نے ان لوگوں کو کافر ہی کہا ہے اور کہنا بھی چاہئے چناں چہ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی کتاب، اکفار الملحدین /۳۸، میں روافض کی تکفیر پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرمایا قُلْتُ وَالْاَكْثَرُ عَلٰی تَكْفِيْرِ منكر خلافة الشيخينؓ بل في الخلاصة والصواعق انه صرح به محمد بن حسنؒ في الاصل وكذا صححه في الظهيرية كما في الهندية فما في رد المحتار تساهل بل كه ہر دور کے علماء اور فقہاء نے شیعوں کی تکفیر کی ہے الرافضي اذا كان سب الشيخينؓ و يلعنهما والعياذ بالله فهو كافر فقه حنفی کی معتبر ترین کتاب فتاویٰ عالمگیری کے حاشیہ میں فتاویٰ بزازیہ چھپی ہوئی ہے اس میں اس کا مصنف حافظ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن بزازؒ فرماتے ہیں من انكر خلافة ابي بكرؓ فهو كافر في صحيح و منكر خلافة عمرؓ فهو كافر في الاصح ويجب اكفار الخوارج في اكفارهم جميع الامة سواهم و يجب اكفار الخوارج في اكفارهم جميع الامة سواهم ويجب اكفار باكفار عثمان وعلي وطلحة و زبير و عائشة رضي الله عنهم نیز توجہ کیجئے ہر عربی مدرسہ میں ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے جسے حسامی کہتے ہیں اس میں ایک

باب آتا ہے اجماع، اجماع کی تعریف کیا ہے اس پر بحث کرتے ہوئے علمائے کرام نے تحریر کیا ہے من انکر امامۃ و خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ فقد انکر الاجماع فھو کافر یہ کتاب آج بھی ہر چھوٹے مدرسہ میں پڑھائی جارہی ہے یہ کتاب ہر بڑے دارالعلوم میں پڑھائی جارہی ہے پوری دنیا میں کوئی مولوی ایسا نہیں جس نے یہ کتاب پڑھی نہ ہو جس نے اس کتاب کا درس نہ لیا ہو کوئی ایسا نہیں پوری دنیا میں یہی فتاوی فتاوی عالمگیر میں ہے جس کے ترتیب دینے میں پانچ صد مقتدر علمائے کرام موجود تھے جسے اورنگ زیب عالمگیر رحمہم اللہ کے زیر نگرانی ترتیب دی گئی فتاوی عالمگیر کو ترتیب دیتے وقت ان پانچ صد مقتدر علماء نے اپنے مقدس قلم سے حضرت صدیق اکبرؓ کے دشمن کو کافر تحریر کیا ہے: "من انکر صحبۃ ابی بکرؓ فھو کافر" یہ بھی آج کی بات نہیں بیسویں صدیاں بیت گئی ابھی نہ میں پیدا ہوا تھا نہ میرا باپ حتیٰ کہ میرا دادا بھی پیدا نہ ہوا تھا اسی طرح علمائے بریلوی کے قائد، علمائے بریلوی کے رہنماء، علمائے بریلوی کے مقتدا بل کہ بقول بریلوی علمائے کے مجدد مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی اپنی کتاب ردالرفضہ اور فتاوی رضویہ میں شیعوں کے کفر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں لا شک لاریب قطعاً یقیناً حقیقتاً خارج از اسلام اسی پر اکتفا نہیں کرتے بل کہ مزید اس کی وضاحت کرتے ہیں اور اسی کی تائید کرتے ہیں من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر کہ ایک سنی مسلماں کے کنوئیں میں ایک شیعہ اثنا عشریہ گر گیا ڈوب گیا تو کیا اب اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا یا کچھ ڈول نکالنے سے کافی ہو جائے گا تو مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی فتاوی رضویہ میں بیان فرماتے ہیں کہ اس کنوئیں کا پانی سارا نکالا جائے گا کیونکہ شیعہ کافر سے ہو سکے نہ ہو سکے سنی مسلماں کے کوئیں میں پیشاب ضرور کر آئے گا کیونکہ یہ کافر مسلمانوں کو ناپاک کھلانا چاہتا ہے اس وجہ سے اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا علامہ سعدالدین

تفتازانی اپنی کتاب شرح عقائد نسفی میں فرمایا کہ جو شخص ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ کافر ہے اسے مسلمان نہیں کہا جا سکتا فمن قذف عائشة بالزنا کفر.

ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانو! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زنا کی تہمت سے نزاہت و براءۃ کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ نور کو نازل فرمایا ان الذین جاؤ بالافک عصبة منکم لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم لکل امرء منہ ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم.

اولئک مبرون مما یقولون لھم مغفرۃ و رزق کریم.

لو لا جاء و علیہ باربعة شھداء فاذ لم یاتوا بشھداء فاولئک عنداللہ ھم الکاذبون.

اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے چناں چہ ارشاد ربانی ہے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم و ازواجھم امھاتھم یہیں تک اللہ تبارک وتعالیٰ نے بس نہیں کیا بل کہ مزید وضاحت والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات سے فرمادیا ہے اللہ نے کس شان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں کو ہماری مائیں قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو ام المومنین کے پیارے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے اور بیٹے کو ماں سے جو محبت ہوتی ہے اور جو ہونی چاہئے وہ ہر ذی عقل ذی شعور پر واضح ہے اس میں مسلمان تو مسلمان کافر بھی اپنی ماں کی عزت وناموس پر فدا ہوتا ہے اور اپنی ماں کی شان میں ذرہ برابر گستاخی برداشت نہیں کرسکتا کہ آج پیغمبر کی زوجہ طیبہ، طاہرہ، سیدہ عائشہؓ پر لوگ لعنتیں بھیج رہے ہیں سنی اہل کاروں سے کہتا ہوں کہ عائشہ تمہاری بھی ماں ہے ہماری بھی ماں ہے میں اس ماں کے دوپٹہ کی تحفظ کی جنگ لڑتا ہوں اگر تم نہیں لڑ سکتے ہو تو میری

راہ مت روکو، تمہاری اور ہماری ماں ایک ہے ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو والدہ کا واسطہ دے کر کہا تھا کہ بات تو سن لے داڑھی اور سر کے بال کیوں پکڑتے ہو۔

یا ابن امی لا تاخذ بلحیة ولا براسی

مسلمانوں میری راہ کیوں روکتے ہو عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری بھی ماں ہے جس کو قرآن میں امہات المومنین فرمایا گیا ہے یہ وہ ماں ہے جن کی چادر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی تھی جن کی شان میں اور منافقین کے رد میں قرآن پاک کی پوری سورہ نور نازل فرمائی گئی جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیوی تھیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چہیتی بیٹی تھیں جس کو حضرت جبرئیل امین رب کا سلام پہونچائے جو مسواک چبا کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دے جن کے حجرے مبارک آج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس ہے جس پر انسانی عشاق کے علاوہ روزانہ ستر ہزار نورانی فرشتے سلام عرض کرنے حاضر ہوتے ہیں جس روضہ اقدس کی مٹی بقول اکابرینؒ کے عرش، کرسی اور بیت اللہ شریف سے افضل ہے اس صدیقہ کائنات طاہرہ طیبہ کے بارے میں بدبخت ظالموں کی دریدہ دہنی تو دیکھو پاکستان کا ایک شیعہ چراغ مصطفوی کا مصنف تحریر کرتا ہے اور کہتا ہے او سنیوں عائشہ (رضی اللہ عنہا) عورت تھیں یا بندریا؟

ہائے تیری ماں جس نے تجھے جنا اسے بندریا کوئی تحریر نہ کرے صدیق کی بیٹی لاوارث رہ گئی رسول کے حرم کو کوئی بندریا تحریر کرے اگر وہ بھی کافر نہیں تو پھر کائنات میں کوئی کافر نہیں ہے۔

سامعین کرام! توجہ کیجئے، اس کمینے کا کفر تو دیکھئے! ملا باقر مجلسی اپنی کتاب حق الیقین / ۳۴۷ میں اپنے ناپاک قلم کے ساتھ اپنے ناپاک ذہن کے

ساتھ کفر بکتا ہے، لکھتا ہے۔

چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا بر او حد، بزند و

انتقام فاطمہ از وے بکشد۔

جب میرے امام ظاہر ہوں گے تو عائشہ کو زندہ کریں گے تا کہ اس پر حد لگائیں

اور اس سے فاطمہ کا بدلہ لیں۔ (استغفر اللہ)

کیا کوئی بھی انسان اپنی ماں کے بارے میں اس طرح کی گستاخی اور بے حرمتی

برداشت کر سکتا ہے چناں چہ اسی کی تائید کے لیے ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

واقعہ

کچھ عرصہ قبل ایک امریکی وکیل نے پاکستانیوں کو ماں کی گالی دی تھی اور صرف اتنا ہی کہا تھا کہ پاکستانی قوم چند ہزار ڈالروں کے لیے اپنی ماں کو بھی بیچ سکتے ہیں یہ بات سن کر صرف مسلمان ہی نہیں محترم صدر پاکستان، محترم وزیر اعظم پاکستان، علمائے کرام، مشائخ عظام، وکلاء، صحافی، سیاسی لیڈر، طلبہ، مزدور غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے ملک و بیرون ملک پاکستانیوں نے اس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا باوجودیکہ وہ ایک سپر طاقت کہلانے والی حکومت امریکہ کا وکیل تھا لیکن پھر بھی پاکستان قوم کے غیظ و غضب نے امریکہ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا اور اس بدبخت وکیل کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑے اور امریکہ کو بھی معذرت کرنی پڑی امریکی وکیل کی اس گستاخی پر صرف سنی قوم ہی نے نہیں بل کہ شیعوں نے بھی بہت برا مانا اور پر زور احتجاج کیا تو کیا مسلمانوں تم ہی بتاؤ کہ ان زندیق و کافر کی گستاخیوں کو کیا جانتے ہو۔

شیعہ مصنف غلام حسین نجفی (پرنسپل جامعہ المنتظر لاہور) کے بدترین گستاخی تو دیکھو (۱) بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کوئی امریکی میم یا یورپین لیڈی تو نہیں تھیں کہ بہت دور رہی تھی (۲) مکہ کی زلیخا بی بی عائشہ میں رکھا تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

ہم عمر بیویوں کے ہوتے ہوئے یا دوسری جوان عورتوں کے ملنے کے باوجود چھ سالہ ننھی ماں جی سے اپنے پچاس برس کے سن میں شادی رچائی۔

یہ کمینہ مجلسی نے حضرت صدیقہؓ کی توہین کے ساتھ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دل خراش الفاظ کہا کہ پچاس برس کے عمر میں شادی رچائی، کیا کوئی ایمان دار امتی اپنے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اس طرح کے کلمات کہہ سکتا ہے کیا ان رشدیوں کو لگام دینے کے لیے مسلمانوں اور مسلمان حکمرانوں اور مسلم عدالتوں کے پاس کوئی طاقت یا قانون نہیں ہے۔

میرے عزیز دوستو! اس کافر نے رسول کے زوجہ کو کیا کہا ہے؟ آپ نے سنا نہیں؟ آپ نے شیعیت کا مطالعہ نہیں کیا؟ بلا وجہ شیعوں کو کافر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں، دلائل کے بنیاد پر کافر کہہ رہا ہوں۔

اس کافر کی تمنا یہیں تک پوری نہیں ہوئی بلکہ مزید لکھتا ہے کہ ہر نماز کے بعد کہو اے اللہ ابو بکر، و عمر، عثمان، معاویہ، عائشہ، حفصہ، ہند اور ام الحکم پر لعنت کر۔ جو ملا باقر کے کتاب عین الحیاۃ / ۵۹۹ میں دیکھی جا سکتی ہے آپ دیکھ سکتے ہیں خود آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں پڑھ سکتے ہیں۔

اس کافر کی غلاظت تو دیکھیں آگے یہ کمینہ لکھتا ہے کہ تبرا کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ چار بتوں ابو بکر، عمر، عثمان، معاویہ اور چار عورتوں یعنی عائشہ، حفصہ، ہند، ام الحکم ہے اور ان کے تمام احباب اور پیروکاروں سے اظہار بیزاری کیا جائے اور یہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق میں بدترین لوگ ہیں ان سے بیزاری کیے بغیر اللہ اور رسول اور ائمہ پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ (العیاذ باللہ)

اس سے بڑھ کر ہماری پیاری ماؤں یعنی سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کی

تو ہین اور کیا ہوگی۔

دوستو! بد بخت امریکی وکیل نے تو صرف پاکستانی ماؤں کو گالی دیا تو ایک قیامت برپا ہو جائے اور یہاں نہ صرف پاکستانیوں کی بل کہ پوری امت مسلمہ کی ماؤں اور حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس امہات المومنین بالخصوص سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو گولیاں دی جائیں ان پر لعنت کے وظیفہ پڑھے اور پڑھوائے جائے اور نعوذ باللہ یہاں تک لکھ دیا جائے کہ ان کو قبر سے نکال کر حد لگائی جائے گی۔

تو کیا ان کی اولاد ایمان و غیرت سے اتنی عاری ہیں کہ وہ سب کچھ سنتے اور پڑھتے ہی رہیں بے حس مسلمان حکمراں بجائے اس کے کہ اپنی ماؤں کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے الٹا مظلوم اکثریت ہی کو درس امن دیتے رہتے ہیں مگر ظالم کو ظلم سے نہیں روکتے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب رد الروافض میں ارشاد فرمایا ہے اس میں شیخین کی فضائل کے بارے میں احادیث نبوی اور امت کے ائمہ کبار کے ارشادات درج کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

وشک نیست که شیخین از اکابر صحابه اند بل که افضل الشان پس تکفیر بل که تنقیص ایشان موجب کفر و زندقه و ضلالت باشد کمالا یخفی/ ۳۱

اس میں شک نہیں کہ شیخین صحابہ میں سب سے افضل ہیں پس ان کی تکفیر بل کہ ان کی تنقیص بھی موجب کفر وزندقہ وضلالت ہے۔

علامہ کمال الدین المعروف بابن الہمام المتوفی ۱۲۸ھ نے فتح القدیر شرح ہدایہ باب الامامۃ میں تحریر فرمایا ہے۔

وفی الروافض ان من فضل علیاً علی الثلثة فمبتدوا ان انکر خلافة الصدیق او عمر رضی الله عنهما فهو کافر.

پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو کسی غیر نبی کو انبیاء علیہ السلام سے افضل کہے تو وہ کافر و بے دین ہے اسی طرح قرآن میں کمی زیادتی تحریف و تغیر کو ماننا بھی یقیناً کفر ہے کفر۔

شیعہ اثنا عشری کے جو عقائد ہیں قرآن کی تحریف کا قائل ہونا، اپنے اماموں کو معصوم و مفترض الطاعۃ جاننا شرعی احکام کی تحلیل و تحریم میں انھیں مختار ماننا، انھیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ہم رتبہ یا ان سے افضل وارفع قرار دینا قرآن وحدیث کے اولین اور چشم دید گواہ یعنی صحابہ کرام کی خصوصاً حضرات شیخین کی تکفیر کرنا ان سب پر سب وشتم اور لعن وطعن کرنا بلاشبہ یہ عقائد صریح کفر ہیں ان عقائد میں سے ایک بھی عقیدہ ہوگا تو بلاشبہ بلا ریب کافر و زندیق ہے اسے مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔

چناں چہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام پر سب وشتم کرنے والوں کے بارے میں پہلے ہی فتویٰ کفر دیا ہے۔

قال محمد یوسف الفریابی وسئل عمن شتم ابابکر قال کافر قیل فیصلی علیہ قال لا.

مرقاۃ شرح مشکوۃ بحوالہ ترجمہ مظاہر حق میں ہے

انھم یعتقدون کفراً اکثر اکابر الصحابۃ فضلا عن سائر اھل السنۃ والجماعۃ فھم کفرۃ بالاجماع بلا نزاع.

یہ لوگ اکثر صحابہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں چہ جائے کہ اہل سنت والجماعت پس ایسے لوگوں کے کفر پر سب کا اجماع ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

زبان پر مومنوں کے جب بھی ذکر تاجدار آئے
تو اس کے بعد لازم ہے کہ ذکر چار یار آئے
ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ باوفا جب ہوں

تو پھر کیوں کر نہ باغِ مصطفیٰ میں بہار آئے

حضرت قاضی عیاض اور ملا علی قاری نے ان کافروں کے حق میں فتاوی درج کیے ہیں۔

نقطع بتکفیر کل قائل قال و لا یتوصل به الیٰ تضلیل الامة وتکفیر جمیع الصحابة.

بیان فرماتے ہیں کہ ہم قطعی طور پر ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں جو ایسی بات کہے، جس کے نتیجہ میں ساری امت گمراہ قرار پاتی ہو اور تمام صحابہ کی تکفیر ہوتی ہو اگر کوئی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے خلافت کا قائل نہ ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اس کے کافر ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ولو انکر خلافة الشیخین یکفر القول و جهه الله ثبت بالاجماع من غیر النزاع. (فقه اکبر / ۱۹۸)

اسلام کے پاسبانو! شیعوں نے ابوبکر و عمر کے لیے کیا کہا وہ ابوبکر و عمر جو آج بھی جنت میں نبی کے پہلو میں ہیں ایک روز علی رضی اللہ عنہ کا شیطان سے ملاقات ہوئی تو علی نے کہا اللہ کے مخلوق میں بڑا بد بخت ہے تو، تو شیطان نے کہا علی رضی اللہ عنہ تجھے مغالطہ ہے یہی میں مغالطے میں تھا میں نے رب سے پوچھا کہ رب میں بڑا کمینہ ہوں تیرے مخلوق میں رب نے کہا نہیں تجھ سے دو اور بڑے بے ایمان ہیں تو ان سے چھوٹا ہے یہ شیطان کی روایت ہے، پھر شیطان نے کہا کہ میں وہ دو بڑے بے ایمان دیکھنا چاہتا ہوں جس سے میں چھوٹا ہوں رب نے داروغہ جہنم کے پاس بھیجا، میرا سلام کہہ اس سے، کہہ کہ وہ تجھے دکھا دے آگے لکھا ہے کہ شیطان داروغہ جہنم کے پاس گیا اور اس نے داروغہ جہنم کو سلام کہا داروغہ جہنم کا ڈھکن اٹھا جہنم کے اس طبقے میں گیا جس میں شیطان سے بڑے دو لعین، شیطان سے بڑے دو بے ایمان، شیطان سے بڑے دو جہنمی جل رہے تھے ان میں سے ابوبکر اور عمر تھا ہائے، ہائے

سنیت کہاں مٹ گئی

سنی خطابت کہاں گئی

سنی دل کہاں گئے

سنی آنکھ کہاں گئی

سنی جرأت کہاں گئی

سنی مولویت کہاں گئی

تم کس لیے زندہ ہو تمھاری زندگی میں ابوبکر و عمر کو شیطان سے بڑا جہنمی تحریر کیا جائے ہم بکتے رہیں گے جس طرح پینے کا حق ہے یا گولیاں کھا کر مٹ جائیں گے اور اصحاب رسول کے گھاتے لگ جائیں گے۔

اگر یہ شیعہ میری جان کی دشمنی اس لیے ہے کہ میں شیعوں کو کافر کہہ رہا ہوں تو بتلاؤ! یہ خمینی نے فاروق اعظم کو، فاتح قیصر و کسریٰ کو اور صرف فاتح ہی نہیں، فاروق نے قیصر کو نیزے کے نوک میں رکھ اڑایا تھا جیسے چٹیل میدان میں رکھ کر فٹ بال کھیلا جاتا ہے

اس فاروق کو

اس داماد مصطفیٰ کو

اس مراد مصطفیٰ کو

اس بیت المقدس کے فاتح کو

اور اس شخص کو جس نے رسول کو سب سے پہلی نماز بیت المقدس میں پڑھائی ہے، خمینی اس لیے کافر لکھے، اور تم اسے شیخ الاسلام کہو۔

میرا دین کہاں ہے؟

میرا ایمان کہاں ہے؟

میرا عقیدہ کہاں ہے؟

جب خمینی نے فاروق کو کافر لکھے اس کو دل میں ہزار مرتبہ کافر کہنا ایمان ہے۔

خمینی مرتد، مرتد، مرتد

خمینی دجال، دجال، دجال

خمینی کافر، کافر، کافر

خمینی کتا، کتا، کتا

خمینی سور، سور، سور

خمینی اپنی کتاب حق الیقین/۵۲۲ میں غلاظت بکتا ہے اور کہتا ہے

ہر دو کافر بودند وہر کہ ایشاں را دوست دارد کافر است

ابوبکر و عمر دونوں کافر تھے اور جو ان کو دوست رکھے وہ بھی کافر ہے یہ خطرناک فتوی حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم جج صاحبان وکلاء، ممبران پارلیمنٹ، سینیٹ، افواج، علماء، صوفیاء کرام، امت مسلمہ خیر القرون سے تا قیامت اربوں کھربوں مسلمان، ہندی ہوں یا پاکستانی، سعودی ہو یا اور ہی ممالک ہر ملک کے لوگ جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنے کی وجہ سے کافر ہوئے۔

مزید اس کا کفر تو دیکھو قرآن کریم کی کتنا غلط تفسیریں کی ہیں

حبب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم الخ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کمینہ کافر غلاظت بکتا ہے اور قرآن کے تفسیر میں لکھتا ہے کہ ایمان سے مراد امیر المومنین ہیں اور کفر سے مراد خلیفہ اول حضرت ابوبکر ہیں اور فسق سے مراد خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ہیں اور عصیان سے مراد حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالث ہیں۔ (نعوذ باللہ)

جب کہ خود اللہ تبارک وتعالی اصحاب رسول کی تعریف قرآن میں جابجا فرمارہے ہیں اور اللہ تبارک وتعالی نے بعض جگہ اصحاب رسول کے منشاء کے مطابق یعنی

ارادہ کے مطابق قرآن کے احکام نازل فرمائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مختلف القاب سے سرفراز فرمایا گیا ہے کہیں تو اولئک ھم الفائزون کہیں اولئک ھم الصادقون کہیں یحبھم و یحبونہ تو کہیں واعداللہ اللذین آمنوا منکم کہیں واعدلھم جنت تجری من تحتھا الانھار تو کہیں پہ یہ ارشاد ہوا فاللذین ھاجروا او اخرجوا من دیارھم تو کہیں یوں بشارت دی گئی ہے یبشرھم ربھم برحمۃ منہ و رضوان و جنت لھم فیھا تو کہیں یہ بھی فرمایا گیا اولئک ھم المومنون حقا لھم درجات عند ربھم و مغفرۃ و رزق کریم تو یہ بھی ارشاد ہوا ہے لکن الرسول واللذین آمنوا معہ جاھدوا تو کہیں فرمایا گیا لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم مافی قلوبھم کہیں یوں فرمایا ان اللذین یبایعونک انما یبایعون اللہ تو کہیں رضی اللہ عنھم و رضو عنہ خداوند قدوس نے ان حضرات کی ایک جگہ نہیں ہزاروں جگہ قرآن میں تعریف فرمائی ہے دنیا کا کوئی غوث

کوئی قطب

کوئی ابدال

کوئی ولی

کوئی درویش

کوئی پیر

کوئی فقیر

ایسا نہیں جس کے بارے میں خدا نے دنیا ہی میں یہ فرمایا ہو آجا میں تجھ سے راضی ہوگیا تو مجھ سے راضی ہوجا میں کہتا ہوں جس اللہ والے نے ۹۰ لاکھ کافروں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنایا یہ آیت تو اس کے لیے بھی نہ آئی جس نے

ساری عمر حدیث پاک پڑھائی حدیث پاک کی خدمت کی تمام عمر قرآن کریم کی تفسیریں لکھی اللہ اللہ کی شب بیداری کی اس کے لیے بھی اللہ نے یہ نہیں کہا کہ آجاؤ میں تجھ سے راضی ہو گیا تو مجھ سے راضی ہو لیکن صحابہ کرام کے لیے یوں فرمایا میرے نبی کے جو بدر میں ساتھ دیا میں ان سے راضی، کبھی فرمایا جن لوگوں کی حونین میں آنکھیں نکال لی گئیں میں ان سے راضی، کبھی جنھوں نے نے شعب ابی طالب میں بیٹھ کر بجائے دودھ مکھن کے بجائے روٹی کے بجائے کھانے کے درختوں کے پتے چبا چبا کر زندگی بسر کی فرمایا اور لوگوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیو میں تم سے راضی ہو گیا، اور کبھی فرمایا جنھوں نے کیکر کے درخت کے نیچے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں موت کی بیعت لی میں ان سے راضی، تو کہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوا ھم غرضاً من بعدی لرحم معی لعی ابوبکر، اللہ فرماتا ہے کہ ان سب کو برا نہ کہو کیونکہ میں نے ان کو اپنی رضامندی کا تمغہ دیا ہوا ہے۔

حضرات سامعین! حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جن کے بارے میں نے اپنے شدید بغض کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق (العیاذ باللہ)

اصل کافر و زندیق تھے اور ہے این کلام یاوہ کہ از اصل کفر و زندقہ ظاہر شد مخالف است با آیاتی از قرآن کریم

کیا وہ وہی عمر نہیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر اور آپ کے خلفاء اور آپ کے مشیر تھے یہ حضرات تو قدم با قدم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے کہیں بھی جدائی نہیں ہوئی مکہ میں ساتھ، مدینہ میں ساتھ، جنگ میں ساتھ حتی کہ باغ جنت مزار شریف میں بھی ساتھ ترمذی شریف کی ایک روایات میں ہے جو اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے دور میں دو وزیر آسمان والوں

میں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرئیل اور میکائیل اور دو زمین والوں میں سے ابوبکر و عمر ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز گھر سے باہر نکل کر مسجد تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دائیں بائیں ابوبکر و عمرؓ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے سبحان اللہ اسی حالت میں فرمایا کہ ہم تینوں قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھیں گے صحابہ کرام تم کتنے مقدر والے ہو صحابہ تمہارے قلوب کتنے مبارک اور قابل رشک ہیں جو نور نبوت سے براہ راست منور ہو رہے ہیں، تمہاری آنکھیں کتنی مبارک ہیں، جنھوں نے روئے انور کے جلوے دیکھیں، تمہارے کان کتنے مبارک ہیں کہ زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ سماعت کیے، تم کتنے مبارک مقتدی ہو کہ تیرا امام خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تم کتنے قابل رشک سپاہی ہو کہ تمہارا سپہ سالار خود خاتم الانبیاء علیہ السلام ہیں، ارے تم کس قدر بخت آور رعایا ہو کہ تمہارا حاکم حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ حضرات تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کچھ ہیں امتی ہیں۔

مقتدی ہیں

شاگرد ہیں

مشیر ہیں

ارکان حکومت ہیں

سپاہی ہیں

رشتہ دار ہیں

پہرے دار ہیں

رسالت کے گواہ ہیں

اور بلا واسطہ فیض پانے والے ہیں

ان کو وہ جلوے نصیب ہوئے جو کسی اور کے لیے نہ صرف ممکن بلکہ محال ہے۔

اسلام کے دھڑکتے دلو! قرآن واحادیث سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ مہاجرین وانصار تابعین کو رضوان الٰہی کا مرتبہ حاصل ہے جو بموجب نص قرآنی و رضوان من اللہ اکبر تمام لذائذ و نعیم و آخرت سے بہتر ہے صلح حدیبیہ کے موقع پر جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کرنے سے روک دیا گیا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سر ہید بنا کر مکہ والوں کے پاس بھیجا حضرت ابھی عثمان لوٹ کر نہیں آئے تھے غلط افواہ اڑا دی گئی کہ سیدنا عثمان غنی کو شہید کر دیا گیا، عثمان شہید ہو گئے، اللہ کے پیغمبر کو اتنا پیار تھا عثمان غنی سے، ادھر سیدنا عثمان غنی کی شہادت کی غلط خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی، قرآن کریم گواہ ہے چودہ سو صحابہ کی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھی آپ نے کیکر کے درخت کے نیچے جس کے یہاں تشریف فرما تھے، کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا آؤ میرے ہاتھ میں موت کی بیعت فرماؤ، کیوں اس لیے کہ میں خون عثمان کا مشرکین مکہ سے انتقام لوں گا، کفار مکہ سے عثمان غنی کے خون کا بدلہ لوں گا کیوں کہ میرا سفیر تھا۔

میرا صحابی ہے، جلیل القدر صحابی، عثمان جیسا علم وحیا والا، شرم وحیاء والا، سخاوت کا مالک، ارے مکہ والو تم پہ احسان کیے ہیں عثمان نے ہر آن، ہر لمحہ، تم نے ان کو قتل کر دیا میں بدلہ لوں گا چودہ سو صحابہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں موت کی بیعت لی ہے ہم بیعت کریں گے تسبیحوں کے لئے، صحابہ نے بیعت کی ہے موت کے لئے، موت کی بیعت، آج کون موت کی بیعت کر سکتا ہے، کہاں وہ جگر، خدا کے حبیب موت کی بیعت لے رہے تھے اور فرما رہے تھے جب تک تیری جان میں جان ہے، جب تک تیرے سانس آ رہی

ہے، خون عثمان کے بدلہ لینے کے لیے لڑتے رہنا لڑتے رہنا یہاں تک کہ تم شہید ہو جاؤ، ایک ایک صحابی سے الگ الگ بیعت لی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے قرآن مجید میں، چودہ سو صحابہ کرام نے جب بیعت کرلی، اللہ میاں نبی کو کتنا پیار رہے عثمان سے، عثمان تم کے میں بیٹھے ہو لیکن اطلاع غلط پہنچی سرکار مدینہ اپنے تھپنے ہاتھ کو یوں کھول کر ارشاد فرمایا اے لوگو! یہ میرا ہاتھ ہے اور اپنے تھپنے ہاتھ کے طرف اشارہ یوں کر کے فرمایا او لوگو! یہ عثمان کا ہاتھ سمجھو اس بیعت میں میں عثمان کی بھی بیعت کرتا ہوں کتنا بڑا درجہ ہوگا عثمان تیرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو تیرا ہاتھ بتا رہے ہیں، یوں ہاتھ اٹھایا اور ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر فرمایا لوگو گواہ ہو جاؤ، یہ عثمان کا ہاتھ ہے یہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے میں اس بیعت میں عثمان کو بھی شریک کرتا ہوں نبی جس ہاتھ کو اپنا ہاتھ بتائے ہمیں اس سے کتنا پیار ہے، تاریخ وفات بھی نہیں جانتے کس لیے شہید ہوئے تھے کہاں ہوئے تھے اس لیے پروپیگنڈہ نہیں، وارث عثمان قبروں میں ہیں زندہ کوئی نہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابی سے بیعت لی، اور اپنے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر عثمان غنی کی بیعت فرمائی عدم موجودگی، میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا دریائے کرم جوش میں آیا اور فرمایا اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ نے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لیے اتنی بڑی بیعت لی ہے اتنے بڑے جہاد کے تیاری کرلی ارادہ فرمالیا، عثمان کے خون سے آپ کو تو کیا مجھے بھی اتنا پیار ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آج ان لوگوں نے جو بیعت کی ہے، آپ کے ہاتھ پہ موت کی بیعت کی، خون عثمان سے پیار کیا، عثمان کا ان لوگوں کے دلوں میں درد ہے، عثمان کی ان لوگوں کے دلوں میں محبت ہے، عثمان کی قدر ہے عثمان

کی عظمت ہے، اولوگوں! تم نے جس ہاتھ میں عثمان کا بدلہ لینے کے لیے بیعت کی، میں خدا کہتا ہوں میرے ہاتھ میں بیعت کی ہے، خون عثمان کی قدر کرنے والوں، خون عثمان سے پیار کرنے والو، آج تو تم نے میرے ہاتھ میں بیعت کرلی، اس ہاتھ کو اللہ پاک نے اپنا ہاتھ بتایا، جس ہاتھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کا ہاتھ بتایا تھا اور چودہ سو صحابہ کرام کو تمغہ دے دیا، صحابہ کرام کی جماعت میرے نبی کے غلامو، جان نثارو، ایثار کے اظہار کرنے والو، جہاد کے لیے تیاری کرنے والو، عثمان غنی کے خون کے قطرے قطرے کی قدر کرنے والوں، آؤ میں تمہیں تمغہ دیدیتا ہوں لقد رضی اللہ عن المومنین اپنی کبریائی کی قسم مجھے اپنی ذات اقدس کی قسم اے چودہ سو صحابہ کی جماعت جتنے بھی تم اس درخت اذا یبایعونک تحت الشجرۃ میں تم سب سے راضی ہوگیا، جنھوں نے اس درخت کے نیچے کالی کملی والے کے ہاتھ میں بیعت کی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں اس درخت کے نیچے بیعت ہوئی ہے، میں تم سے راضی ہوگیا ہوں کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

حضرات سامعین! صحابہ کرام نے تیاری کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری فرمائی اُدھر جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلط خبر اڑائی گئی تھی حضرت عثمان تشریف لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت کی انتہاء نہ رہی، اتنے خوش ہوئے اتنے خوش ہوئے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عثمان کو دیکھتے پھر مسکراتے حضرات آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا پیار ہو وہ کتنا بڑا خوش نصیب ہوگا اسے عاصی، کافر، مرتد تحریر کرنا یہ کس کی عادت ہے کافر یا مسلمان کا، کافر کا، پھر آپ بتایئے کہ یہ شیعہ کافر ہیں یا نہیں؟ جی ہاں کافر ہے غلیظ ترین کافر ہے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے کیسے ظلم کفار کے برداشت کیے اوران

کے پائے استقامت کو ذرا لغزش نہ ہوئی اور واقعات کو دیکھ کر ایک کافر بھی یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور مضطر و مضطرب ہو جایا کرتا تھا کہ الحمد اللہ آقاء دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت میں کچھ ایسے ہی غیر معمولی صفات کاملہ موجود تھے کہ لوگ ہی نہیں بل کہ ہر چیز ان پر اپنی جانیں نثار کرتی تھیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقے غلامی میں ہو جاتا تو پھر وہ کسی طرح نکلنے کا نام نہ لیتا ظلم وستم کے پہاڑ ان پر توڑے جاتے اس بیداری اور بے رحمی سے ستائے جاتے تھے کہ آج ان واقعات کو تاریخ میں پڑھ کر بدن میں ایک لرزہ پیدا ہو جاتا ہے تیرہ برس تک ان مظالم سے سابقہ رہا مگر کسی نے اپنا دین اسلام کو ترک کرنا گوارہ نہ کیا۔

اسیرش نخواہد رہائی ز بند
شکارش نخواہد خلاص از کمند

جس کا دل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درد محبت سے اگر کچھ آشنا ہو تو وہ ان کی قدر جان سکتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصا مہاجرین و انصار رضی اللہ سے بدگمانی رکھنا ان حضرات کو برا بھلا کہنا کھلم کھلا قرآن اقدس کی مخالفت ہے اور شریعت الٰہیہ کی صریح بغاوت ہے ایسے شخص کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ایک بہت بڑی چیز ہے اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رتبہ سب سے بڑا ہے، اصحاب رسول پر تنقید کرنے والو تم اگر چہ سمندروں میں چل کر دکھا دو لیکن پھر بھی تم سے صحابہ نہیں بنا جا سکتا، آخر تم وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے، جس نے جمال جہاں آراء (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا دیدار کیا، وہ کان کہاں سے لاؤ گے، جو انفاس مسیحائی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے زندہ ہوئے۔

وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے، جو انوار قدس سے منور ہوئے، تم وہ ہاتھ

کہاں سے لاؤ گے، جو ایک بار بشرہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مَس ہوئے اور ساری عمر ان کی بوئے عنبریں نہیں گئی؟ تم وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے؟ جو معیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں آبلہ پا ہوئے؟ تم وہ زبان کہاں سے لاؤ گے جب آسمان زمین پر اتر آیا تھا، تم وہ مکان کہاں سے لاؤ گے جہاں کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت جلوہ آرا تھی؟ تم وہ محفل کہاں سے لاؤ گے جہاں سعادت دارین کی شراب طہور کے جام بھر بھر کے دیئے جاتے تھے اور تشنہ کامان محبت هل من مزید کا نعرہ مستانہ لگا رہے تھے، تم وہ منظر کہاں سے لاؤ گے جو کانی اری اللہ عیاناً کا کیف پیدا کرتا تھا؟ تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے جہاں کانما علی رؤسنا الطیر کا سماں بندھ جاتا تھا؟ تم وہ صدر نشین تخت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں سے لاؤ گے جس کی طرف هذا الابیض المتکی سے اشارے کیے جاتے تھے؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم وہ نسیم عنبر کہاں سے لاؤ گے جس کے ایک جھونکے سے مدینہ کے گلی کوچے معطر ہو جاتے تھے؟ تم وہ محبت کہاں سے لاؤ گے جو دیدار محبوب میں خواب نیم شبی کو حرام کر دیتی تھی؟ تم وہ ایمان کہاں سے لاؤ گے جو ساری دنیا کو تج کر حاصل کیا جاتا تھا؟ تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے جو پیمانہ نبوت سے ناپ ناپ کر ادا کیے جاتے تھے؟ تم وہ اخلاق کہاں سے لاؤ گے جو آئینہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سامنے رکھ کر سنوارے جاتے تھے؟ تم وہ رنگ کہاں سے لاؤ گے جو صبغۃ اللہ کی بھٹی میں دیا جاتا تھا؟ تم وہ ادائیں کہاں سے لاؤ گے جو دیکھنے والوں کو نیم بسمل بنا دیتی تھیں؟ تم وہ نماز کہاں سے لاؤ گے جس کے امام نبیوں کے امام تھے؟ تم قدوسیوں کی وہ جماعت کیسے بن سکو گے جس کے سردار رسولوں کے سردار تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میرے صحابہ کو لاکھ برا کہو مگر اپنے ضمیر کا

دامن جھنجھوڑ کرتا؟؟ اگر ان تمام سعادتوں کے بعد بھی (نعوذ باللہ) میرے صحابہ برے ہیں تو کیا تم ان سے بدتر نہیں ہو؟ اگر وہ تنقید و ملامت کے مستحق ہیں تو کیا تم لعن و غضب کے مستحق نہیں ہو؟ اگر تم میں انصاف وحیاء کی کوئی رمق باقی ہے تو اپنے گریبانوں میں جھانکو اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں زبان بند کر دو۔

اب تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ تم دونوں میں برا کون ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی برا ہو سکتا ہے یا اس کا خوش فہم ناقد۔

جو کھلم کھلا قرآن وحدیث کے نظر میں کافر ہی نہیں بل کہ بدترین کافر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں کہنے اور سننے سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین اور میری ان باتوں کو دنیا کے ہر ایک خطہ میں پہونچا دے۔

رہے گا کوئی تیرے ستم کے یادگاروں میں
مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں
یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہوں گا وہ ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہار گئے تو مات نہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اتحاد و اتفاق

الحمد للّٰہ المتوحد بجلال ذاتہ و کمال صفاتہ اما بعد! فقد قال اللّٰہ تعالی فی القرآن الکریم و الفرقان الحمید اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولا تفرقوا!

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

حضرات! اساتذہ کرام چمنستان جامعہ کے آبیاروں میں چاہتا ہوں کہ اس مبارک جلسہ میں اتفاق و اتحاد کے موضوع پر کچھ بیان کروں، لیکن یہ جلسہ اتنا بابرکت ہے، کہ فرشتے جیسی نورانی مخلوق سائے ڈالے رہتی ہے اور اپنے پروں کو بچھائے رہتی ہے، اس لیے دوران تقریر اس حقیر سے کوئی غلطی ہو جائے تو اصلاح فرمادیں اور میری باتوں کو غور سے سنیں گے۔

ملت اسلامیہ کے دھڑکتے دلو! نبی اکرم ہادی عالم، شفیع اعظم محشر ساقی عظیم المرتبت، کریم الاخلاق، مجسمہ کمال، عظیم الشان حبیب کبریاء آقائے نامدار، مدینہ کے تاجدار دردمندوں کا سہارا، جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمانے کے لحاظ سے وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے، ابھی جو وقت کا تقاضہ ہے، کہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے گجرات کا زخم ختم نہیں ہوا تھا کہ احمد آباد اور دربھنگہ، رانچی، مئو کے مسلمانوں کی خونوں سے ہولی کھیلی جانے لگی اسی طرح سانحہ

اعتبار سے مسلمانوں کے معاشرے میں ایسی تبدیلیاں واقع ہوئیں اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ گردش، شام وسحر نے انکی زندگی کی صرف خارجی پہلوؤں کو ہی نہیں بلکہ اندرونی حالات کو بھی تہ وبالا کر دیا کسی شاعر نے کیا خوب اچھے انداز میں کہا ہے ۔

کون تھا سینہ سپر کھائی تھی کس نے گولی
خون سے کس کے وہاں کھیلی گئی تھی ہولی
آج تم کل کی ہر ایک بات بھلا بیٹھے ہو
قصہ خوانی کی حکایات بھلا بیٹھے ہو

محبان اسلام! قرون وسطی کی طویل صدیوں میں ہماری ملی تاریخ کی ایک درخشاں باب ہے، جب مسلمانوں کے اندر یہ بیماری طاری ہوئی ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھنا پسند نہیں کیا، تو یہی بوریہ نشیں علماء وصلحاء، کے بےلوث قربانیوں کا ثمرہ ہے بلکہ سماجی رتبے کے لحاظ سے بھی، اتفاق واتحاد کا رخ کرانا اپنی امنگوں کے گلا گھونٹنے کے مترادف تھا، اس کے باوجود بھی یہی بوریہ نشیں علماء تھے جنہوں نے روکھی سوکھی کھا کر راحتوں کے کنارہ کر کے تمام لوگوں کا رشتہ اتفاق واتحاد سے جوڑا۔

بھائیو! ذرا غور کیجئے اس دور کے اتحاد کا مقابلہ ساٹھ ستر سال پہلے کے اتفاق واتحاد کو دیکھیں، تو زمین وآسمان کا فرق اور انقلاب نظر آتا ہے، وجہ اس کی یہی ہے کہ آج کل جس طرف نظر کریں گے تو ایک مسلم دوسرے مسلم کے پیچھے لگا ہوا ہے، ایک بھائی دوسرے بھائی کے پیچھے لگا ہوا ایک ماسٹر دوسرے ماسٹر کے پیچھے لگا ہوا ہے، بادشاہ دوسرے بادشاہ کے پیچھے لگا ہوا ہے، ایک مالدار دوسرے مالدار کے پیچھے لگا ہوا ہے ،ایک مولوی دوسرے مولوی کے پیچھے لگا ہوا ہے، ان تمام وجوہ سے پتہ لگ رہا ہے کہ مسلمانوں کے اندر آج اتحاد واتفاق اخوت ومساوات کا رشتہ درکار ہے، اگر یہ بات سمجھ

میں نہیں آتی تو یقینا جیسا کہ قرآن کا وعدہ ہے، وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔

اس کے باوجود پستی کے گھاٹ پر اترتے چلے جارہے ہو، اس سے آپ کو بخوبی یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اتفاق واتحاد کی آج ایسی ضرورت ہے جیسے ایک جسم کے لیے سر کا ہونا، ان تمام باتوں سے آپ روشناس ہو گئے ہونگے ہم لوگ اتفاق واتحاد کی کس منزل پر پہونچے ہوئے ہیں۔

عزیزان ملت! آپ لوگوں نے بارہا یہ مقولہ سنا ہوگا کہ کبھی کبھی کم تعداد کثیر تعداد پر غالب آجاتی ہے، مگر شرط ہے کہ آپس میں اتفاق واتحاد رہے، ہمارے اندر اتفاق واتحاد کا جذبہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے پوری دنیا کے اندر ذلیل وخوار ہورہے ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ غریب اور بیکس مسلمانوں کی لاشیں ہر جگہ پائیں گے، آج خنزیر اور کتے کی لاشیں بہت کم دکھائی دینگی، مگر بے چارے مسلمانوں کی لاشیں ہر جگہ ملیں گی میٹھے پانی کی نہریں بہت کم دکھائی دیں گی، مگر غریب اور بے کس مسلمانوں کے خون کی نہر آپ کو ہر جگہ ملے گی، آپ دیکھے ہونگے، ماں باپ کے سامنے معصوم بچوں کو زندہ جلادیا جاتا ہے آپ دور نہ جائیے گجرات اور میرٹھ کے حالات سے آپ بخوبی واقف ہونگے گذشتہ سال کا واقعہ ہے کہ جب غیر مسلم مسلم میں لڑائی ہوئی، یہ نوبت آئی کہ ماں باپ کے سامنے ایک بچے کو درگور کر دیا، دوسرے [illegible] دوسرے بچے کو جلادیا، آپ دل میں باتصور کر کے دیکھئے کہ ان پر کیا حال ہوا ہوگا، ہم سوچتے ہیں کہ جہاں ہوا او نے دو ہم تو بچے ہوئے ہیں۔

بزرگو اور دوستو! [illegible] آخر یہ سب کیوں ہو رہا ہے، اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ [illegible] اتفاق [illegible] اگر اتفاق واتحاد ہوتا تو [illegible] آپ کو کبھی [illegible] اتفاق واتحاد کے بجائے نفاق وشقاق اختلاف وانتشار کو اپنا شیوہ بنایا ہے، [illegible]

الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ علامہ انور شاہ کشمیریؒ وعبید اللہ سندھیؒ کہاں ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ یہ وہ سب حضرات ہیں، جنہوں نے ہندوستان کو آزاد کرایا، خدا پر ایمان رکھنے والو آج بھی وہ دین لایا جاسکتا ہے اس ناکامی کو کامیابی میں بدلا جاسکتا ہے مگر اس کی صورت یہی ہوگی ۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

دوستو! جنگ بدر کی لڑائی سے آپ واقف ہوگئے، کفار مکہ ایک ہزار لشکر کو لیکر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے اور دین اسلام کو مٹانے کی بیحد کوشش کر رہے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو تیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لیکر کفار کے مقابلہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے جب دونوں طرف کی فوجیں حق وباطل کی صفیں میدان کارزار میں پہونچ جاتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ کثیر تعداد میں ہیں جس طرف نظر کر رہے تھے ادھر ہی اس کی فوجیں نظر آتی ہیں لڑنے کے تمام ساز وسامان انکے پاس مہیا ہیں مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ کسی کے پاس تلوار ہے تو کسی کے پاس سواری نہیں کسی کے پاس کپڑا ہے تو کسی کے پاس نہیں کوئی پیدل چل رہے ہیں تو کوئی سواری پر، اس کے برعکس کفار مکہ تو ہر فرد کے پاس تلوار بھی ہے تو سواری بھی ہے یہاں تک کہ جہاں کھانے پینے کا سامان تھا وہاں کفار مکہ خیمہ زن ہوئے۔

لیکن بے چارے مسلمانوں کو ایسی جگہ خیمہ زن ہونا پڑا، جہاں اگر پیاس لگے تو پینے کو پانی نہیں، کھانے کا سامان نہیں جب لڑائی شروع ہوگئی تو حق وباطل کی صفیں آمنے سامنے ہوئیں تلواروں کی سنسناہٹ گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی وجہ سے میدان کارزار گونج اٹھا، اور کفار مکہ گاجر مولی کی طرح کاٹے جاتے ہیں، کفار مکہ کو بری

طرح ہار ہو جاتی ہے یہ قلت تعداد کثیر تعداد پر کیسے غالب آ گئی، اصل وجہ اس کی یہی ہے کہ اتفاق واتحاد تھا، اگر صحابہ کرام میں اختلاف ہوتا تو ہرگز غالب نہیں آ سکتے تھے آپس میں اتحاد واتفاق ختم ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں پر کیسا طوفان آیا اور کس طرح ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔

جنگ احد کا واقعہ قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے جنگ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کی تعداد کم از کم سات سو تھی اور کافروں کی تعداد تقریباً پانچ ہزار کی، اور تھے تمام لوگ ساز وسامان کے ساتھ، برخلاف مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور ساز وسامان میں بھی بہت کم، نیزے اور بھالے سینے میں چبھنے لگے ہیں تلواروں کی سنسناہٹ او رگھوڑوں کی ہنہناہٹ کی وجہ سے عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

خردمند مسلمانوں سنو! حضرت حنظلہ جب نعرہ لگا کر آگے بڑھتے ہیں، تو دیکھا کہ سامنے باپ ہے تو انہوں نے کہا اسلام کے اندر باپ کو دیکھا نہیں جائے گا لیکن قربان جایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا، اے حنظلہ باپ کو چھوڑ کر دوسرے پر حملہ کرو، حضرت حنظلہ نے ابوسفیان پر حملہ کر دیا، یہاں تک کہ حضرت حنظلہ کی تلوار ابوسفیان کے سر پر چمکتی ہے، لیکن ابوسفیان کے ساتھی حضرت حنظلہ پر حملہ کیا تو شہید ہو کر زمین پر گر گئے۔

(انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

اس کے بعد میدان کارزار گرم ہوا کافروں میں سے ایک شخص آیا او رمسلمانوں کے پاس اعلان کیا کہ کوئی ہے ہم سے مقابلہ کرے یہ اعلان صحابہ کرام کو سنتا ہی تھا کہ صحابہ کرام میں سے ایک شخص آیا جس کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ صف سے باہر نکلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اجازت دے دیا کہا ،خدا تمہاری مدد کرے گا، دونوں طرف سے لشکر چند ہاتھ نکلے تھے کہ آخر میں تمام

صحابہ کرام نے کفار کا مقابلہ کیا بہت سارے کفار مکہ کو مارا اسی دوران کفار مکہ نے جب دیکھا کہ میرا لشکر بری طرح مارا جارہا ہے تو اسی وقت بھاگنا شروع کردیا صحابہ کرام نے دیکھا کہ میری جیت ہوگئی کفار مکہ شکست کھا گئے تو اب یہاں بیٹھ کر کیا کریں گے، اس لیے کچھ صحابہ کرام مال غنیمت میں متوجہ ہو گئے لیکن کچھ صحابہ کرام جس میں عبداللہ بن زبیر اپنے گیارہ ساتھیوں کے ساتھ کفار کے مورچے پر ڈٹے رہے لیکن خالد جو کافروں کے کمانڈر تھے انکا حملہ صحابہ کرام نہ روک سکے اور مورچہ دشمن کے قبضہ میں آ گیا اب آگے بھی کفار اور پیچھے بھی کفار تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تیروں اور پتھروں کی بوچھار ہوئی یہاں تک کہ دندان مبارک شہید ہو گیا پیشانی پر زخم آیا، رخساروں پر مغفر کی کڑیاں گھس گئیں۔

پھر بوڑھے باپ تجربہ کرتے ہوئے رسی پر پندرہ باندھ دیا پھر کہا اس کو دوبارہ توڑو پھر بچے لوگ توڑنا شروع کردیا لیکن توڑ نہیں سکے، آخر میں بوڑھے باپ نے سمجھایا کہ دیکھو آپس میں اتحاد واتفاق سے رہو گے تو کوئی کچھ نہیں کرسکتا ہے یعنی اس رسی سے سبق حاصل کرلو۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

اس لیے آج سے عہد کرو کہ آپس میں اتحاد واتفاق پیدا کریں نفرت وعداوت کو نکال کر آپس میں ایک ہو جائیں۔

وما علینا الا البلاغ

ختم قرآن کے آداب

حامداً و مصلیاً اما بعد!

فالقاری عند البداية بتلاوة القرآن ينبغي ان يحضر في قلبه عظمة المتكلم ويعلم ان ما يقرؤه ليس من كلام البشر وان في تلاوة [illegible] عز وجل غاية الخطر فانه تعالى قال لا يمسه الا المطهرون وكما ان ظاهر جلد المصحف وورقه محروس من ظاهر البشر اللامس الا اذا كان مطهرا فباطن معناه ايضا بحكم عزة وجلاله محجوب عن باطن القلب الا اذا كان مطهرا عن كل رجس مستنيرا بنور التعظيم والتوقير وكما لا يصلح للمس جلد المصحف كل يد فلا يصلح بتلاوة حروفه كل لسان ولا ينال معانيه كل قلب.

عزیز دوستو! جب ختم قرآن سے فارغ ہو تو دوسرے قرآن کا شروع کر دینا [illegible] حدیث میں ہے احب الاعمال الی اللّٰہ الحال المرتحل الذی یضرب من اول القرآن الی آخرہ کلما حل ارتحل سب اعمال میں بہترین اور افضل حال مرتحل ہے لوگوں نے پوچھا کہ حال مرتحل کیا چیز ہے حضور نے فرمایا کہ وہ صاحب قرآن ہے جو اول سے چلے اور اخیر تک پہنچے اور آخیر کے بعد پھر اول پر پہنچے جہاں ٹھہرے پھر آگے چلے۔ (ترمذی، اتقان)

[illegible] کی ایک [illegible] تکبیر وارد ہوئی ہے [illegible] [illegible]

پر ماثور دعائیں پڑھنا، ختم کے دن روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، صحابہ وتابعین کی ایک جماعت کا یہی معمول تھا۔

سورۂ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع پر بسم اللہ پڑھنا چاہئے اگر کسی سورۃ کے درمیان سے تلاوت شروع کرے تو اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے

باطنی آداب

قرآن کی عظمت اور بزرگی کا خیال رکھے کہ یہ اس خدائے پاک کا کلام اور اس کی صفت ہے جو احکم الحاکمین اور نہایت عظمت وجلال ہے، حضرت امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

فالقاری عند البدایة بتلاوة القرآن ینبغی ان یحضر فی قلبه عظمة المتکلم ویعلم ان ما یقرءہ لیس من کلام البشروان فی تلاوة کلام اللہ عز وجل غایة الخطر فانه تعالی قال لا یمسه الا المطهرون وکما ان ظاهر جلد المصحف وورقه محروس من [illegible] اللامس الا اذا کان متطهرا فالباطن معناه ایضا بحکم عزه [illegible] محجوب عن باطن القلب الا اذا کان متطهرا عن کل رجس [illegible] بنور التعظیم والتوقیر وکما لا یصلح [illegible] المصحف [illegible] یصلح بتلاوة حروفه کل لسان ولا [illegible]

[illegible] قرآن کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

گئے ہیں، اور جس طرح کہ قرآن شریف کی ظاہری جلد اور اس کے ورق کو انسان کے ظاہری جسم سے بچایا گیا ہے الا یہ کہ وہ طاہر ہو اسی طرح اس کے باطنی معنی کو بوجہ اس کی عزت اور جلالت شان کے قلب کے باطن سے محجوب رکھا گیا ہے، الا یہ کہ وہ قلب ہر نجاست سے پاک ہو اور نور تعظیم سے منور ہو اور جس طرح ان کے چھونے کی ہر ہاتھ میں صلاحیت نہیں اسی طرح ہر قلب اس کے معانی و معارف کو پانے کے لائق نہیں ہے۔

حضرت عکرمہ بن ابو جہلؓ جب قرآن پاک کھولتے تھے تو آپ پر غشی طاری ہو جاتی تھی اور بار بار یہ فرماتے تھے کہ یہ میرے پروردگار کا کلام ہے یہ میرے پروردگار کا کلام ہے، حق تعالیٰ کی علو شان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے۔

جمع الفوائد میں ہے کہ ”پس کلام کی تعظیم دراصل متکلم کی تعظیم ہے اور متکلم کی تعظیم کا استحضار اس کی صفات اور جلال وافعال میں تفکر نہ کیا جاوے“ حتی الامکان دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھے اور حضور قلب سے تلاوت کرے، ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ آپ قرآن پڑھتے ہیں تو اس وقت دل میں دوسرے خیالات بھی آتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ کون سی چیز خدا تعالیٰ کے کلام سے زیادہ محبوب ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔

دوستو! معانی کا تدبر بھی پیش نظر رہے (اگر معانی سمجھنے کی استعداد ہو) جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنائے اگر آیات رحمت زبان پر ہے تو دل سرور محض بن جائے اور آیت عذاب آ گئی تو دل لرز جائے، کانوں کو اس درجہ بنادے گویا کہ خود حق سبحانہ وتقدس کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔

مسائل ضروریہ

مسئلہ: تلاوت کے درمیان ہنسنا یا بلا فائدہ کوئی کام کرنا خلاف ادب ہے۔

مسئلہ: تلاوت میں نہایت عجلت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: تلاوت کے شروع میں تعوذ وتسمیہ مستحب ہے۔

مسئلہ: تلاوت کے درمیان اگر کوئی غیر متعلق بات کی ہو تو دوبارہ اعوذ پڑھنا چاہئے اگر قراءۃ وتلاوت سے متعلق بات ہو تو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر درمیان قرات میں سجدہ تلاوت کرلیا تو پھر اعوذ پڑھے۔

مسئلہ: قرآن کا سننا مطلقاً واجب ہے یعنی خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز، حق تعالی کا ارشاد ہے: واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا، آیت اگرچہ نماز کے باب میں نازل ہوئی ہے مگر اصولاً عموم الفاظ کے معتبر ہونے کے عام قرار دی جائیگی۔

مسئلہ: اگر کوئی بچہ حفظ کرنے کی غرض سے بلند آواز سے قرآن مجید پڑھ رہا ہے اور لوگ اپنے ضروری کاموں میں مشغول ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: قرآن کا زبانی پڑھنا بلا وضو بھی جائز ہے لیکن اگر باوضو پڑھے تو اچھا ہے

مسئلہ: خروج ریح کی حالت میں زبانی بھی نہ پڑھنا چاہئے اتنی دیر توقف کرنا چاہئے۔

مسئلہ: سواری پر اور پیادہ چلتے ہوئے قرآن شریف پڑھنے میں مضائقہ نہیں مگر نجاست کی جگہ پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: لیٹے لیٹے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر پڑھتے وقت دونوں پاؤں سمیٹ لینے چاہئیں۔

مسئلہ: عورت سوت کاتتے وقت اور مرد کپڑا بنتے وقت چلتے ہوئے تلاوت کرے تو جائز ہے بشرطیکہ دل حاضر رہے اسی طرح دیگر پیشہ ور اپنا پیشہ کرتے وقت قرآن پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ اس سے کچھ خلل نہ ہو۔

مسئلہ: جنبی، حائض نفساء کو تلاوت قرآن جائز نہیں البتہ اگر تلاوت مقصود

نہ ہو بلکہ بقصد دعا پڑھے تو جائز ہے۔

مسئلہ: طواف کعبہ، رکوع، سجدہ کی حالت میں تلاوت مکروہ ہے۔

مسئلہ: تراویح میں ختم قرآن کے وقت سورۂ اخلاص پڑھنا بعض مشائخ کے نزدیک مستحب نہیں البتہ مشائخ عراق سمجھتے ہیں مگر اس زمانہ میں لوگوں نے اس پر اصرار و تاکید اور التزام کرلیا ہے اس لیے اس کو ترک کردینا چاہئے، نماز سے خارج کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: بعض علماء کے نزدیک قرآن شریف سننے کا پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے اس لیے کہ اس میں غور وفکر اور تدبر کا موقع زیادہ ملتا ہے۔

مسئلہ: تلاوت کرتے ہوئے آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا بشرطیکہ وہ مستحق تعظیم ہو تو جائز ہے، بعض روایات میں وارد ہے کہ جو شخص کلام اللہ کی ایک آیت سنے اس کے لیے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگا۔

مسئلہ: خطبہ، پیشاب، پاخانہ ہونے کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر حمام پاک ہو اور کوئی وہاں برہنہ نہ ہو تو پھر آہستہ یا جہراً پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: نجاست کی جگہ قرآن پاک کی تلاوت ممنوع ہے۔

مسئلہ: اگر منہ ناپاک ہو تو بلا منہ صاف کیے قرآن پڑھنا ناجائز ہے

مسئلہ: اندھے مردوں سے عورتوں کو قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: کافر کسی کو قرآن پڑھائے یا کسی کو قرآن سکھائے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں کیا جاسکتا۔

مسئلہ: چند شخصوں کا ایصال ثواب کے لیے قرآن جہراً پڑھنا بعض فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے اگر آہستہ پڑھیں تو جائز ہے اس لیے کہ بلند آواز سے پڑھنے میں

قرآن پاک سننے میں خلل واقع ہوتا ہے حالانکہ قرآن کا استماع واجب ہے۔ بعض علماء نے اس کی گنجائش بھی ذکر کی ہے۔

مسئلہ: ایصال ثواب کے لیے قرآن پاک پڑھنا جائز ہے لیکن اجرت لینا دینا دونوں ناجائز ہیں۔

مسئلہ: قبروں کے سرہانے دنیا کی طمع کے واسطے قرآن پڑھنا مکروہ ہے (خزانہ)

مسئلہ: نصاب الاحتساب میں لکھا ہے کہ جو فقیر بازاروں میں قرآن پڑھے اس کو صدقہ دینا مکروہ ہے۔

مسئلہ: قرآن شریف پڑھتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے تو قرآن شریف میں مشغول رہنا درود پڑھنے سے افضل ہے اور فراغت کے بعد اگر پڑھ لے تو افضل ہے نہ پڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر بعض علماء نے درود پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص تلاوت قرآن کے وقت غلطیاں کر رہا ہو تو سامع پر صحیح بتانا واجب ہے

مسئلہ: ترجیع، وتلحین اکثر مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے۔

نماز میں تلاوت قرآن

مسئلہ: ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کا نماز میں پڑھنا فرض ہے۔

مسئلہ: سورہ فاتحہ اور ایک سورۃ کا ملانا واجب ہے۔

مسئلہ: فجر کی نماز اور ظہر میں طوال مفصل یعنی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک پڑھنا مسنون ہے اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل مسنون ہے۔

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھے اگر پوری سورت نہ پڑھے تو جائز ہے۔

مسئلہ: درمیان میں چھوٹی چھوٹی سورت چھوڑنا مکروہ ہے البتہ اگر اتنی بڑی سورۃ ہو کہ اس کے پڑھنے سے دوسری رکعت پر زیادہ طویل ہو جائے تو پھر اس کا چھوڑنا مکروہ نہیں

مسئلہ: فرض نمازوں میں عمداً تکرار سورت مکروہ ہے۔

مسئلہ: خلاف ترتیب قصداً سورتیں پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: پہلی رکعت پر دوسری رکعت کو قرائت کے لحاظ سے لمبا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: دونوں رکعتوں میں قرائت کی مقدار برابر ہونی چاہئے البتہ فجر میں پہلی رکعت بنسبت دوسری رکعت کے لمبی ہونی چاہئے اگر پڑھے تو افضل ہے۔

نماز میں قرات کے مسائل

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورۃ پڑھے اگر کسی رکعت میں سورۃ کا کچھ حصہ اور باقی دوسری رکعت میں باقی حصہ پڑھے تو بعض علماء نے مکروہ کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ کراہت نہیں خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ: دو رکعتوں کی قرات میں درمیان میں چھوٹی سورہ چھوڑنا مکروہ ہے البتہ اگر درمیان میں اتنی بڑی سورۃ ہو کہ دوسری رکعت پہلی رکعت سے زیادہ طویل ہو جائے تو پھر اس کا چھوڑنا مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ: فجر وظہر میں طوال مفصل، عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مسنون ہے۔

مسئلہ: عمداً منکوس قرات کرنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: اجنبی مردوں کو کسی عورت سے قرآن سننا بلا ضرورت شرعی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: گراموفون میں قرآن مجید کا ریکارڈ سننا مکروہ ہے۔

مسئلہ: لاؤڈ اسپیکر پر تلاوت جائز ہے۔

مسئلہ: ریڈیو پر محض قرآن مجید کی تلاوت پر اجرت لینا جائز نہیں اور ایسی قرات کا سننا بھی اعانت گناہ ہے۔

سجدہ تلاوت

قرآن پاک میں چودہ مقامات ایسے ہیں کہ ان کو پڑھنے سے سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے اس سجدہ کو تلاوت کا سجدہ کہتے ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک یہ چودہ مقامات ہیں (۱) اخیر سورہ اعراف (۲) سورہ رعد کے دوسرے رکوع میں (۳) سورہ نحل میں (۴) سورہ بنی اسرائیل میں (۵) سورہ مریم میں (۶) سورہ حج کا پہلا سجدہ (۷) سورہ فرقان میں (۸) سورہ نمل میں (۹) سورہ الم تنزیل سجدہ میں (۱۰) سورہ صٓ (۱۱) سورہ فصلت (۱۲) سورہ نجم میں (۱۳) سورہ انشقاق میں (۱۴) سورہ علق میں۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی سجدے کی آیت پڑھتا ہے تو شیطان روتا ہوا علیحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے میری خرابی آدم کے بیٹے کو سجدہ کا حکم ہوتا ہے تو اس نے سجدہ کیا اور اس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا تو میں نے نہ مانا بس میرے لیے دوزخ ہے (مسلم)۔

مسئلہ سجدہ تلاوت

مسئلہ: سجدہ تلاوت، تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر خواہ اس آیت کے سننے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، واجب ہے۔

مسئلہ: امام کی تلاوت سے مقتدی پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے گو اس نے نہ سنا ہو کیونکہ امام کی اقتدا مقتدی پر واجب ہے لیکن نماز میں جب تک امام سجدہ

نہ کرے مقتدی پر واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر مقتدی سجدہ کی آیت پڑھ لے تو نہ اس پر سجدہ واجب ہوگا نہ سننے والے پر جو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو البتہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے کہ یہ مقتدی اور جنہوں نے سنا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کریں۔

مسئلہ: اگر کافر سے سجدہ تلاوت کی آیت سنی تو سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے اسی طرح بچہ، مجنون، حائض، نفساء سے سننے پر بھی واجب ہو جاتا ہے، بعض فقہاء کے نزدیک بچہ اور دیوانے شخص کی تلاوت سننے سے واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ: سونے والے شخص نے اگر سونے کی حالت میں سجدہ کی آیت پڑھی اور پھر کسی نے اس کو خبر دی کہ تم نے آیت سجدہ پڑھی ہے تو امام سرخسیؒ کے نزدیک اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں اور بعض کے نزدیک واجب، عالم گیری میں سجدہ واجب ہونے کو اصح قرار دیا ہے۔ علامہ حمویؒ نے بھی اسی کو صحیح اور احوط قرار دیا ہے۔

مسئلہ: سوئے ہوئے شخص نے نیند میں سجدہ کی آیت پڑھی اور جاگتے ہوئے لوگوں نے سنی تو ان پر سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ: سواری پر سجدہ کی آیت کئی بار پڑھی تو قاری پر ایک ہی سجدہ واجب ہے اور جو شخص اس کے ساتھ پیدل چلتا ہے اس پر ہر بار کے پڑھنے میں سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ: حائض عورت اگر سجدہ کی آیت پڑھے تو اس پر سجدہ واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر طوطے سے سجدہ کی آیت کو سنا جائے تو سجدہ واجب نہیں۔

مسئلہ: گراموفون سے اگر آیت سجدہ سنی تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ: صدائے بازگشت سے آیت سجدہ سننے سے سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص حوض میں تیرتا ہوا سجدہ کی آیت مکرر پڑھے تو صحیح یہ ہے

کہ دوبارہ سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر تسبیح وتہلیل میں مصروف رہا اور پھر وہ ہی آیت پڑھی تو دوبارہ سجدہ واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر چلتے ہوئے سجدہ کی آیت کا تکرار کیا تو ہر مرتبہ کے پڑھنے سے ایک ایک سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر گھوڑے یا گدھے کی چکی کی اطراف میں سجدہ کی آیت کا تکرار کیا تو ہر مرتبہ میں سجدہ واجب ہے یہی قول صحیح ہے۔

مسئلہ: عمل کثیر سے مجلس مختلف ہو جاتی ہے اور تکرار آیت سجدہ سے ہر مرتبہ سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر آیت سجدہ پڑھ کر نکاح کیا یا دو کلموں سے زیادہ بات کی یا بچہ کو دودھ پلایا اور پھر آیت کا تکرار کیا تو تکرار سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر نماز کی رکعات میں سے ہر رکعت میں سجدہ کی آیت مکرر پڑھے تو امام محمدؒ کے نزدیک تکرار سجدہ واجب ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک واجب نہیں (نفع المفتی والسائل)

مسئلہ: سجدہ تلاوت کے لیے وہ تمام شروط ہیں جو نماز کے لیے ہیں جیسے طہارت، ستر عورت وغیرہ سوائے تکبیر تحریمہ کے یعنی سجدہ تلاوت میں تکبیر تحریمہ فرض نہیں اور تعیین کی نیت بھی فرض نہیں البتہ سجدہ تلاوت کی نیت فرض ہے البتہ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھتے ہی فوراً سجدہ کیا تو سجدہ تلاوت کی نیت بھی فرض نہیں ہے۔

مسئلہ: جو سجدہ تلاوت نماز میں واجب ہو اس کو نماز ہی میں ادا کرنا واجب ہے اس لیے کہ وہ نماز کا جزء ہے اگر نماز میں ادا نہیں کیا تو خارج میں ادا نہیں ہوتا بلکہ ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے توبہ کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور پھر نماز فاسد ہوگئی تو خارج نماز سجدہ کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت مستقلاً سجدہ کرنے سے ادا ہو جاتا ہے اور رکوع کرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ یہ سجدہ اور رکوع خاص سجدہ تلاوت کے واسطے ہو نماز کے سجدہ اور رکوع سے ادا نہیں ہوتا۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت ادا ہونے کے کھڑے ہو کر دو تین آیت پڑھ کر رکوع کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت نماز کے رکوع وسجود سے بھی ادا ہوتا ہے بشرطیکہ فوراً رکوع وسجدہ کرے اور اگر دو یا تین آیت کے بعد نماز کا رکوع یا سجدہ کیا اور فوراً سجود نہیں کیا تو پھر مستقل سجدہ ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر امام نماز جہریہ میں سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کر لی تو امام کا سجدہ ادا ہو گیا مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا نہیں ہوا لہٰذا وہ سلام کے بعد سجدہ تلاوت ادا کرے اور پھر قعدہ کرے اگر قعدہ کا اعادہ نہیں کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت میں ترتیب واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: جو سجدہ تلاوت نماز سے خارج ہے اگر اس کے عوض رکوع کرے تو بھی ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کی لفظ نہیں پڑھا تو سجدہ واجب نہیں ایسا ہی اگر سجدہ کا حرف پڑھا اور اکثر نہیں پڑھی تو سجدہ واجب نہیں اکثر کا مطلب یہ ہے کہ آدھی آیت سے زیادہ سجدہ کے حرف کے ساتھ پڑھے تو سجدہ واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: تلاوت کرنے والے کی مجلس مختلف ہو اور سننے والے کی مجلس مختلف نہ ہو تو سننے والے پر دوبارہ سجدہ واجب نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔

مسئلہ: ایک لقمہ کھایا یا ایک گھونٹ پانی پیا یا بیٹھا ہوا تھا کھڑا ہو گیا یا ایک دو قدم چلا یا سوار سواری سے اتر آیا یا چھوٹے مکان اور مسجد کی ایک جانب سے دوسری جانب میں گیا تو مجلس مختلف نہیں ہوتی اگر مکان بڑا ہے بادشاہ کے محل جیسا تو پھر ایک جانب سے دوسری جانب میں جانے سے مجلس مختلف ہو جاتی ہے، کشتی چلنے سے سوار کی مجلس مختلف نہیں ہوتی، جانور کے چلنے سے سوار کی مجلس مختلف ہو جاتی ہے، ایک شاخ پر سجدہ کی آیت پڑھ کر پھر دوسری شاخ پر پہونچا اور آیت سجدہ پڑھی تو مجلس مختلف ہو جائے گی اور تکرار سجدہ صحیح قول کی بناء پر واجب ہوگا۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت میں وہی تسبیح پڑھے جو نماز میں پڑھی جاتی ہے۔

مسئلہ: کھڑے ہو کر سجدہ تلاوت کرنا افضل ہے، سجدہ کے بعد کھڑے ہونے میں اختلاف ہے۔

مسئلہ: سجدہ کی آیت فارسی یا اردو میں پڑھی تو صحیح یہی ہے کہ سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت کی ابتدا وانتہاء میں مختار قول کی بناء پر تکبیر کہنا مسنون ہے۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت کی تاخیر نماز میں مکروہ ہے اور خارج نماز مکروہ نہیں البتہ امام طحاوی کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے ظاہر یہ ہے کہ خارج نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: نماز میں سجدہ تلاوت ادا کرنے میں تاخیر ہو تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔

مسئلہ: خارج نماز اگر فوراً سجدہ نہ کرے تو سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت اوقات مکروہ میں تلاوت کی جائے تو اسی وقت سجدہ کرنا جائز ہے، اور اگر غیر مکروہ وقت میں تلاوت کی تو پھر مکروہ وقت پر ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ کی آیت رکوع یا سجدہ میں پڑھی تو بعض کے نزدیک

سجدہ واجب ہی نہیں ہوتا لیکن بعض کے نزدیک واجب ہوتا ہے اسی رکوع یا سجدہ میں تلاوت کا سجدہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص پر چند سجدہ تلاوت واجب ہوں تو اس کو سورۃ کی تعیین نیت کر کے سجدہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص پورا قرآن ختم کر کے ایک ساتھ کل سجدے کرے تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ تلاوت کئی آدمی مل کر کریں اس طور پر کہ ایک شخص کو آگے کھڑا کر دیں اور بقیہ لوگ مقتدی کی طرح اس کا اتباع کریں تو جائز ہے۔

مسئلہ: آیت سجدہ کے ہجے کرنے سے سجدہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ: امام کے لیے سریہ نماز اور عیدین و جمعہ میں آیت سجدہ پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: سریہ نماز میں اگر امام سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کرے تو وہ نیت مقتدی کے لیے بھی کافی ہے۔

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ تلاوت بھول گیا تو اگر سلام کے بعد بھی یاد آئے تو منافی صلوۃ کام کرنے سے پہلے سجدہ کرسکتا ہے۔

اگر خارج نماز ایک سجدہ کی آیت پڑھی تو سجدہ کیا تو وہ پھر وہی آیت نماز میں پڑھی تو دو سجدہ واجب ہونگے اور اگر خارج نماز سجدہ نہیں کیا تو پھر نماز میں سجدہ کرنے سے وہ سجدہ بھی ادا ہو جائے گا بعض کے نزدیک البتہ ادا نہیں ہوتا۔

مسئلہ: قرآن پاک کی تلاوت میں آیت سجدہ کو ترک کر کے تلاوت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: سجدہ کی آیت آہستہ پڑھنا چاہئے اس واسطے کہ اگر سننے والے سستی سے سجدہ نہ کریں تو گنہگار ہوں گے۔ اگر ممبر پر سجدہ تلاوت کی آیت پڑھیں تو سجدہ کرے اور سننے والے بھی سجدہ کریں۔

فائدہ: قرآن پاک کی چودہ آیات سجدہ ایک مجلس میں تلاوت کرے تو اللہ

تعالیٰ اس کی مشکلات کو دور فرما دیتا ہے، اس وقت تمام سجدہ ایک ساتھ کرے یا ہر ایک آیت پر سجدہ کرتا جائے دونوں جائز ہیں۔

مسائل متعلقہ مصحف

مسئلہ: قرآن پاک کو استوار باندھنا اور صندوق یا جزودان میں مضبوط کرنا سلف کے نزدیک مکروہ ہے کہ اس میں تلاوت سے روکنے کی صورت پائی جاتی لیکن ہمارے زمانے میں فساد کی وجہ سے جائز ہے، بلکہ حفاظت واجب ہے

مسئلہ: قرآن پاک سے فال لینا بھی مکروہ ہے کذا فی جامع الرموز، ملا علی قاری نے شرح نخبہ میں بھی صراحتاً ممنوع لکھا ہے۔

مسئلہ: قرآن پاک کو بلا وضو چھونا جائز نہیں اگر جنبی، حائض ہو تو بلا غسل جائز نہیں۔

مسئلہ: محدث، جنبی، حائض، نفساء کو جائز نہیں قرآن کو اپنے آستین یا قرآن کی جلد، چولی سے چھولے، جزودان کو بھی بعض جلد کے حکم میں کہتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ وہ جلد کے حکم میں نہیں اس سے اس حالت میں چھونا جائز ہے۔

مسئلہ: جو رومال گلے میں پڑا ہو اس سے قرآن پاک کے چھونے کی تصریح نہیں ملی، مناسب، احوط اور انسب یہ ہے کہ جائز نہ ہو اس مسئلے کی تفصیل فتح القدیر میں ملاحظہ فرمائیں

مسئلہ: نابالغ بچوں کو بے وضو قرآن پاک چھونا جائز ہے مناسب یہ ہے کہ ان کو بھی وضو کے بعد چھونے کی عادت ڈالی جائے۔

مسئلہ: جنبی کا جنابت کی حالت میں قرآن میں نظر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: قرآن پاک کو بوسہ دینا جائز ہے فقہاء نے اس کو قبلہ دیانۃ کہا ہے، حضرت عثمان اور حضرت عمرؓ سے بھی منقول ہے اور حضرت عکرمہؓ سے بھی۔

مسئلہ: کافر دشمن کے ملک میں مسافر کو قرآن لے جانا جائز نہیں ہے کیونکہ ضیاع و بے حرمتی کا اندیشہ ہے، لیکن امام طحاوی کے نزدیک یہ حکم ابتدائے اسلام میں جب کہ مصاحف قلیل تھے اب چونکہ بکثرت موجود ہیں اس لیے جائز ہے پہلا قول اصح ہے۔

مسئلہ: قرآن کو فارسی میں لکھنا جائز نہیں البتہ ایک دو آیات میں مضائقہ نہیں (شامی)

قران پاک وہ رسم الخط مستعمل ہے اس کے خلاف اس کی کتابت جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: قرآن کی بیع و شراء میں اختلاف ہے بعض جائز کہتے ہیں بعض مکروہ بعض صرف بیع کو مکروہ کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔

مسئلہ: نجس ہاتھ یا نجس کپڑے سے قرآن چھونا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: بے وضو شخص یا جنبی حائضہ نفاس والی عورت اگر کسی قلم چاقو لکڑی وغیرہ سے قران پاک کے اوراق الٹے جائیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: قرآن پاک کی تعظیم و احترام بالاجماع واجب ہیں اس لیے اس سے ٹیک لگانا یا اس کی طرف پیر دراز کرنا، زمین پر رکھنا ممنوع ہے۔

مسئلہ: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتابت مصاحف تحسین کتابت مستحب ہے خط واضح اور صاف ہو۔

مسئلہ: مصحف میں نقطہ وغیرہ لگانا مستحب ہے (نوری)

مسئلہ: مصحف کے لیے قیام کو بعض حضرات نے بدعت قرار دیا ہے مگر علامہ نوویؒ نے تبیان میں مستحب لکھا ہے۔

مسئلہ: قرآن پاک اور اس کے جزدان کو تپائی یا رحل وغیرہ پر رکھنا مستحب ہے۔

مسئلہ: کتابت مصحف پر اجرت لینا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر مصحف ناقابل انتفاع ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر اسی طرح دفن کر دیا جائے جس طرح مسلم میت کی تدفین کر دی جائے جلانا مناسب نہیں۔

قرآن محفوظ رہنے کی دعائیں اور اعمال

حفظ قرآن کے لیے کسی عمر کی قید نہیں ہر عمر میں آدمی حفظ کر سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اپنی اولاد کو بچپن ہی سے حفظ کرایا جائے کیونکہ زمانہ صغر کا یاد کیا ہوا انتہائی محفوظ اور کالنقش فی الحجر کی شان رکھتا ہے بڑی عمر میں اگر کوئی شخص حفظ کرنے کا ارادہ کرلے اور اس میں کوئی دقت و دشواری محسوس کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمودہ ایک مجرب عمل ہے اس پر عمل کرے یہ روایت ترمذی حاکم وغیرہ نے ذکر کی ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا کہ حضرت علیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے اور جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب نہ بتلاؤں کہ جو نہ صرف تمہارے لیے بلکہ جس کو بھی تم بتا دو اس کے لیے مفید اور نافع ہو اور جو کچھ سیکھو تو وہ محفوظ رہے۔

حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتا دیجئے آپ نے ارشاد فرمایا، شب جمعہ کو اگر ہو سکے اخیر تہائی رات میں اٹھو کیونکہ وہ ساعت مشہور ہے اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

اخی یعقوب نے اپنی اولاد کے حق میں دعا کرنے کے لیے اس وقت کو پسند کیا تھا اور اگر یہ نہ ہو سکے تو بیچ کی تہائی رات میں اور یہ اگر بھی نہ ہو سکے تو اول کی تہائی رات میں اٹھو اور چار رکعتیں اس طرح ادا کرو کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور

سورہ یسین دوسری میں سورہ فاتحہ اور حم الدخان تیسری میں سورہ فاتحہ و سورہ ملک پڑھو اور جب تشہد سے فارغ ہو اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح حمد و ثنا کرو مجھ پر اور کل انبیاء پر درود پڑھو اور تمام مومنین اور مومنات اور اپنے ان بھائیوں کے لیے جو پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے ہیں استغفار کرو پھر اس کے آخر میں یہ کہو۔

اللّٰهم ارحمنی بترک المعاصی ابداً ما ابقیتنی وارحمنی ان اتکلف مالا یعنینی وارزقنی حسن النظر فیما یرضیک عنی اللّٰهم بدیع السموات والارض ذالجلال والاکرام والعزة التی لاترام اسئلک یا الله یا رحمن بجلالک ونور وجهک ان تلزم قلبی حفظ کتابک کما علمتنی وارزقنی ان اتلوه علی النحو الذی یرضیک عنی اللّٰهم بدیع السموات والارض ذالجلال والاکرام والعزة التی لا ترام اسئلک یا الله یا رحمن بجلالک ونور وجهک ان تنور بکتابک اجری وان تطلق به لسانی وان تفرج به عن قلبی وان تشرح به صدری وان تغسل به بدنی فانه لا یعیننی علی الحق غیرک ولا یوتیه الا انت ولا حول ولا قوت الا بالله العلی العظیم ۔ تین یا پانچ یا سات جمعہ تک کرو اللہ کے حکم سے تمہاری دعا قبول ہوگی بخدا اس میں کبھی کسی مومن کو ناکامی نہیں ہوتی ہے۔

ابن عباس ؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ علی بن ابی طالب ؓ پانچ یا سات جمعہ کے بعد پھر مجلس میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے میرا یہ حال تھا کہ میں چار آیتیں یا اس کے قریب سیکھتا تھا جب زبانی پڑھنے لگتا تھا تو بھول جاتا تھا اور اب چالیس آیتیں یا اس کے قریب سیکھتا ہوں جب زبانی پڑھتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کتاب میری آنکھوں کے سامنے رکھی ہے اور پہلے جب کوئی حدیث سنتا تھا اور پھر دہرانا چاہتا تھا تو ذہن سے نکل جاتی تھی اور اب بہت سی حدیثیں سنتا ہوں وہ اس

طرح یاد رہتی ہیں کہ بیان کرتے وقت ان میں سے کوئی حدیث نہیں چھوٹتی، آپ نے فرمایا قسم ہے رب کعبہ کی اے ابوالحسن تم مؤمن (کامل) ہو۔

جو شخص قرآن حفظ کرنے کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ صرف رضائے الٰہی کی نیت رکھے، نام ونمود یا کسی دنیوی غرض سے ہرگز حفظ نہ کرے ورنہ یہ اس کے لیے قیامت کے دن وبال جان ہوگا، کوئی بھی عمل حق تعالیٰ رب العزت کے نزدیک بدون اخلاص نیت مقبول نہ ہوگا، حفظ کرنے والے کو اور حفاظ کو ان تمام امور پر کاربند رہنا چاہئے جن کی رعایت حفاظ کرام پر لازم ہے۔

محترم دوستو! جو چیزیں موجب نسیان ہیں ان سے پرہیز اور جن سے قوت حافظہ میں زیادتی وترقی ہو ان کو اختیار کیا جائے علامہ شامیؒ نے اسباب نسیان تیس کے قریب شمار کیے ہیں۔

علامہ زرنوجیؒ نے بھی تعلیم المتعلم میں مختصراً تذکرہ کیا ہے: اما اسباب النسیان العلم فال کزبزة الرطبة واکل التفاح الحامض والنظر الی الصلوب وقراءة لوح القبور والمرور بین قطار الجمال والقاء القمل الحی علی الارض والحجامة علی نقرة القضاء کلها تورث النسیان (الحدیث)

نسیان علم کے اسباب بہت سے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہرا دھنیا کھایا جائے کھٹے سیب کا کھانا جس کپڑے پر صلیب کا نشان ہو اس کو دیکھنا، قبر کے پتھروں کو پڑھنا، اونٹوں کی قطار کے سامنے چلنا زندہ جوں کو زمین پر چھوڑنا، گدی پر حجامت بنوانا۔

ایک قوی سبب نسیان کا فسق وفجور بھی ہے جیسا کہ امام وکیعؒ نے امام شافعیؒ کو اس طرف توجہ دلائی تھی ۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی ☆ فارشدنی الی ترک المعاصی
فان الحفظ فضل من الھی وفضل اللّٰہ لا یھدی معاصی

طالب علم کو چاہئے کہ جب قرآن مجید کو اٹھائے تو یہ کہے بسم اللّٰہ وسبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم العزیز عدد کل حرف کتب ویکتب ابداً الا بدین ودھر الداھرین اور ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھے آمنت باللّٰہ الواحد الاحد الحق وحدہ لا شریک لہ وکفرت بما سواہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجتا رہے کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اس لیے آپ پر درود بھیجنا علم میں برکت کا باعث بنے گا ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ میں نے اپنے استاذ وکیع سے اپنی قوت حفظ کے ضعف کا ذکر کیا تو انہوں نے ترک معاصی میں اہتمام کرنے کو کہا اور کہا کہ حافظہ کی قوت خداوند کریم کا ایک عظیم فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا مستحق بھی کوئی گنہگار انسان نہیں ہو سکتا الخ۔

نیز مسواک کرنا اور شہد کھانا اسی طرح کندر کا استعمال اور اکیس کشمش نہار منہ کھانا قوت حفظ کے لیے مفید ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے امراض سے آدمی محفوظ رہتا ہے نیز قوت حافظہ ایسی چیزوں کے کھانے سے بھی بڑھتی ہے جو بلغم اور رطوبت کو کم کردیں، رہی وہ چیزیں جو قوت حافظہ میں ضعف اور نسیان کی زیادتی کا باعث بنتی ہیں وہ ہیں گناہوں میں بہت زیادہ مبتلاء رہنا، دنیاوی معاملات میں ہر وقت متفکر اور مغموم رہنا اور ان میں اپنی طبیعت کو لگانا حصول علم میں انہماک کے علاوہ اور دوسری مشغولیتوں میں اپنے اوقات کو ضائع کرنا اور لوگوں سے زیادہ تعلقات رکھنا ایسے ہی جتنی چیزیں بلغم پیدا کرتی ہیں زیادتی نسیان کو باعث بھی بنتی ہیں ہم اس سے پہلے پہلے بھی کہہ آئے ہیں کہ کوئی بھی عقلمند دنیاوی معاملات میں زیادہ اہتمام نہیں کرسکتا اس لیے کہ یہ دنیاوی جھمیلے مضرت رساں

ہو سکتے ہیں مگر مفید نہیں بن سکتے، دنیاوی چیزوں کی خاطر مغموم ہونا اور ان کے حصول کی سعی وکوشش میں اہتمام وانہماک کرنا قلب میں ایک عجیب طرح کی تاریکی پیدا کر دیتا ہے مگر اخروی زندگی کی تیاری اور اس میں کوتاہی پر غم اندوہ اور پریشانی سے طبیعت میں انشراح پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے قلب منور ہوتا ہے اس کے اثرات نماز میں ظاہر ہوتے ہیں، دنیا کا غم بہت سے اچھے کاموں سے انسان کو روک دیتا ہے لیکن آخرت غم سے اعمال خیر کی جانب رغبت پیدا ہوتی ہے، نماز میں اشتغال، خشوع وخضوع کا باعث بنتی ہے اور تحصیل علم میں انہماک غم والم کو دور کر دیتا ہے شیخ نصر بن حسن مرغینانی نے اپنے ایک قصیدہ میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

فرماتے ہیں نصر بن حسن کی بات سنو وہ کہتا ہے کہ عام علوم کے حاصل کرنے کی کوشش کرو علم ایسی چیز ہے جو رنج وغم کو دور کرتی ہے علم کے علاوہ کسی کا اہتمام نہ کرنا چاہئے شیخ نجم الدین ابن محمد نسفی نے اپنی ایک ام ولد کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ہزار ہا سلام اس محبوبہ پر کہ جس کے رخسار کی شادابی اور آنکھوں کی کشش وجاذبیت نے میرے دل کو لبھالیا۔

اس نے مجھ کو گرفتار کیا اور میرے اندر عشق کی جذبات برپا کر دیے لوگوں کی عقلیں اس کے حسن وجمال کی تابانی بیان کرنے سے قطعاً عاجز ہیں تو میں نے اپنی محبوبہ سے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دے اور خدارا اس گرفت کو ڈھیلا کر اس لیے کہ تحصیل علم میں مشغول ہوں اور اکتساب علم وفضل اور تقویٰ میں کچھ اس طرح منہمک ہو رہا ہوں کہ اب حسین وجمیل عورتوں کی مست کن خوشبوئیں میرے عشقیہ جذبات کو چھیڑ نہیں سکتے، نسیان علم کے اسباب بھی بہت سے ہے۔

ایک بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ اپنے لڑکے کو حفظ قرآن کراتے تھے وہ بھول جاتا تھا ان کو اس کا بہت غم اور فکر تھا، ایک شب خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ ترکیب کرو:

الرحمٰن علم القرآن بحسبان تک ان علینا جمعه تک اقراء مالم یعلم تک، سنقرئک فلا تنسی نجعی تک کسی برتن پر لکھواور اس کو پانی سے دھوکر لڑکے کو پلادو جو کچھ وہ سنے گا حفظ کرے گا، ان بزرگ نے اس خواب پر عمل کیا واقعی ایسا ہی ہوا اس کے بعد لڑکے نے جو کچھ سکھایا پڑھایا وہ اس برکت سے نہ بھولا بلکہ اس کی کچھ زیادہ ہی زیادہ ہوگئی

(محرمات ریزی)

کھانا، رات کو نماز پڑھنا قرآن کی تلاوت کرنا بعض علماء نے لکھا ہے قرآن پاک دیکھ کر پڑھنے سے زیادہ حافظ قوی کرنے والی چیز کوئی نہیں، بعض علماء نے لکھا ہے دیکھ کر پڑھنے کو افضل بھی کہا ہے شداد بن حکم کی وفات کے بعد اس کے کسی بھائی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ نفع بخش اور آخرت کے لیے مفید ترین عمل کون سا ہے تو انہوں نے کہا دیکھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرو۔

بعض علماء سے منقول ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے گا اس کو مرض نسیان لاحق نہ ہوگا، سبق شروع کرتے وقت اس دعا کا پڑھ لینا بہتر ہوگا۔

اللّٰهم اخرجنا من ظلمات الوهم واكرمنا بنور الفهم وافتح علينا بمعرفة العلم وحسن اخلاقنا بالحلم وسهل لنا ابواب فضلك وانشر علينا من خزائن رحمتك يا ارحم الراحمين

(محرمات دیبری)

ہر روز جتنی آیتیں یاد ہو سکیں یاد کرے لیکن شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے بہتر یہ ہے کہ ہر روز صرف پانچ آیتیں یاد کرے اس کی عبارت یہ ہے:

ومن السنة ان يحفظ كل يوم آيات لا تزيد عليها فانه انزل كذالك .

جو شخص قرآن حفظ کر چکا ہو اور اس کو اس کے بھول جانے کا اندیشہ ہو وہ یہ دعا پڑھا کرے جس کسی حفظ کرنے میں دقت معلوم ہو اور وہ یاد کر کے بھول جاتا ہو وہ تراکیب ذیل پر عمل کرے۔

ہمارے مشائخ کا ذوقِ تلاوت

ختم قرآن کے سلسلہ میں سلف کی مختلف عادتیں رہی ہیں بعض دن رات میں آٹھ قرآن ختم کرتے تھے چار دن میں، بعض دن رات میں چار اور بعض تین اور

بعض ایک اور بعض دو راتوں میں ایک نیز بعض لوگ تین دن میں ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ (اتقان۔ ص ۱۴۷ ج ۱)

اور مناسب یہ ہے کہ ہمیشہ کثرت سے تلاوت کرتا رہے، اپنے اسلاف کی اس سلسلہ میں مختلف عادتیں (مذکور ہوئی) ہیں۔

(تبیان)

حضرات صحابہ وتابعین اور مشائخ کا تلاوت میں اہتمام اور تلاوت کے معمول میں عادات کا مختلف ہونا ظاہر ہے۔ اس سلسلہ میں مشائخ کے بعض معمولات ترغیب کے لیے نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) امام ابوحنیفہ تمام رات بیدار رہا کرتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتے تھے، تیس سال تک یہی معمول رہا۔

(عمدة الرعایه)

(۲) امام شافعی ہر مہینے میں تیس ختم اور ماہ رمضان میں ساٹھ ختم، ایک دن میں ایک رات میں کیا کرتے تھے۔ (مناقب شافعی)

(۳) امام ابوحنیفہ رمضان میں اکسٹھ ختم فرماتے تھے ایک دن میں، ایک رات میں اور ایک تراویح میں۔

(۴) محمود بن یوسف بن معدان باوجود کسب وعمل کے ہر روز ایک ختم کیا کرتے تھے۔

(نفحات الانفس)

(۵) خواجہ حذیفہ مرعشی ہر رات میں ایک ختم کرتے تھے۔ (انوار العارفین)

(۶) شیخ ابوالحسن بنکاری نماز عشاء کے بعد سے تہجد تک دو ختم کیا کرتے تھے۔ (انوار العارفین)

(۷) خواجہ ابو احمد چشتی دن ، کو ایک ختم اور رات کو دو ختم کرتے تھے۔ (انوار العارفین)

(۸) سلیم ایک شب میں تم ، ختم کرتے تھے۔ (عینی شرح بخاری)

(۹) محمد بن نازہر روز تین ختم کا ورد رکھتے تھے۔ (نفحات الانس)

(۱۰) خواجہ یوسف رات دن میں پانچ ختم کیا کرتے تھے۔ (انوار العارفین)

(۱۱) ابن کاتب صوفی دن میں چار اور رات میں چار ختم فرماتے تھے۔ (مرقاۃ)

(۱۲) شیخ موسیٰ سدراتی رات دن میں ستر ہزار ختم کیا کرتے تھے۔ (مرقاۃ ص۔۶۱۶، ج۔۲، نفحات الانس ص ۵۱۰)

(۱۳) شیخ موسیٰ کے متعلق منقول ہے کہ طواف میں تقبیل حجر کے بعد تلاوت کلام شروع فرماتے اور محاذات باب تک ختم فرمادیتے، بعض اصحاب نے حرفاً حرفاً سنا۔ (مرقاۃ)

(۱۴) سعید بن جبیر نے دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن پڑھا۔ (فضائل)

(۱۵) حضرت عثمان بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں تمام کلام پاک پڑھتے تھے۔ (فضائل)

(۱۶) ثابت بنانی دن رات میں ایک قرآن شریف ختم فرماتے تھے۔

(۱۷) ابو حرہ بھی دن رات میں ایک قرآن شریف ختم فرتے تھے۔

(۱۸) ابو شیخ ہنائی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو کلام مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے اگر چاہتا تو تیسرا قرآن بھی پورا کرلیتا۔

(۱۹) صالح بن کیسان جب حج کو تشریف لے گئے تو راستہ میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید ختم فرماتے تھے۔

(۲۰) منصور بن زاذان صلوۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) میں ایک کلام پاک اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا فرماتے تھے اور تمام رات نوافل میں گذارتے جیسا کہ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں تخریج کیا ہے۔

(۲۱) عبداللہ بن زبیر بھی ایک رات میں ختم قرآن فرماتے تھے۔

غرض سلف کے معمولات مختلف رہے ہیں یا گر زیادہ ہمت وطاقت نہ ہو تو کچھ مقدار ضرور مقرر کر لی جائے جس کو پابندی اور طبیعت کے نشاط کے ساتھ پورا کیا جائے۔

سراج القاری میں ہے کہ حضرت عثمانؓ بن عفان شب جمعہ کو قرآن شریف شروع فرماتے اور شب پنجشنبہ کو ختم کرتے تھے اسی لیے قرآن شریف کے سات منزلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) فاتحہ سے نساء تک (۲) مائدہ سے توبہ تک (۳) یونس سے نحل تک (۴) بنی اسرائیل سے فرقان تک (۵) شعراء سے یسین تک (۶) والصفٰت سے حجرات تک (۷) سورہ ق سے آخر تک۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص کو حکم فرمایا تھا کہ اقراء ہ فی سبع ولا تزد علی ذلک (شیخین) سات راتوں میں پڑھا کرو اور اس پر زیادتی مت کرنا۔

اس طرح ختم کرنے کا نام ختم الاحزاب ہے اور اس کی اصح ترتیب وہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی اور اس کو "فمی بشوق" سے تعبیر کرتے ہیں۔(مرقاۃ) اسی کو بعض علماء نے درمیانی اور اعتدالی راہ بتایا ہے۔

الحاصل یہ بات واضح ہوگئی کہ ختم قرآن کی مدت میں علماء کی آراء مختلف ہیں تین سے کم یا اس سے زائد میں ختم کرنا جائز، زیادتی اور کمی کی کوئی تحدید جمہور علماء کے نزدیک نہیں ہے، البتہ بعض علماء کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر چالیس دن میں

ایک ختم کیا جائے۔

قاضی خان وغیرہ ہے کہ قالوا وینبغی لحامل القرآن ان یختم القرآن فی کل اربعین یوما مرۃ۔ (شیخین)

علماء نے کہا ہے کہ حافظ قرآن ہر چالیس دن میں ایک مرتبہ ختم کرتا رہے۔

اسی طرح ابن حزم وغیرہ نے تین سے کم میں ختم کو بعض روایات کی بناء پر حرام قرار دیا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اس میں کوئی تحدید نہیں ہے یہ مختلف اشخاص کے لحاظ سے ہے۔ ۲

صاحب مجمع البحار نے لکھا ہے کہ پسندیدہ یہ ہے کہ جتنی مدت میں تدبر (غور و فکر) کے ساتھ ختم کرنا ممکن ہو اتنی مدت میں ختم کیا جا سکتا ہے۔

ابن قدامہ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی تحدید نہیں پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔

حضرت مکحول کا ارشاد ہے کہ اقویاء (طاقتور) صحابہ قرآن پاک کو سات دن اور بعض ایک ماہ اور بعض دو ماہ میں اور بعض اس سے زیادہ مدت میں پورا فرماتے تھے۔

ایک صاحب نے مرقاۃ کے حوالہ سے عرض کیا کہ اس میں جامی کی نفحات الانس سے ایک بزرگ کا معمول نقل کیا ہے کہ ستر ہزار قرآن کریم روز ختم کرتے تھے میں سمجھا کہ شاید علی قاری سے نقل تعداد میں مسامحت ہوئی ہے تو میں نے نفحات دیکھی تو اس میں صراحت کے ساتھ ہشتاد ہزار مذکور تھا اس مقدار پر مجھے حیرت ہوئی، حضرت مفتی صاحبؒ یہ سن کر خاموش ہوئے اور بات ختم ہوگئی پھر ایک روز جب وہ صاحب تشریف لائے، حضرت مفتی صاحب کے دست مبارک میں لوامع العقول شرح راموز الحدیث تھی ان صاحب کو دیکھ کر فرمایا لیجئے آپ ستر ہزار پر حیرت و استعجاب ظاہر کر رہے تھے یہ دیکھئے اس کتاب میں ختم کی اس سے بھی بڑی تعداد مذکور ہے دیکھا گیا تو اس میں علی

مرضیؒ کا معمول منقول تھا کہ آپ رات دن میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار قرآن شریف ختم فرماتے تھے۔ (ملفوظات فقیہ الاسلام (حضرت مفتی مظفر حسینؒ) ص۔۲۵۔۱۲۴۔)

بہرحال تلاوت کلام پاک سے سلف کا تعلق ومحبت اور اس سے قلبی لگاؤ ظاہر ہے یہ علیحدہ چیز ہے کم از کم کتنی مدت میں ختم کیا جائے اس لیے حفاظ کو تلاوت کا اہتمام رکھنا ضروری ہے۔

یہ واقعات ہمارے زمانہ کے ان حفاظ کے لیے باعث عبرت ہیں جو نہایت ہی فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمیں سال بھر تک قرآن پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوتا اور رمضان میں بلا تکلف سنا دیتے ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ کلام اللہ کا فائدہ تو یہی ہے کہ تلاوت کی جائے اور قرآن پاک کے دنیوی واخروی فائدے حاصل کیے جائیں۔

راز نماز

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد!

خلافت الٰہیہ

جمادات، نباتات، حیوانات اور ملائکہ موجود تھے اور اپنے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے، لیکن خلافت کی کرسی خالی تھی، جس پر بیٹھنے سے ان سب نے زبان حال سے انکار کر دیا تھا۔

انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا. بیشک ہم نے امانت آسمانوں اور زمین پہاڑوں پر پیش کی اور انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا۔

انی جاعل فی الارض خلیفۃ

میں دنیا میں ایک خلیفہ بناؤں گا

اس پر ملائکہ نے تعجب سے عرض کیا

اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک" کیا تو اس (دنیا) میں ایسی ہستی کو خلیفہ مقرر کرے گا جو فساد برپا کرے گی اور خون بہائے گی حالانکہ ہم تیری تسبیح وحمد اور تقدیس کرتے ہیں" اس لیے ہم یہ خدمت بجا لا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا "انی اعلم ما لا تعلمون" میں جو بات جانتا

ہوں وہ تم نہیں جانتے یعنی میں ہی جانتا ہوں کہ خلافت کا اہل کون ہے۔

چنانچہ قرعۂ فال انسان ہی کے نام پڑا حملھا الانسان انسان نے اس امانت کو اٹھالیا کیونکہ انہ کان ظلوما جھولاً وہ ظالم اور جاہل تھا، عمل صالح کی طرح گناہ پر بھی قدرت رکھتا تھا، یعنی متضاد صفات کا حامل تھا۔

وہ امانت کیا تھی جسے اٹھانے سے باقی مخلوقات نے انکار کیا تھا اور انسان نے اٹھالیا؟ اس جواب قرآن ہی سے مل جاتا ہے قرآن میں "شفاء لما فی الصدور" ہے اور اپنی تفسیر آپ کردیتا ہے، دل میں جو شبہات پیدا ہوتے ہیں قرآن میں غور کرنے سے ان کا ازالہ ہو جاتا ہے، امانت کا مطلب اس آیت میں واضح کردیا گیا ہے، ان اللّٰہ یامرکم ان تو ئدوا لاما نات الی اھلھا۔ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ جس کی جو امانتیں ہیں وہ ادا کرو، یعنی خالق اور مخلوق کے تمام حقوق ادا کرو۔

ہدایت

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ادا حقوق کا اہل بنایا ہے، اسی اہلیت کا نام ہدایت ہے ، ربنا الذی اعطی کل شئی ٔ خلقہ ثم ھدی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز پیدا کی ، پھر اسے ہدایت دی یعنی ہر چیز کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا اس کو پورا کرنے کا اہل بھی بنایا، ربنا ما خلقت ھذا باطلا، اے ہمارے رب تو نے یہ کائنات بے مقصد پیدا نہیں کی، اس کا ایک ایک ذرہ کسی مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے، کوئی موٹی عقل والا آدمی بھی کوئی چیز بے مقصد نہیں بناتا اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑا حکیم ہے اتنی بڑی کائنات بے مقصد کیوں پیدا کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی طرح دوسری مخلوقات کو بھی ہدایت دی لیکن دونوں کی ہدایت میں فرق ہے کیونکہ انسان اور غیر انسان کی نوعیت مختلف ہے، جمادات، نباتات، حیوانات اور ملائکہ بے ارادہ واختیار ہیں اور اپنا اپنا کام آلہ کی طرح انجام دے رہے

ہیں، جس میں ان کے قصد وفکر کو کوئی دخل نہیں ہے، مثلاً زمین، آسمان اور سیاروں کے لیے اپنے مقررہ راستوں سے سرموانحراف اور طلوع وغروب کے اوقات میں ایک لمحہ کی تقدیر وتاخیر ممکن نہیں، ملائکہ میں معصیت کی قدرت نہیں ہے، جس فرشتہ کے ذمہ جو کام ہے وہ اسے بلاقصد انجام دے رہا ہے، اور اسے نظر انداز نہیں کرسکتا، اس لیے دوسری مخلوقات اوامر ونواہی کی مخاطب نہیں ہوسکتیں، ان کو طبعی اور فطری ہدایت دی گئی ہے مچھلی کو تیرنا اور پرندوں کو گھونسلا بنانا یا شہد کی مکھی کو شہد جمع کرنا کوئی نہیں سکھاتا لیکن انسان ہر علم وہنر سیکھ کر حاصل کرتا ہے، کیونکہ وہ ذی عقل اور با ارادہ واختیار ہے اس لیے اسے ہدایت خارج سے دی جاتی ہے، اس میں داعی علی الخیر اور داعی علی الشر یعنی نیکی اور بدی پر آمادہ کرنے والی دونوں قوتیں ہیں فالھمھا فجورھا وتقوھا اللہ نے اسے نیکی اور بدی کی صلاحیتیں دی ہیں، وھدینٰہ النجدین اور ہم نے اسے نیکی اور بدی دونوں کی راہیں بتادی ہیں، لا اکراہ فی الدین قدتبین الرشد من الغی دین میں کوئی جبر نہیں ہے، ہدایت اور ضلالت واضح ہیں، فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر جو کوئی چاہے اپنے اختیار سے ایمان لائے اور جو کوئی چاہے اپنے اختیار سے کفر کرے اللہ کسی کو ایمان اور کفر پر مجبور نہیں کرتا، مجبوری کی صورت میں حساب مواخذہ اور ثواب وعذاب کا سوال پیدا نہیں ہوتا، اس لیے دنیا انسان ہی کیلیے دارالبلایا امتحان گاہ ہے، جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔

من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً، جو ذرہ بھر نیکی کرے گا اس کا اجر پائے گا اور جو ذرہ بھر بدی کرے گا اس کی سزا پائے گا، اس نے موت اور زندگی دی تاکہ تم کو آزمائے کہ عمل کے لحاظ سے تم میں کون بہتر ہے۔

ایحسب الانسان ان یترک سدی، کیا انسان گمان کرتا ہے کہ وہ بے

قید چھوڑ دیا جائے گا اس پر کوئی اخلاقی پابندی نہیں ہے۔

افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون، کیا تمہارا گمان ہے کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس واپس نہیں لائے جاؤ گے

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون، کیا تم لوگوں کا گمان ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔

انسان کی فضیلت

انسان کی فضیلت کا یہی راز ہے کہ وہ معصیت پر قادر ہونے کے باوجود تقویٰ اختیار کرے اس لیے اللہ تعالیٰ نے خلافت کے منصب کے لیے اسے ملائکہ پر نہ صرف ترجیح دی بلکہ ان کو حکم دیا کہ وہ اسے سجدہ کریں، فسجدوا الا ابلیس پس ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یعنی تمام کائناتی قوتیں جن کے نمائندے ملائکہ ہیں انسان کے تابع کر دی گئیں، اور وہ ساری کائنات کا مخدوم اور حاکم بنایا گیا" خلق لکم ما فی الارض جمیعا، و لکم ما فی السموات وما فی الارض "اس نے دنیا کی تمام چیزیں تمہارے لیے پیدا کیں اس نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔

سخر لکم الشمس والقمر سخر لکم اللیل والنہار اس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کر دیا اس نے رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔

اطاعت کا عہد

جس طرح دنیا کے سلاطین اپنے امراء اور خلفاء سے وفاداری کا حلف لیا کرتے ہیں، اسی طرح اللہ نے جب انسانوں کو خلیفہ بنایا تو ان سے عہد لیا، الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا بلیٰ "ہاں!" لیکن دنیا کے

عیش وآرام میں پڑ کر اس کو بھول گئے اور صراط مستقیم کو چھوڑ کر شیطان کے راستے پر چلنے لگے جس کے دھوکے میں آ کر وہ جنت سے محروم ہوئے تھے، حالانکہ اللہ تعالی نے ان کو دونوں راستوں کی نشان دہی کر کے (هدیناه النجدین) ہدایت کردی تھی کہ خیر وشر میں امتیاز کرنا اور شیطان کے راستے پر نہ چلنا (لاتقربا هذه الشجرة)

اللہ تعالی نے اس عہد دہانی کے لیے ہر زمانے اور ہر قوم میں بار بار انبیاء کو مبعوث کیا (ان من امة الا خلافیها نذیر) جنہوں نے انسان کو شیطان کے مکر وفریب سے بچانے کے لیے اللہ کی عبادت واطاعت کی تلقین کی کیونکہ ان عبادی لیس لک علیهم سلطان بے شک میری (اللہ کی) عبادت کرنے والوں پر تو (شیطان) غالب نہیں آ سکتا۔

نزول قرآن قرآن اس عہد کی آخری یاد دہانی ہے، چونکہ یہ معاہدہ رب کے لفظ سے ہوا تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی ابتداء اسی لفظ سے ہوئی اقرا ء باسم ربک الذی خلق: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا قرآن کا آغاز اور اختتام بھی اسی لفظ سے ہوا، الحمد للّٰه رب العالمین، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس ، اس لیے ہر نماز کی ہر رکعت میں "الحمد لله رب العالمین" اور "سبحان ربی العظیم" اور "سبحان ربی الاعلی" کہہ کر اس عہد کی پابندی کا اقرار کیا جاتا ہے اور اللہ سے اس کی توفیق کی دعا کی جاتی ہے "ایاک نعبدو وایاک نستعین اهدنا الصراط المستقیم" (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت کر)، چونکہ انسان کو دیگر مخلوقات کے برخلاف خارج سے ہدایت ملتی ہے، اور اللہ تعالی نے ہدایت اپنے ذمے لے لی ہے اور انسان کو ہدایت تجویز کرنے کا مکلف قرار نہیں دیا اس لیے اللہ سے ہدایت مانگی جاتی ہے۔

ان علینا للھدی ان الھدی ھدی اللہ، بے شک ہمارے ہی ذمہ ہے ہدایت وبیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ کی دی ہوئی ہو

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ابتداء ہی میں آگاہ کر دیا تھا "اما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون" اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو لوگ میری ہدایت کا اتباع کریں گے انکو کوئی خوف نہ ہوگا اور وہ غمگین نہ ہوں گے۔

ملائکہ سے برتری

ملائکہ نے اپنی دو صفتوں کی بناء پر اپنے آپ کو خلافت کا مستحق سمجھا تھا، "یفعلون ما یومرون لا یعصو من اللہ" ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں اور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، پہلی صفت اثباتی اور ایجابی ہے اور دوسری حتمی اور سلبی۔

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی بجائے انسان کو خلیفہ بنایا اس لیے انسان کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ وہ ان دونوں صفتوں میں ملائکہ سے کم نہ رہے، اور اپنے آپ کو خلافت کا اہل ثابت کرے، اللہ تعالیٰ بھی ایسا نہیں چاہتا کہ انسان ان دونوں صفتوں سے محروم ہو کر ملائکہ کے سامنے گردن اونچی نہ کر سکے اس لیے اس نے ہر نبی کو یہ پیغام دیکر بھیجا: "ان اعبدو اللہ واجتنبو الطاغوت فاتقو اللہ واطیعون" کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو اللہ کی نافرمانی سے بچو اور میری اطاعت کرو یعنی گناہ نہ کرو اور نیک اعمال بجالاؤ۔

نماز کی فرضیت

ان دونوں صفتوں کو پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے جو اسلام کا پہلا رکن ہے، اور جس کا حکم ہر نبی نے دیا۔ حضرت ابراہیم کی شریعت میں سب سے زیادہ

اہمیت اسی کی تھی ربنا لیقیموا الصلوۃ اے ہمارے رب تاکہ لوگ نماز قائم کریں
حضرت اسماعیل اپنے متبعین کو نماز کی تاکید کیا کرتے تھے "کان یامر اھلہ بالصلوۃ والزکوۃ" وہ اپنے متبعین کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا، اقم الصلوۃ لذکری نماز قائم کر میری یاد کے لیے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہی حکم دیا گیا، اوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا اللہ نے مجھے تازیست نماز اور زکوۃ کا حکم دیا۔

فجر: جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے تو رات کی تاریکی میں ڈرے اور ساری رات روتے رہے جب صبح صادق کی روشنی دکھائی دی تو گھبراہٹ دور ہوئی اور اس کے شکریہ میں دو رکعتیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ نے فجر کی یہ نماز امت محمدیہ پر فرض کردی، اس کی فضیلت یہ ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہو کر قرات سنتے ہیں "ان قرآن الفجر کان مشھودا"۔

ظہر: اکثر مشرکین سیاروں خصوصاً سورج کی پرستش کرتے ہیں، اب سے چار ہزار سال قبل بابل بھی سیارہ پرست تھے اور سورج ان کا سب سے بڑا معبود تھا ۔حضرت ابراہیم نے ان کو دعوت توحید دی اور آفتاب پرستی سے منع کیا، دوپہر کے بعد اس کا ڈھلنا اس کے عجز کی علامت ہے اور کوئی عاجز مخلوق معبود بننے کی اہل نہیں ہوسکتی اس لیے آفتاب پرستی کے ابطال کے لیے ظہر کی نماز فرض ہوئی۔

جب حضرت ابراہیم اپنے خواب کے بموجب اپنے فرزند حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کے لیے منیٰ میں لائے تو ان کو چار فکریں تھیں (۱) حضرت اسماعیل کا اتنی کمسنی میں ذبح ہونا (۲) انکی والدہ حضرت ہاجرہ کو کیا جواب دیا جائے (۳) حضرت ہاجرہ اپنے اکلوتے بیٹے سے محروم ہو کر بیابان میں تنہا کس طرح زندگی بسر کریں گی (۴) مبادا شفقت پدری کے نتیجہ میں مجھ سے حکم الٰہی کی تعمیل میں کوتاہی نہ ہوجائے۔

جب اللہ تعالیٰ نے انکو امتحان میں کامیاب قرار دے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جانور قربان کرا دیا تو انہوں نے چاروں کاموں کے غموں کے دور ہونے کے شکریہ میں چار رکعتیں ادا کیں اس وقت سورج ڈھل رہا تھا ظہر کی یہ چار رکعتیں امت محمدیہ پر فرض کر دی گئیں۔

عصر: حضرت یونس علیہ السلام اپنی سرکش قوم سے ناراض ہو کر ترک وطن کر کے کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی والوں نے ان کو دریا میں ڈھکیل دیا اس وقت وہ چار اندھیریوں میں تھے رات کا اندھیرا، اور دریا کا اندھیرا مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا اس مچھلی کو ایک اور بڑی مچھلی نے نگل لیا تھا اس کے پیٹ کا اندھیرا حضرت یونس علیہ السلام نے دعا کی لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین، یا اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بیشک میں ظالموں میں ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر کے ان کو غم سے نجات دے دی (فاستجبنا له و نجیناه من الغم) مچھلی نے ان کو صحیح سالم ساحل پر اگل دیا، سہ پہر یعنی عصر کا وقت تھا انہوں نے چاروں اندھیریوں سے نجات پانے کے شکریہ میں چار رکعتیں پڑھیں جو اللہ نے اہل اسلام پر فرض کر دیں۔

مغرب: حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند حضرت یوسف کی جدائی میں برسوں روتے رہے جس سے ان کی بصارت میں ضعف آ گیا، آخر ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے باقید حیات ہونے کا مژدہ سنایا گیا جس سے ان کی جان میں جان آئی اور بینائی کی کمزوری رفع ہو گئی اس وقت آفتاب غروب ہوا تھا حضرت یعقوب نے اپنی گریہ کے موقوف ہونے حضرت یوسف کی زندگی اور وزارت کے شکریہ میں تین رکعتیں پڑھیں جو امت محمدیہ پر فرض کر دی گئی۔

عشاء: حضرت موسیٰ علیہ السلام حکم الٰہی سے اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے فلسطین کی طرف روانہ ہوئے اس وقت ان کی چار فکریں تھیں اول اپنی ذات کی

فکر دوسرے اپنی امت کا فکر تیسرے فرعون کے حملہ کا اندیشہ چوتھے اہل فلسطین ان کے روا دار ہونے کے یا نہیں؟ جب وہ فرعون کے پنجہ ظلم سے نجات پا کر بخیریت فلسطین پہونچ گئے، تو ان چاروں فکروں کے دور ہونے کے شکریہ میں انہوں نے چار رکعتیں پڑھیں عشاء کا وقت تھا یہ چار رکعتیں امت محمدیہ پر فرض کی گئیں۔

نماز اور فلاح

قرآن میں بھی سب سے زیادہ تاکید نماز کی کی گئی ہے کیونکہ یہ تقوی اور عمل صالح کی اصل ہے جس کا نتیجہ فلاح ہے اس لیے اذان میں پکارا جاتا ہے حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح نماز قائم کرو اور فلاح پاؤ "قد افلح المومنون الذین ہم فی صلاتھم خاشعون" بیشک فلاح پائی ان مومنوں نے جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں بعض حضرات حی علی خیر العمل بھی فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز نیک اعمال کا باعث ہے۔

نماز اور ذکر الہی

انسان جو بھی گناہ کرتا ہے اللہ کو بھول کر کرتا ہے حدیث میں ہے کہ بندہ جب کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا یعنی اللہ سے غافل ہوتا ہے اگر وہ اللہ کو یاد رکھتا تو ہرگز گناہ نہ کرتا نماز اس کو یاد رکھنے کی مشق ہے (اقم الصلوۃ لذکری) جس کا لازمی نتیجہ تقوی یعنی گناہ سے اجتناب ہے "اقم الصلوۃ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر" نماز قائم کرو بیشک نماز بے حیائی اور گناہ سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے۔

من احب شیئا اکثر ذکرہ، آدمی اپنی محبوب چیز کا ذکر کا زیادہ کیا کرتا ہے اور مومن کا شعار یہ ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ، اہل ایمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا، اللہ ہی کی بات اونچی رہے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء ہی میں حکم ہوا وربک فکبر اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔

مومنوں کو حکم

یا ایھا الذین آمنو اذکرو اللہ ذکرا کثیرا ، اے ایمان والوں اللہ کو بہت یاد کیا کرو، واذکر واللہ کثیراً لعلھم تفلحون ، اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ چنانچہ اذان میں کئی بار اللہ اکبر کہہ کر پکارا جاتا ہے نماز کے تقریباً ہر رکن سے پہلے بھی یہی کہا جاتا ہے یہ اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور سب اس سے چھوٹے ہیں، لہذا اس کے حکم کے مقابلے میں کسی کا حکم ماننا جائز نہیں یہی مطلب ہے اس آیت کا، ان الحکم الا للہ حکومت صرف اللہ کی حدیث میں ہے لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق کسی مخلوق کی اطاعت کے لیے خالق کی نافرمانی جائز نہیں، اکثر گناہوں کا ارتکاب مخلوق کی بیجا اطاعت اور رضا جوئی کے لیے ہوتا ہے، جس کے دل میں اللہ کی یاد اور عظمت راسخ ہو جائے وہ اس کی نافرمانی کی ہمت نہیں کر سکتا۔

ذکر الٰہی کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ زبان سے ہر وقت اللہ اللہ کہتا رہے، صرف زبانی ذکر پر اکتفا کرنے والے کی زبان ذاکر ہو جاتی ہے وہ خود ذاکر نہیں ہوتا، ذکر الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں اللہ کو یاد رکھے اور اسے حاضر وناظر سمجھتے ہوئے پوری زندگی بسر کرے۔

"یذکرون اللہ قیاما وقعوداً وعلی جنوبھم" مومن کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کو یاد رکھتے ہیں۔

نماز میں اسی کی مشق کی جاتی ہے "صل کانک تری اللہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک" نماز اس طرح پڑھ کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے پھر اگر تجھ پر یہ کیفیت طاری نہ ہو سکے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے تو یہ تصور کر کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے جو نمازی نماز میں اللہ کو یاد رکھے اور اس سے فارغ ہوتے ہی اسے بھول جائے اور اپنے نفس کی

اطاعت کرے اس نے نماز کا مقصد نہیں سمجھا اور اس سے فائدہ نہیں اٹھایا، ایسے نمازیوں کے لیے یہ وعید ہے۔

"فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون"، خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

ان کو نمازی مانتے ہوئے بھی نماز سے غافل کہا گیا ہے، یعنی یہ لوگ نماز تو پڑھتے ہیں، لیکن اس کی حقیقت نہیں سمجھتے بل کہ بے پروائی سے رسمی طور پر بوجھ اتارنے کے لیے پڑھتے ہیں، اس لیے اس کے فوائد سے محروم رہتے ہیں۔ ایسی بے روح نماز کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی "اللّٰھم انی اعوذ بک من صلوۃ لا تنفع"۔ یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسی نماز سے جو نفع نہ پہونچائے یعنی جو نمازی کو متقی نہ بنائے۔

نفس کی قسمیں: انسان نفس امارہ کے فریب میں آکر جنت سے نکالا گیا، "ان النفس لامارۃ بالسوء" بیشک نفس بدی کا حکم دیتا ہے نماز کے ذریعہ سے وہ نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بنا کر گم شدہ فردوس کو واپس لے سکتا ہے۔

انسان کے نفس کے تین درجے ہیں: اول نفس امارہ جو اسے گناہ پر آمادہ کرتا ہے، اس درجہ میں انسان خیر وشر میں امتیاز نہیں کرتا اور میں انسان سے گناہ کرتا ہے۔ دوسرا درجہ نفس لوامہ کا ہے، اس صورت میں انسان سے گناہ ہو جاتا ہے، لیکن اسے ان کا احساس ہوتا ہے اور نفس اسے ملامت کرتا، اور توبہ پر مائل کرتا ہے (لا اقسم بالنفس اللوامۃ) تیسرا اور سب سے زیادہ ترقی یافتہ درجہ نفس مطمئنہ کا ہے جسے اللہ کی اطاعت ہی سے لذت حاصل ہوتی ہے اور گناہ سے نفرت ہو جاتی ہے، یہ ذکر الٰہی کا ثمرہ ہے، "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" یاد رکھو اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، اسی نفس مطمئنہ کو جنت کی خوش خبری

دی جاتی ہے، جو نفس امارہ کے نتیجہ میں کھو گئی تھی۔

یا یتھا النفس المطمئنه ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فا دخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے اطمینان حاصل کرنے والے نفس اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے پس شامل ہو جا میری بندگی کرنے والوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔ یہی ذکر الٰہی نماز کا مقصد ہے۔ "اقم الصلوۃ لذکری" یہ عبادی وہی لوگ ہیں جو شیطان کے فریب میں نہیں آتے اور جن میں شامل ہونے کی دعا ہر رکعت میں یہ کہکر کی جاتی ہے، "صراط الذین انعمت علیھم"

صحابہ کرامؓ نے اپنے نفسوں کو مطمئن بنالیا تھا: حبب الیکم الایمان و زینه فی قلوبکم و کره الیکم الکفر والفسوق والعصیان۔ اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنادیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کردیا اور کفر اور فسق اور گناہ سے تم کو نفرت دلادی۔

معراج المومنین: جو شخص بادشاہ کے دربار میں روزانہ پانچ بار حاضر ہوتا ہو اور روزانہ پانچ بار تو بہت ہے، ہر ماہ میں ایک بار بھی حاضر ہوتا ہو وہ قانون شکنی، بغاوت اور رعایا پر ظلم کی جسارت نہیں کرسکتا، کیوں کہ اسے خیال آئے گا کہ میں بادشاہ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ نماز احکم الحاکمین اللہ تعالی کے حضور میں حاضری اور اس سے ہم کلامی ہے، "الصلوۃ معراج المومنین" نماز مومنوں کی معراج ہے "المصلی یناجی ربه" نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، وہ سورہ فاتحہ پڑھتا ہے، تو اللہ تعالی ہر آیت کا جواب دیتا ہے، پس جو نمازی نماز کی حقیقت سے آگاہ ہوگا وہ اللہ کی اطاعت کی کرے گا اور کسی بندہ کا حق تلف نہ کرے گا اور "من یفسد فیھا ویسفک الدماء" (جو فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا) کا مصداق نہ بنے گا، یہ

فرشتوں کے اعتراض کا جواب ہوگا۔

نماز اور تقویٰ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر کسی کے مکان کے سامنے نہر بہتی ہو اور وہ روزانہ پانچ بار اس میں غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل باقی رہے گا؟" عرض کیا گیا "نہیں" آپ نے فرمایا "نماز کا بھی یہی اثر ہونا چاہئے کہ نمازی سارے گناہوں سے پاک ہو جائے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹہنی ہلائی جس سے اس کے سارے پتے جھڑ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح نماز کے نتیجہ میں نمازی کو تمام گناہ ترک کر دینے چاہیے۔ اللہ تعالی نے انسان کو ملائکہ پر ترجیح دے کر خلیفہ بنایا، ملائکہ نے تسبیح اور حمد کی ثنا پر اپنا استحقاق ظاہر کیا تھا، اللہ تعالی کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے نماز فرض کر کے انسان کو ملائکہ کے مقابلہ میں گردن بلند کرنے کے لائق بنایا، نماز کا آغاز "سبحانک اللھم و بحمدک" سے ہوتا ہے، قرات کی ابتدا الحمد للہ سے ہوتی ہے، جو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، رکوع اور سجدہ میں "سبحان ربی العظیم" اور "سبحان ربی الاعلی" کہا جاتا ہے یہ ملائکہ کے دعوے کا جواب ہے جس سے انسان اپنے آپ کو خلافت کا اہل ثابت کرتا ہے۔

رکعات کی تعداد: اللہ تعالی نے ملائکہ کو پر دیے ہیں، کسی کو دو کسی کو تین کسی چار "اولی اجنحة مثنی وثلث ورباع"۔ انسان مٹی سے پیدا ہوا جس میں اڑان کی طاقت نہیں، اس لیے اللہ تعالی نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے پنجگانہ نمازوں میں سے کسی میں دو کسی میں تین اور کسی میں چار رکعتیں فرض کیں، یہ روحانی پر ہیں، جن سے نمازی روحانی اور اخلاقی پرواز یعنی ترقی کر کے اللہ تعالی سے تعلق پیدا کرتا اور صفات الٰہیہ سے متصف ہوتا ہے، کسی نمازی کی آنکھ ملائکہ کے سامنے نیچی نہیں ہوتی۔

نمازوں کی تعداد: انسان کو پانچ خاص قوی دیے گئے ہیں، باصرہ، شامہ،

ذائقہ، ناطقہ، لامسہ، یعنی دیکھنے، سونگھنے، چکھنے، بولنے اور چھونے کی قوتیں، نمازی پانچ نمازوں میں ان کا شکریہ ادا کرکے عہد کرتا ہے کہ میں ان صلاحیتوں سے جائز کام لوں گا اوران کے غلط استعمال سے پرہیز کروں گا۔

نماز اور ترقی: شیطان نے انسان پر طعن کیا تھا کہ میں اس سے اعلیٰ ہوں (انا خیر منہ) اپنے سے ادنیٰ کے سامنے سر کیوں جھکاؤں، "خلقتنی من نار و خلقتہ من طین"۔ تونے مجھے آگ سے پیدا کیا اوراسے مٹی سے پیدا کیا آگ اوپر جاتی ہے اور مٹی نیچے، نباتات اور حیوانات بھی مٹی سے خدمت لیتے ہیں ،اس لیے یہ پستی کا نشان ہے، اللہ تعالیٰ نے نماز میں سجدہ فرض کرکے مٹی کے پتلے انسان کو بلند کردیا۔ "من تواضع للہ رفعہ اللہ" جو اللہ کے سامنے جھکتا ہے اللہ اسے بلند کرتا ہے اور جو نہیں جھکتا اسے پست کردیتا ہے، "ان الساجد یسجد فی قدمی الرحمن"۔ سجدہ کرنے والا اللہ کے قدموں میں سجدہ کرتا ہے یعنی اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے، بندہ سجدہ میں اللہ سے سب سے قریب ہوتا ہے، اسی لیے سجدہ میں عرض کیا جاتا ہے "سبحان ربی الاعلیٰ" میرا رب پاک اور بلند ہے، نماز کی برکت سے وہ مجھے بھی گناہوں سے پاک کرکے بلند کریگا، دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا کی جاتی ہے "ارفعنی" یا اللہ میرا مرتبہ بلند کردے، شیطان سجدہ کا انکار کرکے ملعون ہوگیا اور انسان سجدہ کرکے اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگیا، سجدہ شیطان کے طعن کا جواب ہے۔

نماز اور تعلق باللہ: سورہ فاتحہ کے آخر میں ہدایت کے لیے دعا کی جاتی ہے "اھدنا الصراط المستقیم"۔ اس دعا کے جواب میں سارا قرآن دیا گیا، چنانچہ اگلی سورہ بقرہ کے شروع ہی میں فرمایا گیا، "ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین الخ" یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، اس کی

ہدایت عمل کرنے والوں کو متقی بناتی ہے، اس لیے فاتحہ کے بعد قرآن کا ایک حصہ پڑھا جاتا ہے اور پیٹھ جھکا کر رکوع کیا جاتا ہے، جو اس بات کا عہد ہے کہ میں نے اللہ کی اس امانت کو اٹھالیا ہے، جسے زمین وآسمان اور پہاڑ نہ اٹھا سکے تھے، اور جس کے بوجھ سے پہاڑ بھی چکنا چور ہو جاتا، میں اس امانت میں خیانت نہ کروں گا، اسے اپنا دستور عمل اور امام بنا کر متقیانہ زندگی بسر کروں گا تا کہ لقاء اللہ کا مستحق ہو جاؤں۔ یاایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ اے انسان تو بہت جدوجہد کر کے یعنی اعمال صالحہ بجالا کر اپنے رب سے ملاقات کریگا۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون . بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے، جو گناہوں سے بچتے ہیں اور نیکو کار ہیں۔ ذالک ھو الفوز العظیم یہی انتہائی بڑی کامیابی ہے۔

نماز کے فرائض: یہ تیرہ ہیں، سات خارجی اور چھ داخلی۔

خارجی: (۱) بدن کی پاکی (۲) لباس کی پاکی (۳) جگہ کی پاکی (۴) ستر پوشی (۵) وقت کی پابندی (۶) قبلہ رو ہونا (۷) نیت۔

داخلی: (۱) تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر سے نماز کا آغاز (۲) قیام (۳) قراءت قرآن (۴) ہر رکعت میں ایک رکوع اور (۵) دو سجدے (۶) قعدہ آخرہ۔

اگر ان میں سے ایک بھی ترک ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور پھر پڑھنی پڑے گی۔

واجبات: یہ چودہ ہیں (۱) قراءت سورہ فاتحہ (۲) اس کے بعد کوئی سورۃ یا رکوع یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت (۳) رکوع اور سجدہ میں حسب ضرورت ٹھہرنا (۴) رکوع کے بعد قیام (۵) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (۶) تین اور چار رکعات والی نمازوں میں دو رکعتوں کے بعد التحیات کے بقدر بیٹھنا (۷) دونوں قعدوں میں التحیات (۸) امام کا جہر سے پڑھنا جہر کے موقع پر اور آہستہ

پڑھنا اخفا کے موقع پر (۹) السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز ختم کرنی (۱۰) وتر میں قنوت (۱۱) عیدین کی نمازوں میں چھ چھ زائد تکبیریں (۱۲) تین اور چار رکعات والی فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد قراءت (۱۳) بار بار آنے والے فرضوں میں ترتیب کی رعایت (۱۴) واجبات میں ترتیب کی رعایت۔

اگر ان میں سے ایک بھی ترک ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور دہرانی پڑے گی۔

نماز کا طریقہ: نماز کے لیے قبلہ رو کھڑے ہو کر سجدہ کی جگہ نظر رکھے دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھا کر اللہ اکبر کہے، تکبیر تحریمہ کے وقت ہتھیلیاں بھی قبلہ کی طرف ہوں انگلیاں نہ بہت کھلی اور نہ ایک دوسرے سے بہت ملی ہوں، پھر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے حلقہ کر کے ہاتھ کا پہونچا پکڑے اور باقی تینوں انگلیاں پہونچے پر برابر رکھے اور سینہ پر یا ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لے اور" سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم" اے اللہ تو ہر عیب سے پاک ہے اور تو ہی حمد کا مستحق ہے اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت رحم کرنے والا مہربان ہے پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور آمین کہے۔

پھر کوئی چھوٹی سورہ یا رکوع یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے اور تین یا پانچ یا سات بار "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" کہے رکوع میں گھٹنوں کو پنجوں سے پکڑے، انگلیاں کھلی اور کہنیاں سیدھی اور پشت اور سر برابر رکھے، پھر کھڑے ہو کر "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد" کہے، امام "سمع اللہ لمن حمدہ" جہر سے اور" ربنا لک الحمد" آہستہ کہے مقتدی

کسی نماز میں تسمیع نہ کرے صرف تحمید آہستہ کرے، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے، جاتے وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اور اسی طرح اٹھے، لیکن حالت عذر میں جاتے اور اٹھتے وقت زمین پر ہاتھ رکھنا جائز ہے، رکوع اور سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت تکبیر شروع سے کہتا جائے سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں زمین پر رکھے ہتھیلیاں زمین پر اور ان کے بیرونی رخ کانوں کے نیچے رکھے، انگلیاں ملی ہوئی ہوں بازو بغلوں سے پیٹ رانوں سے باہیں اور پنڈلیاں زمین سے الگ رہیں، لیکن جماعت کی کثرت اور جگہ کی قلت کے سبب سے ایسا ممکن نہ ہو تو حرج نہیں، سجدہ میں پشت سیدھی رہے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں زمین پر لگی رہیں، اگر زمین سے اٹھی رہیں گی تو نماز نہیں ہوگی، اگر ایک پاؤں کی انگلیاں اٹھی رہیں نماز مکروہ ہوگی، سجدہ میں تین یا پانچ یا سات بار ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہے اس کے بعد بیٹھ کر یہ دعا پڑھ سکتا ہے:

''اللّٰھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی واجبرنی وارفعنی'' اے اللہ تو میری مغفرت کر اور مجھ پر رحم کر اور مجھے ہدایت دے اور مجھے عافیت عطا کر اور مجھے رزق دے اور میری حالت درست کر اور میرا درجہ بلند کر۔

پھر دوسرا سجدہ کرے اور اس میں بھی پہلے کی طرح ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہے اور کھڑا ہو کر دوسری رکعت اسی طرح پڑھے اس کے بعد دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھے، دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف اور ہاتھوں کی انگلیاں رانوں پر نہ بالکل ملی ہوئی ہوں اور نہ بہت کشادہ نظر دائیں ہاتھ سینہ پر ہو، قعدہ میں التحیات پڑھے۔

''التحیات للّٰہ والصلوٰت والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ'' سب تعریفیں اور جانی اور

مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں، اے نبیؐ تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں، سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اشھد ان لا الہ، پر دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کھڑی کرے اور الا اللہ، پر گرادے اور دل میں توحید یعنی اللہ کے ایک ہونے کا تصور کرے۔

پھر یہ درود اور دعا پڑھے: "اللّٰھم صل علی محمد وعلیٰ ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید، اللّٰھم بارک علی محمد وعلیٰ ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم انک حمید مجید، "اے اللہ محمدؐ اور امت محمدیہ پر رحمت نازل کر جیسے تو نے ابراہیم اور امت ابراہیم پر رحمت نازل کی تھی، تیری ہی تعریف کی جاتی ہے اور تو ہی بزرگ ہے، اے اللہ محمدؐ اور امت محمدیہ پر برکت نازل کر جیسے تو نے ابراہیم اور امت ابراہیم پر برکت نازل کی تھی، تیری ہی تعریف کی جاتی ہے اور تو ہی بزرگ ہے۔

"ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار "اے ہمارے رب دنیا اور آخرت میں ہمارا بھلا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

پھر دائیں جانب منہ کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ (تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو) کہے اور بائیں جانب منہ کر کے بھی یہی کہے۔

اگر نماز تین یا چار رکعات کی ہے تو صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور مذکورہ قاعدہ سے ایک یا دو رکعتیں اور پڑھ کر بیٹھے اور التحیات، دونوں درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ذکرِ اولیاء اور اس کی تیاری

الحمد للہ کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!
فقد قال اللہ تبارک وتعالی فی القرآن المجید والفرقان الحمید
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم: بسم اللہ الرحمن الرحیم
وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فماوھنوا واللہ یحب الصابرین.
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف

یہ قرآن کا ہے فرمان کبھی ٹل نہیں سکتا
یقین جانو کہ قرآن بدل نہیں سکتا
پتھر کے جگر کو پانی میں گلتے نہیں دیکھا
مشعل تہہ دریا کبھی جلتے نہیں دیکھا
قانون الٰہی سے جو ٹکرائے حکومت
پھر اس کی حکومت سنبھلتے نہیں دیکھا

محبانِ اسلام! خطبہ کے دوران ایک آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہونچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے" اور حدیث شریف کا بھی ترجمہ

اسی طرف اشارہ کررہی ہے کہ "جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں"، اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے پہلی امتوں کے خدا پرست اور حق پرست لوگوں کا کردار بیان فرمایا اور اس کردار کے صلے میں اللہ پاک کی طرف سے ہونے والے دنیاوی اور اُخروی انعامات کا بھی تذکرہ فرمایا، اس آیت میں ربیون سے اللہ والے اور اللہ کی رضا چاہنے والے لوگ مراد ہیں۔

دوسری جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے، **ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص**، ترجمہ: اللہ محبت فرماتے ہیں ان لوگوں سے جولڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں، اس آیت مبارکہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلق مع اللہ اور وصل باللہ کا بڑا ذریعہ اللہ کی راہ میں قتال کرنا ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف کی رو سے مجاہد کی دعاء میدان قتال میں انبیاء علیہم السلام کی دعاء کی طرح قبول ہوتی ہے، اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ مجاہد کے قدموں کی دھول جہنم سے برأت کا ذریعہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس محبت ہی کا ثمرہ ہے، کہ مجاہد کی ایک صبح یا ایک شام میدان جہاد میں گذار دینا، دنیا ومافیھا کے نیک اعمال سے زیادہ افضل ہے، اسی محبت ہی کا پھل ہے کہ شہید سے موت کی سختی اٹھائی گئی، یہ اسی محبت ہی کا اثر ہے کہ شہید کو زندہ کردیا گیا ہے، اسی محبت ہی کی علامت ہے کہ شہید کے جسم کو زمین پر حرام کردیا گیا، یہی وجہ ہے کہ جہاد کے عمل کو تمام اعمال سے افضل اور شہادت کی موت کو تمام اموات سے اعلیٰ قرار دیا گیا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ اللہ کی محبت انسان میں حرکت کو پیدا فرمادیتی ہے، اللہ کی محبت انسان کو بہادر اور نڈر بنادیتی ہے، اللہ کی محبت دنیا سے کفر کو نیست ونابود اور حق کو جاوداں کرنا سکھادیتی ہے، اللہ کی محبت شہادت کی طلبگار بنادیتی ہے۔

اللہ کی محبت دین کے دشمنوں کی نفرت دل میں بیٹھادیتی ہے، اللہ کی محبت دنیا

سے بے رغبت کر دیتی ہے، اللہ کی محبت دلوں میں جان و مال کی قربانی کا جذبہ پیدا فرمادیتی ہے، اللہ کی محبت قرآن وسنت کی بالا دستی کا طریقہ سمجھادیتی ہے، اللہ کی محبت اور کفر سے سمجھوتہ کبھی جمع نہیں ہو سکتے، اللہ سے تعلق اور بزدلی کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے، اللہ سے تعلق اور دنیا کی رغبت کبھی یکجا نہیں ہو سکتے، بل کہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ کے عشق ومحبت کا حقیقی امتحان میدان قتال ہی میں ہوتا ہے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا، صحابہ کرامؓ کے درجات کی تقسیم بھی ہجرت اور جہاد کے اعتبار سے کی جاتی تھی فلاں بدری صحابہ میں سے ہیں، فلاں فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے، فلاں بعد میں، اسی طرح قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہی کے ذریعے ایمان والوں اور منافقین میں امتیاز کیا جاتا تھا۔

دھرتی پر پیدا ہونے والو! اسلام کی عظمت سربلندی اور بقا جہاد میں ہے، اور جہاد کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیے ایسے افراد ہوں جو تن من دھن کی بازی لگا کر دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں سینہ سپر ہوں، اور ایسا اسلحہ ہو جس کے ذریعے سے دشمنان اسلام جنگ سے قبل خوفزدہ اور مرعوب ہوں، اور جنگ کے دوران اس اسلحہ سے ان کا قلع قمع کیا جا سکے، چونکہ جہاد اسلام کے ان احکامات میں سے ہے، جن پر اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی حفاظت موقوف ہے، اور اسی لیے اس عمل کو قیامت تک کے لیے جاری فرمایا گیا، چناں چہ جہاد کے لیے افرادی اور عسکری قوت بنانے کی طرف اسلام نے خاص توجہ دی ہے، اور اس سلسلے میں خصوصی احکامات نافذ فرمائے ہیں۔

گلشن ہند کے باغبانو: افرادی قوت کیا ہے؟ اس سلسلے میں ہمارے دین اسلام میں ہر فرد کو مجاہد بننے کا حکم دیا گیا ہے، اور ماسوا چند ایسے افراد کے جن کو اسلام نے معذور قرار دیا ہے، باقی ہر فرد کے لیے مجاہدانہ زندگی اور جہاد کی تیاری کو ضروری قرار دیا ہے، جبکہ جہاد کے لیے مضر اشیاء کی ممانعت فرمادی ہے، وہ افراد جن کو اسلام

نے مستثنیٰ قرار دیا ہے اس آیت کریمہ میں مذکور ہیں "لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ ولا علی الذین لایجدون ماینفقون حرج اذا نصحوا للّٰہ ورسولہ" (توبہ: آیت ۹۰)۔ ترجمہ: نہیں ہے ضعیفوں پر نہ مریضوں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو کچھ گناہ جب کہ دل سے صاف ہوں، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ، آیئے ان قرآنی احکامات پر غور کرتے ہیں ممکن ہے کہ ہمیں اپنے احتساب کی توفیق مل جائے اور غفلت سے ہمارا چھٹکارا ہو جائے۔

اے گنبد بیضاء میں سانس لینے والو: آج جہاد کی تیاری کی ضرورت ہے، کیوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جہاد کے بعد صحابہ کرام جہاں بڑھ چڑھ کر اس مبارک عمل میں شرکت کی کوشش کرتے تھے اور باوجود معذور ہونے کے بھی بہت سے افراد اس سعادت کو چھوڑنے پر رضا مند نہ ہوتے تھے، عورتیں اپنے معصوم بچوں کو پیش کرتی تھیں، اور بوڑھی مائیں اپنے جوان لخت جگر بیٹے کو سنوار کر میدان میں لے آتی تھیں، وہاں پر منافقین جہاد میں شرکت سے ٹال مٹول کرتے تھے اور طرح طرح کے بہانے بنا کر اس مبارک عمل سے جان چھوڑانے کی بھرپور کوشش کرتے تھے، قرآن کریم نے ان کے بہانوں کا تذکرہ کیا ہے کہ کبھی تو وہ گرمی کو بہانا بنا کر کہتے تھے، لاتنفروا فی الحر: ترجمہ: مت کوچ کرو گرمی میں تو ان کو جواب دیا جاتا کہ جہاد چھوڑنے کی وجہ سے، تمہیں جس جہنم میں ڈالا جائیگا اس کی گرمی بہت سخت ہے، تم اس عارضی گرمی سے بچنے کی خاطر اس ہمیشہ کی سخت گرمی کو کیوں قبول کرتے ہو، کبھی وہ بہانہ بناتے کہ، "ان بیوتنا عورۃ" ہمارے گھر کھلے ہیں، تو قرآن مجید اس بہانے کو بھی رد فرما دیتا ہے، کبھی وہ یوں کہتے کہ جہاد کہاں ہو رہا ہے اگر جہاد ہوتا تو ہم ضرور شریک ہو جاتے، مگر قرآن کریم ان کے تمام بہانوں کو مسترد کرتا ہے لیکن وہ منافقین پھر بھی یہی رٹ لگاتے تھے کہ ہمارا تو جہاد میں نکلنے کا ارادہ ہے مگر کوئی نہ کوئی عذر

آڑے آجاتا ہے، تو قرآن مجید نے ایک قاعدہ کلیہ بتایا کہ جہاد کا ارادہ کب معتبر ہوگا ورنہ ہر آدمی یہی کہے گا کہ میرا جہاد کا ارادہ ہے، مگر مجھے عذر پیش آگیا ہے تو قرآن مجید نے ایک اصول بیان فرمادیا، کہ جس سے معذور اور غیر معذور کا پتہ چل جائیگا، جس سے بہانے بنانے والے اور سچ بولنے والوں کے درمیان فرق ہوجائے گا، چناں چہ قرآن مجید کا اصول ملاحظہ فرمائیں ”ولو ارادوا الخروج لاعدوا له عدة ولكن كره الله انبعاثهم فثبطهم وقيل اقعدوا مع القاعدين (توبہ: آیت ۴۶)۔

ترجمہ: اور اگر وہ نکلنا چاہتے تو وہ ضرور کچھ سامان تیار کرتے اسکا لیکن پسند نہ کیا ان کے اٹھنے کو اللہ نے سوان کو روک دیا اور حکم ہوا کہ بیٹھے رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ اس اصول سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ اگر کسی نے جہاد کی تیاری کررکھی ہے جسمانی اور عسکری طور پر وہ جہاد کے لیے بالکل تیار ہے، پھر اسے یہ عذر پیش آگیا کہ وہ بیمار ہوگیا تو اس کا عذر قابل قبول ہے، مگر وہ آدمی جس نے جہاد کی تیاری ہی نہیں کی باوجود استطاعت کے تو یہ آدمی جھوٹا ہے، اب اس قانون کی روشنی میں ہر آدمی اپنے آپ کو پرکھے کہ ہم کس درجے تک پہونچے ہوئے ہیں۔

عزیزان قوم! اب میں آپ کو جہاد کی تیاری کا وجوب بتاتا چلوں کہ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو جہاد کے لیے قوت بنانے کا حکم دیا ہے، تا کہ وہ لوگ مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی کاروائی کا تصور نہ کرسکیں، اللہ رب العزت کا مبارک ارشاد ہے: واعدّوا لهم ما استطعتم من قوة من رّباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم لاتعلمونهم الله يعلمهم (انفال، آیت: ۶۰)

ترجمہ: اور تیاری کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کرسکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور

دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے، اس آیت کریمہ کے ایک ایک حصے کی تشریح کرنے سے انشاء اللہ اس موضوع کی کچھ وضاحت ہو جائے گی۔

اعدوا: امر کا صیغہ ہے اور اس میں تیاری کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم وجوبی ہے اور اللہ رب العزت کا ہر حکم مسلمانوں کی زندگی کا ضامن ہوتا ہے اور اس حکم سے روگردانی امت کی موت ثابت ہوتی ہے

لهم: یعنی ان کافروں کے لیے اسلام کے دشمنوں کے لیے، یعنی جب تک مسلمانوں کے دشمن کافروں کے پاس طاقت موجود ہے، وہ اسے مسلمانوں کے خلاف خرچ کرتے رہیں گے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سے بڑھ کر طاقت اور قوت مہیا کریں،

ما استطعتم: یعنی جس قدر استطاعت ہو جہاد کی تیاری کو کسی ایک حد میں نہیں کیا گیا بل کہ جس قدر طاقت زیادہ ہوگی اس قدر مسلمانوں کو غلبہ ہوگا اور اعلاء کلمۃ اللہ کا شرعی فریضہ پورا ہو سکے گا، اور فتنے ختم ہو جائیں گے، اور فتنہ پرست لوگ اپنی موت آپ مر جائیں گے، چونکہ کافر ہر وقت مسلمانوں کی گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی پوری کوشش ہے کہ یا تو مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیں یا انھیں ان کے مذہب سے ہٹا کر گمراہ کر دیں، اس لیے مسلمانوں کا مقابلہ ہر فتنہ پرست کافر سے ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو مسلمان ایک ملت ہے جب کہ سب کے سب دوسری طرف اس کے مقابلے میں ایک ملت ہیں، اس لیے جہاد کی تیاری کی کوئی حد بیان نہیں فرمائی، بل کہ حکم دیا کہ جتنا کر سکتے ہو تیاری کر لو تا کہ تمہیں ہزیمت اور ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

قوة: قوت میں ہر قسم کا اسلحہ آجاتا ہے وہ اسلحہ جو صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں استعمال کیا وہ بھی اور وہ اسلحہ جو مسلمانوں نے بعد میں ایجاد کیا وہ بھی اور قیامت تک استعمال ہونے والی قوت اس میں آجاتی ہے، اسی لیے قوۃ کو نکرہ رکھا

گیا کہ ہر قسم کی قوت تیار کرنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے اور اس قوت میں سب سے اہم قوت پھینکنے کی قوت ہے، جو اس دور میں راکٹوں، میزائلوں، بموں کے ذریعے استعمال کی جارہی ہے، اب یہ قوت کہاں سے حاصل ہوگی، تو قرآن مجید نے اس قوت کے منبع بھی مسلمانوں کو بتادیا کہ اس قوت کا منبع وہ چیز ہے جس میں اللہ رب العزت نے سخت طاقت رکھی ہے، اور اس میں لوگوں کے لیے بے شمار منافع ہیں، خصوصاً جب لوہے کے ساتھ آگ کو استعمال کیا جائے تو یہ بہترین قوت بن جاتا ہے۔

سرزمین ہند میں آگ بجھانے والو! آگ کو دشمن کے خلاف استعمال کا تذکرہ قرآن کریم میں حضرت ذوالقرنین کے قصے میں بھی ہے "قالوا یا ذاالقرنین ان یاجوج وماجوج الخ" ان دلائل سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ انبیاء علیہم السلام اور اللہ رب العزت کے مقرب بندے جن کے ایمان کی مضبوطی اور توکل کی طاقت کا اندازہ لگانا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے، لوہے کو دشمن کے خلاف مؤثر انداز میں استعمال فرماتے تھے اور خود اسلحہ بناتے اور استعمال کرتے تھے، اس لیے اسلحہ نہ ہی ایمان کے منافی ہے اور نہ ہی ایمان والے اسلحہ سے خود کو مستغنی سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی اسلحہ کے منافع اور ضروریات کا انکار کیا جاسکتا ہے۔ پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسلام کی عظمت اور سربلندی جہاد میں ہے اور جہاد بغیر آلات جہاد کے نہیں ہوتا جہاد کے بے شمار فضائل اور منافع کا حصول بغیر آلات جہاد کے ممکن نہیں ہے، چناں چہ قوت کے حصول کے اس حکم پر رسول اللہ ﷺ نے خوب عمل کیا اور کرایا آپ نے اس دور کے جدید اور مؤثر اسلحے کو سیکھنے کے لیے صحابہ کرام کے وفود روانہ فرمائے۔

ہمدردان قوم! قوت کے بعد خاص طور پر گھوڑے باندھنے کا حکم دیا گیا چناں چہ فرمایا "ومن رباط الخیل" میدان جہاد میں گھوڑے کو ایک خاص اہمیت اور مقام حاصل ہے چناں چہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں مجاہد کے ہانپتے دوڑتے

چنگاریاں نکالتے اور حملہ کرتے گھوڑے کی قسم کھائی ہے، قرآن کریم نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ انبیائے سابقین نے جہادی قوت کے لیے گھوڑے کو استعمال فرمایا پھر ان گھوڑوں کو دوڑانے کا حکم دیا جب یہ گھوڑے دوڑ کر نظروں سے غائب ہو گئے تو انہیں واپس بلوایا جب ان کو واپس لایا گیا تو محبت کے ساتھ ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا اس کی وجہ گھوڑوں کی ضرورت اور اہمیت اور میدان جہاد میں ان کی اعلیٰ کارگزاری تھی، آنحضرتؐ نے گھوڑوں کے باندھنے اور اس کے پالنے کے عجیب وغریب فضائل بیان فرمائے، بخاری شریف کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں خیر کو قیامت تک کے لیے رکھ دیا گیا مراد اس سے اجر یا غنیمت ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ جہاد کے لیے گھوڑا باندھا تو اس کا کھانا، پینا، لید اور پیشاب قیامت کے دن میزان اعمال میں ہوں گے بعض احادیث میں جہاد کے لیے پالے گئے گھوڑے پر خرچ کرنے کو صدقے کی طرح قرار دیا گیا۔

امت مسلمہ کی حفاظت کرنے والو! آپ کو بتاتا چلوں، اسلام کی ابتدائی جنگوں میں تو مسلمان پیادہ جہاد کرتے رہے اور انہیں گھوڑے کی سہولت حاصل نہیں تھی احد کی لڑائی میں مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے بنی قریظہ کے محاصرے کے وقت مسلمانوں کے پاس کل چھ گھوڑے تھے جب مسلمانوں کو بنی قریظہ سے کافی مقدار میں غنیمت ملی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدی اور دیگر سامان نجد کی طرف بھیجا جہاں مسلمانوں نے ان کے بدلے گھوڑے اور اسلحہ خریدا، چناں چہ غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کے پاس دو سو گھوڑے تھے اسی طرح مسلمان جنگی سامان خصوصاً گھوڑوں میں ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ تبوک کے موقع پر اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی جن میں دس ہزار گھوڑ سوار تھے، اسلامی لشکر اور اس کے ساز وسامان میں یہ حیرت

انگیز ترقی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلے میں بنفس نفیس خصوصی توجہ اور اہتمام کی وجہ سے تھی، بخاری شریف میں حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی نضیر کے اموال مال فئے میں سے تھے یعنی مسلمانوں نے بغیر جنگ کے حاصل کیے تھے اس وجہ سے یہ اموال خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھے آپ نے ان اموال میں سے اپنے اہل وعیال کا نفقہ پورا فرمایا اور جو اس میں سے بچ گیا تو اس سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اسلحہ اور گھوڑے خریدے۔

سامعین کرام! ایک بات کہہ کر تقریر کو ختم کر دوں گا بھائی اسلحے اور قوت بنانے کا مقصد کافروں پر رعب ڈالنا ہے، تا کہ وہ مرعوب رہیں اور مسلمانوں کے خلاف فتنے برپا نہ کر سکیں "ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم" آیت کریمہ کے اس حصے سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر وقت ایسا اسلحہ اور اتنی قوت بنا کر رکھنی چاہیے جس سے کافر مرعوب اور خوفزدہ رہیں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مروجہ اسلحہ تیر، تلوار، گھوڑے وغیرہ تھے جن کی کثرت اور جودت سے دشمن دب جاتے تھے، مگر زمانے میں جدید اسلحہ ایجاد ہو چکا ہے، اور جب تک کسی قوم کے پاس یہ جدید ہتھیار نہ ہوں تو مسلمان ان کافروں سے زیر ہو کر رہ جائے گا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے وہ اتنی قوت پیدا کریں جس سے ان کا دشمن دب جائے اور مسلمان چین اور اطمینان کے ساتھ ایمان وسلامتی کی زندگی گزار سکیں اور اگر مسلمان اس امر میں کوتاہی کریں گے تو یقیناً ان کا دشمن ان پر غالب آجائے گا اور مسلمانوں کی جان اور ان کا ایمان ہمیشہ کے لیے خطرے میں رہے گا۔

عزیز دوستو! جس دور میں مسلمانوں نے ان قرآنی آفاقی تعلیمات کو اپنایا اس دور میں انھوں نے پوری دنیا پر حکمرانی کی اور بحر و بر پر اسلامی جھنڈے لہرائے اسلحے کے سلسلے میں مسلمانوں کی ترقی نے اس دور کے کفار کی کمر توڑ کر رکھ دی

سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں مسلمانوں نے دستی بموں اور آگ کے شعلوں سے دشمن کے عزائم خاک میں ملائے اسی طرح اندلس کی لڑائیوں میں مسلمانوں نے سب سے پہلے بارود بنایا اور بڑی توپیں استعمال کیں، مگر آج جب مسلمان اس میدان میں کفار سے پیچھے رہ گئے اور ان کے ایجاد کردہ اسلحے کو کافروں نے ترقی کے مختلف ادوار سے گذار کر دہ قوت حاصل کر لی کہ جب چاہتے ہیں مسلمانوں کو رسوا کرتے ہیں اور خون مسلم کی ہولی کھیلتے ہیں۔

ہائے کاش! مسلمان اب بھی بیدار ہوں اور قرآنی تعالیمات کو اپنا کر آگ اور لوہے کی ربانی نعمتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ قوت پیدا کریں، جس سے ان کا دشمن مرعوب ومرحوب ہو جائے اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ رفتہ بحال ہو، اس دور میں بھی اگر اسلام کفر کو شکست دیگا تو صرف اور صرف جہاد ذریعے سے ہوگا، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دین کے اس شعبے کو دوبارہ زندہ کریں اور اسلام کی عظمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اسلحہ بنائیں، سیکھیں، جمع کریں اور پھر اسے کفر کے خلاف حکمت وجرأت کے ساتھ استعمال کریں، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "الجهاد مختصر طريق الجنة" جہاد جنت میں پہونچنے کا مختصر راستہ ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عظیم عمل صرف اسلام ہی کے لیے تھا یا اس زمانے کا مسلمان بھی اس فضیلت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے، اور دوسرا یہ سوال بھی ہے کہ کیا دین اسلام کا یہ اہم ترین فریضہ اپنی اسی شکل میں باقی ہے، جس پر عمل کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا یا اب زمانے کی تبدیلی سے اسے بھی تبدیل کر دیا جائے گا اور کسی دوسری چیز کو قتال وجہاد کا قائم مقام بنا دیا جائے گا۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے قتال ایک محکم شرعی حکم ہے اور قرآن کریم کا ہر حکم قطعی ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے مزید براں یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ

فیصلہ فرما دیا ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک تو یہ کہ جہاد کا حکم کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ قتال و جہاد کا یہ مبارک عمل مسلسل جاری رہے گا اس میں انقطاع نہیں آئے گا اگر مسلمان بھی اس میں تکاسل کا شکار ہو جائیں گے تب بھی اس امت کے کچھ ایمان دار اللہ والے دلوا اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے شجر اسلام کی آبیاری کرتے رہیں گے اور اس مختصر جماعت کا میدان قتال میں ڈٹے رہنا ان مسلمان نام نہاد مفکرین کے لیے تازیانہ عبرت ہوگا، جو یہ سمجھ بیٹھیں کہ اب حالات قتال و جہاد کی اجازت نہیں دیتے پس یہ معلوم ہوا کہ جہاد کا عمل قیامت تک مسلسل جاری رہے گا، کیونکہ کافروں کی سرکشی موجود ہے، مسلمانوں کی مظلومیت موجود ہے حدود اللہ کا تجاوز موجود ہے، اللہ کے شعائر کی توہین موجود ہے اس وقت اگر جہاد کا عمل موجود نہ ہو تو پھر اسلامی اقتدار اور اسلامی قانون اور مسلمانوں کا تحفظ نہیں رہے گا اور ان کو حرف غلط کی طرح مٹایا جائے گا مسلمانوں پر ذلت اور حب الدنیا کا مرض غالب آجائے گا اور پھر یہ سارے کے سارے کافروں کے ذھنی اور جسمانی غلام بن جائیں گے اور پھر غیر محسوس طریقے پر اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو جائیں گے۔

اے دھرتی پہ سونے والو! ضروری ہے کہ قتال کے مبارک عمل سے کافروں کے تسلط اور سحر افرینی کو توڑا جائے اور اللہ تعالی کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھا دیا جائے چناں چہ ہمارا عقیدہ ہے ہمارا پر اعتماد دعوی ہے کہ شرعی جہاد کا عمل آج بحمد اللہ موجود ہے اگر چہ اکثر مسلمان اس سے روگردانی کیے ہوئے ہیں، کیوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ عراق اور افغانستان میں خانہ جنگی ہے فلسطین میں عرب قومیت کی جنگ ہے، کشمیر ہندستان کا داخلی مسئلہ ہے، تو پھر، قتال کہاں ہو رہا ہے؟ کیا قتال ہو چکا ہے، کیا جہاد شرعی موقوف ہو چکا ہے؟

نعوذ باللہ! مرزا قادیانی ملعون کی یہ بکواس بھی ہوگی کہ قتال وجہاد منسوخ ہو چکے ہیں، نعوذ باللہ! صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نعوذ باللہ! خلاف واقع ہوگا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں قادیانی ملعون، نجس، جھوٹا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صادق المصدوق سراپا صدق ووفا ہیں جہاد جاری ہے، جہاد جاری رہے گا اور امت کے مجاہدین کا آخری دستہ دجال کے فتنے کو تار تار کرے گا، حضرت عیسیٰ اتریں گے جہاد ہی جہاد ہوگا، مگر انبیاء کرام کے اس محبوب عمل سے آج ہم کیوں محروم ہیں۔

دوسرے سوال کا جواب: اسلام کے فرائض کا جو نقشہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا اس میں رد وبدل دین میں واضح تحریف ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے متبادل کوئی عمل نہیں ہوسکتا تو قتال کے متبادل بھی کوئی عمل نہیں ہوسکتے، قتال اور جہاد اسی طرح موجود ہے جس طرح رہبر امت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا افغانستان کے پہاڑ، فلسطین کے ریگزار، کشمیر کی حسین وادیاں اس کی گواہی دے رہی ہیں، اور قتال فی سبیل اللہ میں حصہ لے کر اللہ کے بنیں اولیاء اللہ بنیں، انشاء اللہ قتال فی سبیل اللہ کے مبارک عمل کو زندہ کرنے سے دیگر اعمال میں بھی زندگی پیدا ہوگی اور دیگر اعمال بھی جاندار ہو جائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

تم ہی کامیاب ہو مسلماں

الحمد لله حمدًا موافيًا لنعمه مكافيًا لمزيده والصلوة والسلام على سيدنا محمد واله وصحبه وجنوده، امابعد! اعوذ بالله من الشيطان الرّجيم. بسم الله الرّحمن الرّحيم

يا ايها الذين آمنوا هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم، تومنون بالله ورسوله وتجاهدون في سبيل الله باموالكم وانفسكم ذالكم خير لكم ان كنتم تعلمون.

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: "من مات ولم يغزو ولم يحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق او كما قال والذي نفس محمد بيدي لغدوة في سبيل الله او روحة خير من الدنيا و مافيها".

اسلام کی خاطر کٹ جانا و باطل کے مقابل ڈٹ جانا
تم ہی ایٹم بم ہو مسلم وقت پڑے تو پھٹ جانا
بتوں کے شہر میں جا کے خدا کا نام لکھ دینا
جہاں پہ کفر لکھا ہو وہاں اسلام لکھ دینا

دوستو! آج جب کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی سازشیں ہو رہی ہیں ، ہر چہار جانب سے اسلامی شعار پر حملہ ہو رہے ہیں، کہیں قرآن کو مشق ستم بنایا جا رہا ہے تو کہیں مدارس و مساجد کو ہدف تنقید کیا جا رہا ہے، کہیں اسلامی قانون پر اعتراضات کیے جا رہے ہیں تو کہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مجسمے تیار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک کو مجروح کیا جا رہا ہے ،ان سازشوں کے اندر صرف ہندو فرقہ

پرست ہی نہیں، بلکہ یہودیت اور عیسائیت بھی بہت اہم رول ادا کر رہی ہے، ایک طرف غیر اسلامی قوتوں کا یہ حال ہے، دوسری جانب مسلمانوں کی حالت بہت افسوس ناک دکھائی دے رہی ہے، جمود و تعطل کی کیفیت طاری ہے، جوش وجذبہ نظر نہیں آتا، حوصلے اور ولولے بالکل ختم ہیں۔

آج ضرورت ہے کہ اس جمود کو توڑنے کی، اس تعطل کو ختم کرنے کی، اپنے سینے میں جوش وجذبہ پیدا کرنے کی، حوصلے اور ولولے کی، اسلامی بیداری کی، باطل طاقتوں سے ٹکرانے کی، فاسد جراثیم کو مٹانے کی، اسلام کے مخالف نعروں اور بے ایمانوں کا دندان شکن جواب دینے کی، تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو سکے، یہی وہ چیزیں ہیں جن کو شریعت نے جہاد سے تعبیر کیا ہے، اسلامی جنگ وجدال کا نام قرآن میں جہاد سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

یاایہا الذین امنو ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم، تومنو باللّٰہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

سامعین کرام! آج ہمارے سامنے ملک کے حالات نے یہ واضح کردیا ہے، بابری مسجد کی مسماری نے قرآن کریم پر اعتراضات نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت نے مسلم نوجوانوں کے قتل نے ماؤں اور بہنوں کی عصمت دری نے یہ ثابت کردیا ہے، مسلمانوں بابری مسجد کے حالات سنو گے تو وہ رونگٹے کھڑی کردینے والی ایک داستان ہے، لیکن تاریخ لکھ چکے ہیں کہ مسمانوں کو اس کے خون کا آخری بوند تک بابری مسجد کا تحفظ کرے گا، ہمیں یہ بھی کہنا ہے کہ مسلمانوں کی یہ لڑائی کسی مذہب کے خلاف نہیں، اس لیے ہمیں مسلمان قوم سے کہنا ہے کہ کوئی فرقہ پرست جماعت راجیو گاندھی یا دشو ہندو پریشد اس جیسے غدار لوگوں نے بابری مسجد پر اگر ہاتھ لگائے گا تو اس کی

قیمت پورے ملک کو ادا کرنی ہوگی، جہاد لڑنا پڑے گا، تاریخ کو چھپایا نہیں جاسکتا، حقائق کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اسی لیے ہم کہتے ہیں اقتدار بدلو، اقتدار بدلو گے جہاد کو بلند کرو گے ہندوستان کی تاریخ کی تاریخ بدلے گی، مسلمانوں تمہیں معلوم ہے، ایمان کو نیست ونابود کرنے کے لیے سب سے پہلا عمل کیا تھا، پہلا عمل انھیں نے یہ کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کو ختم کر دیا جائے اسی قرآن کی وجہ سے ان مسلمانوں کے اندر قوت وطاقت ہے، چنانچہ سب سے پہلے کانپور اور مہاراشٹر میں قرآن کریم کو نذر آتش کیا گیا اس کے بعد گجرات میں کیا گیا وہاں کے مسلمانوں نے جہاں تک ہو سکا ان فرقہ پرستوں کا مقابلہ کیا ابھی یہاں کا فساد ختم نہیں ہوا تھا کہ کلکتہ کی بڑی مسجد میں کسی گوتم پال نے قرآن کریم کے نسخے کو زمین میں پھینک دیا یہ سوچا کہ نہ رہے بانس نہ بجے گی بانسری مسلمانوں نیند کے خواب سے اٹھو! جہاد کی تیاری کرو!

ہمدردان قوم! آگے دیکھیے یہی یہودی کل حضرت فاروق کو ٹیکس دیکر رہتے تھے منتیں کر رہے تھے پھر بھی مار مار کر ان کو خیبر سے بھگایا گیا، مگر آج ان میں اتنی ہمت کیسے آگئی اور مسلمانوں کے اندر پستی کیوں آگئی، بات بس اتنی سی ہے کہ ہم نے جہاد کو لیلیٰ مجنوں کی کہانی بنالیا ہے، جہاد کے لفظ سے ہم نا آشنا ہو چکے ہیں، جہاد کی اہمیت وفرضیت کو فراموش کر چکے ہیں ہمارے اندر سے جوش وجذبات مفقود ہو چکے ہیں، ہم نے بزدلی اور عیاری اختیار کر لی ہے، اسلامی تعالیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے ہماری ملت کا شیرازہ بکھر چکا ہے کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے

نہ رہی قلب وزبان میں تیرے ہم آہنگی
ورنہ تکبیر کے نعروں میں اثر آج بھی ہے

اس لیے دنیا کے پریس سے کہہ رہا ہوں کہ ہماری بات نوٹ کر کے آپ اور دنیا کی تمام قوموں تک ہمارا پیغام پہونچا دو، ہندوستان کا مسلمان فرقہ پرست ہے

اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں رہنے والے ستر کروڑ عوام جن میں سے تقریباً پچاس کروڑ ہمارے ہندو بھائی ہیں، ان حکومت سے میں کہتا ہوں کہ ہم بابری مسجد کو بچانے جائیں گے، یا تو ہم بچیں گے یا بابری مسجد بچے گی اگر ہم بچے بابری مسجد نہ بچی تو قسم کھا کر کہتا ہوں جہاد کے پرچم کو لہرائیں گے۔

میرے ملت کے نوجوانو! ذرا غور سے سنو، یہ ملک ہمارا ہے، اس ملک کا ذرہ ذرہ ہمارا ہے اس میں ہمارے قبرستان ہیں، اس ملک میں ہماری مساجد ہیں اور اس ملک میں بابری مسجد بھی ہے، لیکن آج بابری مسجد کو توڑنے کے لیے تلا ہوا ہے، اس وقت جہاد نہیں کرو گے تو آخر کب کرو گے، آج ہمارے ملک کے اس قدر سنگین حالات ہیں، ہم نے مانا کہ آج جہاد کے مکمل شرائط اور وسائل کثیرہ موجود نہیں لیکن تمہارے منہ میں زبان بھی نہیں۔

تمہارے بدن میں ہاتھ نہیں کہ صدائے احتجاج بلند کرسکو قلم میں اتنی طاقت اور زور نہیں کہ اخبارات میں حالات کو رقم کرکے مسلمانوں میں جوش وجذبات اور بیداری پیدا کرسکو اور ان کو مستقبل کے لیے تیار کرسکو۔

میرے غیور مسلمان بھائیو! ہم لوگوں کی بزدلی وجہ سے خدا کے کلام کو جلایا جارہا ہے، کلمہ لا الہ اللہ کو جوتے کے نیچے کیا جارہا ہے، مساجد کو منہدم کرکے مندروں کو تعمیر کیا جارہا ہے، بزدلی کو ختم کرو، ورنہ وہ دن دور نہیں جب کہ گجرات کے اندر ہمارے بہنوں اور بھائیوں کو آگ کے اندر جھلسایا جارہا گیا، کہیں ہماری بزدلی کی وجہ سے ہمیں بھی اس طرح نہ کیا جائے، اس لیے دوستو اگر جہاد کا سبق سیکھنا ہو تو فلسطینیوں سے سیکھو ان ہوں نے اپنے حقوق کی خاطر اپنی جانوں تک کی پرواہ نہیں کیا، اگر سبق سیکھنا ہو امیر عبداللہ سے سیکھو جو لاہور سے آکر کلکتہ میں ایک گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سبق سکھا کر صلیب دار کو چوم کر جام شہادت نوش کر گئے۔

سامعین کرام! جب تک تمہارے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلواریں رہیں گی اس وقت تک تمہاری تقدیر کو نہ کوئی نہیں بدل سکے گا اور جس دن تم تلوار سے غافل ہو گئے وہی دن تمہاری بدقسمتی کا ہوگا، اگر جانور بھی حفاظت چھوڑ دے تو اس کو کچا چبالیا جاتا ہے، اس لیے حفاظت کے لیے سامان بھی رکھنا ضروری ہے بلی اور چوہوں کی طرح کب تک زندگی گذارو گے دوستو: اس شعر کا مصداق بنو۔

خاموش مزاجی تجھے جینے نہ دیگی
اگر جینا ہے تو دنیا میں کہرام مچادو

اسلام کے پاسبانو! قرآن واحادیث کے اندر جہاد کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کے ترک کرنے پر وعیدیں سنائی گئی ہیں، چناں چہ باری تعالی کا ارشاد ہے" ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ" کہ اللہ تعالی مجاہدین کو بہت محبوب رکھتا ہے، مسلم کی روایت ہے جیسا کہ خطبہ کے دوران بیان کیا تھا، "من مات ولم یغزو ولم یحدث بہ الخ" یعنی جس نے جہاد نہیں کیا اور اس کی نیت تک دل میں نہ آئی تو وہ منافقت کی موت مرے گا،

دوستو! مسلمانوں کا عمل دنیا کے اندر اسی طرح رہا جیسا ابھی ہے تو ایسے لوگوں کو ویسی ہی موت آئے گی جو میں نے ابھی بیان کیا تھا۔ یعنی منافقت والی موت مرے گا، کیونکہ آج ہندوستان میں جہاد فرقہ پرست لیڈر آر، ایس، ایس کا ذہن رکھتے ہیں وہیں پر مسلم لیڈران بھی کچھ کم نہیں ہیں جو اپنی کرسی بچانے کی خاطر لب کشائی کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

لعنت ہے ایسے لیڈروں پر، جب قرآن کی عظمت ہی سلامت نہ رہی تو ایسے عہدوں کو ٹھوکر مار کر سچے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرنا چاہیے مگر ان لیڈروں میں اتنی ہمت نہیں ہے کیوں کہ ان کے عہدوں سے حاصل ہونے والے دولت سے ان کا ایمان

خرید لیا گیا ہے اس لیے تمام لیڈروں اور مسلمان بھائیوں سے عرض کرونگا کہ ایسے عہدوں کو پیر ماردو اور پکا سچا مسلمان بن کر اپنے قرآن کی حفاظت کرنی ہوگی گھروں میں روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنی ہوگی نمازوں کے ذریعہ اپنے جبینوں کو سجدوں سے سجانا ہوگا جہاد کرکے سنت مصطفیؐ کو زندہ کرنا ہوگا، پکا سچا مسلمان ہونے کا دعوی کرکے مسلمانوں کی امداد کرو، قرآن کریم کی حفاظت کرو، مساجد کی حفاظت کرو، مدرسوں کی حفاظت کرو، اور بابری مسجد کی حفاظت کرو، کلمہ لا اللہ کو جوتے کے نیچے کرنے سے حفاظت کرو!۔

برادران قوم! میں آپ لوگوں کا بہت زیادہ وقت لے گیا اس لیے صرف اور صرف ایک حیرت انگیز جہاد افغانستان کا واقعہ سنا کر اپنی تقریر کو ختم کردونگا یہ واقعہ ہمیں برادر فریدون نے سنایا، جو ایک عرصہ تک کابل میں ہونے والی کار روائیوں میں شریک رہے ہیں، آٹھ برس پہلے کی بات ہے کہ کابل سے متصل صوبہ لوگر سے تعلق رکھنے والے دو نوجوان لڑکوں نے جو کابل کی پولس اکیڈمی میں زیر تربیت تھے، باہم مشورے کے بعد مجاہدین سے جا ملنے کا فیصلہ کیا، دونوں چھٹیوں پر گھر آئے تو واپس نہ ہوتے، انھوں نے اپنے علاقے کے مجاہدین سے رابطہ قائم کیا اور ان میں شامل ہوئے۔

وقت گذرتا رہا آخر ایک وقت آیا جب ان میں سے اسی گروپ کا کمانڈر ہو گیا جس میں وہ شامل ہوئے تھے اور ایک آزمودہ مجاہد کے طور پر گروپ کا رکن بن گیا یہ مجاہد اپنے پیچھے صرف ایک بوڑھی ماں رکھتا تھا جس گاؤں میں اس کی والدہ رہائش پذیر تھی اس کے اور اس مجاہد گروہ کے قیام کے درمیان کابل لوگر شاہ راہ حائل تھی گاؤں والے مکمل طور پر مجاہدین کے حامل تھے اور یہیں سے ان مجاہدین کو روٹیاں پکوا کر بھجوائی جاتی تھیں، اپنی باری آنے پر مذکورہ مجاہد کی ڈیوٹی گاؤں سے روٹیاں لانے پر

گئی تو اس نے کمانڈر سے اس امر کی اجازت بھی لے لی کہ وہ اپنی بوڑھی والدہ سے بھی مل آیا کرے۔

ایک دن صبح یہ نوجوان بیدار ہوا تو اپنے ساتھیوں سے بولا کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا اس کے ساتھی اس جملے کو اس کی دیرینہ خواہش سمجھ کر ٹال دیئے، پھر وقت مقررہ پر یہ مجاہد حسب معمول روٹیاں لینے گاؤں کی طرف چل دیا، راستے میں چند مجاہدین اور کالونائے کے درمیان جنگ جاری تھی، نوجوان مجاہد نے یہ منظر دیکھا تو خود بھی اس جنگ میں شریک ہو گیا، انھوں نے دشمنوں کو اچھا خاصا نقصان پہنچایا۔

لیکن آخر کار چاروں طرف گھر جانے اور گولیاں ختم ہو جانے کے باعث چالیس مجاہدین زندہ گرفتار کر لیے گئے، جب کہ دیگر مجاہدین بچ کر باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے، روسیوں نے تمام گرفتاروں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انھیں ایک بہت بڑے گڑھے میں لٹایا اور اوپر سے بلڈوزر چلا کر مٹی تلے زندہ دفن کر دیا، یہ نوجوان مجاہد بھی ان شہیدوں میں شامل تھا، نوجوان مجاہد کی شہادت کی خبر اس کے گروپ کو ان مجاہدین نے پہنچائی جو بچ نکلے تھے اور جنھوں نے یہ دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس نوجون کی شہادت کے دو دن بعد کا ذکر ہے اسکی بوڑھی والدہ اس کے کمانڈر اور پرانے دوست کے پاس پہنچی اور اسے اطلاع دی کہ ہمارے گاؤں کے سامنے والے ٹیلے پر دشمن نے ایک پوسٹ قائم کی ہے، تم اپنے گروپ کے ساتھ محتاط رہو اور میرے بیٹے کو بھی منع کر دو کہ وہ مجھ سے ملنے نہ آیا کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکی آمد و رفت دشمن کی نظر میں آجائے اور وہ اسے نقصان پہنچائیں، مجھے جس سے ملنا ہو گا تو میں خود یہاں آجایا کروں گی، کمانڈر نے شہید کی والدہ کی یہ گفتگو سنی تو اسے ہمت نہ ہوئی کہ اسے اپنے نوجوان اکلوتے بیٹے کی شہادت کی خبر سنا سکے جس سے وہ تا حال بے خبر تھی، اس نے شہید کے والدہ کو ایسا ہی کرنے کا یقین دلایا، اور نہایت عزت

وتو قیر سے واپس بھیج دیا۔

تین دن بعد پھر خاتون دوبارہ آئیں اور آتے ہی کمانڈر سے شکوہ شکایت کی تم نے میرے بیٹے کو منع نہیں کیا چناں چہ اب بھی وہ مجھ سے ملنے گھر آتا ہے، برائے خدا اسے حکم دو کہ وہ ایسا نہ کرے پھر پانچ دن کے وقفے کے بعد خاتون کمانڈر کے پاس پہنچی اس بار قدرے غصے میں تھی کمانڈر کا سامنا ہوتے ہی انھوں نے اسے ڈانٹا کہ تم کیسے کمانڈر ہو کہ تم سے اپنا ایک مجاہد نہیں سنبھلتا، پچھلی بار جب میں تم سے شکایت کر کے لوٹی تو بجائے اس کے کہ میرا بیٹا محتاط ہو جاتا اس نے تو گھر آنا جانا پہلے سے بھی زیادہ کر دیا اور پچھلے پانچ دن سے تو وہ بلا ناغہ روزانہ گھر آرہا ہے کیا تم اسے روک نہیں سکتے کمانڈر جس نے بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا تھا یہ سن کر تاب کھو بیٹھا اور چیخ کر بولا کہ تمھارے بیٹے کے شہید ہوئے دس دن ہوئے، اسی کمانڈر نے فریدون کو جب یہ واقعہ سنایا تو اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے اس نے کہا کہ میرے انکشاف کے بعد شہید کا اپنی والدہ سے ملنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

دوستو! اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس مجاہد نے اپنے حقوق کے خاطر جان کی قربانی پیش کر کے شہید ہو گیا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کی ماں کے آنکھوں کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے دوسرے کو اسی مجاہد کی شکل تیار کر کے بھیج دیا کرتا تھا، آیئے سب مل کر عہد کریں کہ اپنے حقوق کے خاطر اگر جان کی قربانی پیش کرنی ہوگی تو پیش کر کے اپنے حقوق لیں گے اور اگر جہاد کرنا ہوگا تو جہاد کر کے اپنے حقوق کو تا قیامت لیتے رہیں گے۔

انھی چند باتوں پر اس شعر کے ساتھ اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں ؎

سوچا ہے کفّل اب کچھ بھی ہو ہر حال میں اپنا حق لیں گے

عزت سے جیے تو جی لیں گے یا جام شہادت پی لیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

اسلام اور دہشت گردی

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

حضرات! اسلام اور دہشت ایک ایسا اچھوتا عنوان ہے، جس کے تحت کئی دن کی کہانی اور کئی ہفتہ کی داستان اور برسوں کا افسانہ اور پوری صدی کا نشیب وفراز ہر ایک آجاتا ہے اس لیے سوچتا ہوں کہ ہندوستانیوں کو اس خطرہ سے آگاہ کردوں کہ ایک بار پھر آپ کو اپنے قلم سے، اپنی زبان سے، اپنی ذہانت وذکاوت سے، اپنی ہوشیاری وتدبر سے، اپنی جان ومال سے، نفرت وعداوت، فسادات اور ظلم وزیادتی کے خلاف اپنی آواز کو بلند کرنی پڑے گی، کیونکہ اسلام اور دہشت یہ کوئی عجوبہ لفظ نہیں، ان دونوں کی دشمنی بہت پرانی ہے، اسلام ساری دنیا کو امن وآشتی کا پیغام دیتا ہے، ایک اجڑے ہوئے انسان کو بساتا ہے، جب کہ دہشت ایک آباد انسان کو ویران کردیتا ہے، لوٹ، مار، قتل وغارت گری، غرض انسانیت کے خلاف ہر وہ کام کر گذرتا ہے جس سے انسانیت کی روح بھی کانپ جاتی ہے دہشت امن وسلامتی کا کھلا دشمن ہے، اسی دہشت گردوں کے چند کورفہموں نے اور ناعاقبت اندیشوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ اسلام ناکافی وناممکن ہے، شور مچانے والوں نے بہت شور مچایا، ہنگامہ کرنے والوں نے بہت ہنگامہ کیا، اسلام کو بہت داغدار کرنے کی بہت کوششیں کی گئیں، مگر سورج کی شعاؤں سے، چاند کی کرنوں سے، پہاڑوں کی چٹانوں سے اور سمندر کی طغیانیوں سے کون مقابلہ کرسکتا ہے، کون اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرسکتا ہے

چناں چہ، اسلام دہشت کے خلاف پوری قوت سے آواز بلند کرتا ہے، اپنی افواج کو جمع کرتا ہے حکم صادر کرتا ہے کہ جب تک روئے زمین پر پوری طرح امن قائم نہ ہو جائے اللہ کے سپاہی اللہ کے دشمن سے لڑتے رہیں تاہم میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اے رہ روانِ اسلام تاریخ کی بے زبانی سے پوچھو، فضائے قدیم کے دریچوں سے جھانک کر دیکھو، اور کائنات کے ذرے ذرے سے دریافت کرو کہ اسلام نے معاشرتی پہلو کو کیسا نرالا انداز عطا کیا، تاریخ یقیناً بے زبان و بے جان ہے اس میں بولنے کی صلاحیت نہیں لیکن وہ زبانِ حال سے یہ کہنے پر مجبور ہوگی کہ اسلام ایک ایسا قانون ہے جو فطرت کی آواز ہے، وقت کی پکار ہے، اور انسان کا رہنما ہے،

اسلام کے درد رکھنے والو! زور و ستم کی تھپیڑوں نے ہمیں چور چور کر دیا ہے، ظلم استبداد کی زہر آلود ہوا پوری فضاء کو مسموم کر چکی ہے، افسوس صد افسوس یہ کہ الٹے مسلمانوں کو اور مدارس اسلامیہ کو دہشت گرد اور دہشت گردی کا اڈہ بتایا جا رہا ہے، جب کہ اسلام مسلمان سپاہیوں کے پیش نظر یہ اصول رکھ کر ہر طرح کی دہشت گردوں کو کھلا چیلنج کرتا ہے کہ اسلام ہمیشہ میدان میں رہا جب کہ دہشت نے ہمیشہ فرار کی راہیں اختیار کیں، اسی دہشت کے خلاف قیصر و کسریٰ مجاہدین اسلام کے لیے ایک کھلونا بن کر رہ گیا، فارس کی وہ زبردست طاقت جو اپنے زوال کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، اسی دہشت گرد کے خلاف جواں سال کمانڈر اسلام محمد بن قاسم ہندوستان آئے، اسی دہشت گردی کے خاتمے کو لے کر صلاح الدین ایوبی کی عظیم الشان تاریخ کا ریکارڈ قائم ہوا۔

سنو، اسلام کا درد رکھنے والو! تمہیں معلوم ہے جب امریکہ نے افغانستان پر اسامہ بن لادن کو دہشت گرد قرار دیتے ہوئے ظالمانہ حملہ کیا تھا تو بش نے

یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ یہ لڑائی دہشت گردی کے خلاف ہے نہ کہ عالم اسلام کے خلاف اور ہم دہشت گردی کو دنیا سے مٹائیں گے، لیکن آج امریکہ اسرائیلی درندوں کے ذریعہ بے گناہ فلسطینیوں کو زندہ درگور کررہا ہے اس لیے میں امریکہ سے پوچھنا چاہتا ہوں دہشت گرد تم ہو یا اسلام ہے؟، آج امریکہ اسامہ بن لادن کی مانگ کررہا ہے اور کل رہنمائے ملت خادم الحرمین شریفین کی مانگ ہو، پھر امام حرم اور فلسطین کی مانگ ہو، پھر علامہ یوسف القرضاوی کی مانگ کرے تو کیا ساری دنیا کے حضرات کو امریکہ کے حوالہ کردیں گے۔

دوستو! موت کا ایک وقت متعین ہے جب وقت معینہ پورا ہوجائے گا تو موت گھر میں بھی آجائے گی، ہم اعلان کیوں نہیں کردیتے کہ کلمہ پڑھنے والا ہرگز باطل کے آگے نہیں جھکے گا، چیچنیا، فلسطین اور افغانستان کا مسلمان آگ میں جھلس رہا ہے اسلامی حکومت فیصلہ کرے کہ حقیقتاً دہشت گرد کون ہے اسی کے بارے میں کسی شاعر کا شعر ہے ؎

منصف کی آستین میں ہے خنجر چھپا ہوا
انصاف کرنے والا ہی قاتل ہے آج کل

آج امریکہ اس مجاہد اسلام کے لیے اپنی پوری طاقت سے زور لگارہا ہے، صرف ایک انسان کے لیے دنیا دیکھ رہی ہے اسلام کا صرف ایک شخص، سپر پاور سے ٹکرا رہا ہے جس کا کوئی ملک اور کوئی وطن نہیں، آج اگر ایک افغانستان شہید ہورہا ہے تو وہ اپنے خون سے اسلام کی لکیر کھینچتا ہے، اسی اسلام کے لیے امام احمد ابن حنبل کی پشت پر کوڑے لگائے گئے، اسی اسلام کے لیے امام غزالی کو بغداد کے جنگلوں میں پھرایا گیا،

اسی اسلام کے لیے ۴۰ رسال تک شیخ عبد القادر جیلانی نے بغداد کی جامع مسجد میں قرآن کا درس دیا، اسی اسلام کے لیے مجدد الف ثانی ؒ کو جلال الدین اکبر کے دربار میں ہتھکڑیاں لگا کر پیش کیا گیا، اسی اسلام کے لیے شاہ ولی اللہ کے انگوٹھے کاٹے گئے، اسی اسلام کے لیے شاہ عبد العزیز کو تکلیفیں دی گئیں، اسی اسلام کے لیے سید احمد شہید کو بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر ذبح کردیا گیا، اسی اسلام کے لیے شاہ اسماعیل شہیدؒ کو بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر ذبح کردیا گیا، اسی اسلام کے لیے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو اذیتیں پہونچائی گئیں، اسی اسلام کے لیے شیخ الہند محمود الحسنؒ کو مالٹا کے جزیرے میں بھیجا گیا۔

سامعین کرام! تمھیں معلوم ہے شیخ الہند محمود الحسن کون ہے یہ وہی شیخ الہند ہے جب انگریز کہتا تھا کہ اگر اس محمود الحسنؒ کو جلا دیا جائے اور جلا کر اس کی راکھ سونگھا جائے تو بھی اس کی راکھ سے انگریزی سامراج کے خلاف ہی بو آئے گی، یہی شیخ الہند کو مالٹا کے جیل خانے میں وہ دردناک سزائیں دی گئیں کہ ان کے بیان سے بدن لرزتا ہے، آنکھیں روتی ہے، شیخ الہند کے انتقال کے بعد غسل کے لیے جب انھیں تخت پر لٹایا گیا تو دیکھنے والے حیرت زدہ تھے کہ شیخ الہند کی کمر پر گوشت نام کی کوئی چیز نہیں صرف ہڈیاں ہیں، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے معلوم کیا گیا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ مولانا مدنی کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور فرمانے لگے میرے شیخ نے مجھے منع فرمایا تھا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا، اے لوگو! مالٹا کے جیل خانے میں آزادی کے نعرے کے جرم میں انگریز میرے کمر مبارک کو لوہے کی گرم گرم سلاخوں سے داغتا تھا، یہاں تک کہ

گوشت نام کی کوئی چیز باقی نہ رہ گئی تھی۔

زمین پر پیدا ہونے والو! خواب غفلت سے اٹھو ان حکومتوں سے پوچھو کہ دہشت گرد تم ہو یا اسلام، لیکن غداران حکومت یہ کہیں گے کہ اسلام دہشت گرد ہے" ہاں ہاں! حکومت کو ملیامیٹ کرنے والو تم تو کہو گے ہی، لیکن تمام دنیا کے نوجوانوں کو کیا ہو گیا خالد بن ولیدؓ کی شجاعت، طارق بن زیادؒ کی دعاء کی تاریخ کس دفتر میں گم ہو کر رہ گئی۔

اٹھو! یہ زمین ہمارے خدا کی ہے اور ہم خدا کے دشمن کے قبضے سے نکال کر خدا کے بندے کے سپرد کر دیں، کیوں کہ اسلام سراپا جہاد اور مجاہدہ ہے لیکن خلوت میں بیٹھ کر نہیں بل کہ میدان میں نکل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمھارے سامنے ہے، خلفائے راشدینؓ کی زندگی تمھارے سامنے ہے، عام صحابہؓ کی زندگیاں تمھارے سامنے ہیں، وہی تمھارے لیے نمونہ ہے اور اسی میں تمھاری نجات ہے اور وہی تمھارا ذریعہ فلاح ہے، جس جگہ ہم قدم رکھ دیں وہی ہمارا ملک ہے اور وہی ہمارا وطن ہے۔

جو ملک کسی مسلمان پر ظلم ڈھائے اور کوئی مسلمان سپاہی اپنی تدبیر سے اس ملک کو نقصان پہنچائے تو یہ دہشت گرد نہیں کہلائے گا، بل کہ اسلام میں مار کا بدلہ مار ہے، قتل کا بدلہ قتل ہے جو تمھاری ناک توڑ دے تم بھی اس کی ناک توڑ دو، یہاں دہشت گرد کا جواب دہشت گردی سے دیا جا رہا ہے، پلڑا برابر ہے، بھلا جو آدمی ہمیشہ دوسروں کی پٹائی کرتا رہے اور خود اس کی پٹائی نہ ہوئی ہو تو وہ کیا جانے گا کہ پٹائی میں کتنا درد ہوتا ہے، اس لیے غداران حکومت اسامہ بن لادن کو یوں ہی عقلی گھوڑے دوڑا کر دہشت گرد کہتے ہیں یوں ہی زبان نہ چلائیں، بل کہ ہر چیز میں کچھ وجوہات ہوتی ہے، پہلے ہم مسائل

اسلام کا مطالعہ کریں، فقہ حدیث اور تاریخ کو سمجھیں۔

اسلام کے پاسبانو! آج مجھے سورج کی طرح یقین ہے اگر تم مسائل اسلام کا مطالعہ کروگے تو یہ بات تمہارے سامنے واضح ہو جائے گی کہ اسامہ بن لادن حق پر ہے۔

دوستو! میں مسلمان بھائیوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے نئی بات نہیں ہے، بل کہ ہماری تاریخ گواہ ہے جب بھی ہمارے عروج کا دور آیا ہے تو پہلے ہمیں دہشت گرد کہا گیا ہے، اس لیے اب دور آیا ہے کہ مسلمان اپنے بچوں کو نورالدین زنگیؒ صلاح الدین ایوبیؒ اور اسامہ بن لادن کی تاریخ کا سبق دیں، تا کہ دنیا جان سکے کہ اسلام کا پیغام کیا ہے؟ دہشت گرد ہے یا امن؟

ان ہی چند باتوں پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں کہ ہمارے بازو میں طاقت دے تا کہ دہشت گردی کے خلاف آواز اٹھا سکیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین

اپنے کو بڑا کہنے پر رب کی تنبیہ

حامداً و مصلیاً اما بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واذ قال موسیٰ لفتٰہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقباً.

سامعین کرام! بندہ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآن کریم کی آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس بات کی طرف راہنمائی فرما رہی ہے۔ کہ اپنے آپ کو بڑا نہیں جاننا چاہئے کیونکہ

عزیز دوستو! آیت شریفہ کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں وعظ فرما رہے تھے کہ دوران خطابت ان کی قوم میں سے ایک نفر نے سوال کیا اس وقت کون زیادہ جاننے والا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمایا کہ اس زمانے میں اس وقت سب سے زیادہ جاننے والا علم والا میں ہوں، حقیقتاً واقعتاً حضرت کا یہ جواب درست تھا کیونکہ آپ اللہ کے برگزیدہ مقرب رسول تھے، اور رسول کے علم سے کس کا علم بڑھ سکتا ہے احکام شریعت کا سب سے زیادہ علم آپ ہی کو تھا، مگر اللہ کو آپ کا یہ جواب پسند نہ آیا، فوراً وحی آئی کہ اے موسیٰ مجمع البحرین میں ہمارا ایک برگزیدہ بندہ ہے جس کا علم و تقویٰ آپ سے بڑھا ہوا ہے، یہ کلام الٰہی کو سن کر حضرت موسیٰ کو احساس ہوا کہ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا بلکہ مجھے تو یوں کہنا چاہئے تھا کہ اللہ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ کون سب سے بڑا

عالم ہے، بہر حال حضرت موسیٰ دربار الٰہی میں سر بسجود ہو گئے اور التجاء کی کہ اے پروردگار مجھے اپنے اس برگزیدہ بندے سے ملنے کا پتہ بتادے، تا کہ میں ملاقات کروں اور وہ علوم کو حاصل کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے، چناں چہ درخواست موسیٰ پر رب نے حضرت خضر کا پتہ یوں بتایا، اے موسیٰ اپنے ساتھ ایک بے جان مچھلی لے لو اور جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہیں پر میرا وہ نیک بندہ تجھ کو ملے گا، حضرت موسیٰ رب سے پتہ لے کر تیاری سفر میں لگ گئے زاد سفر میں آپ نے ایک بھونے مچھلی کو اپنے توشہ دان میں رکھ لی اور اپنے خادم یوشع بن نونؑ کو ساتھ لے کر دریا کے کنارے پر سفر کرنا شروع کر دیا، دوران سفر آپ ایک بڑے پتھر جس کے نیچے آب حیات کا چشمہ جاری تھا وہاں آپ نے آرام فرمایا ادھر حضرت یوشع بن نونؑ نے اس چشمہ سے وضو کیا جس کی چھینٹیں اس بے جان بھونی ہوئی مچھلی پر پڑی تو اس میں جان آ گئی، فوراً وہ مچھلی توشہ دان سے نکل کر پانی میں کود پڑی، اور عجیب و غریب دریا میں سرنگ سی بناتی چلی گئی، یعنی جدھر کو وہ مچھلی گئی ایک سرنگ سا راستہ بنتا چلا گیا حضرت یوشع بن نونؑ اس عجیب واقعہ سے متحیر و پریشان ہوئے اور بھول گئے واقعہ بیان کرنے کو اُدھر حضرت موسیٰ بیدار ہوئے اور اپنا راستہ ہموار کرنا شروع کر دے، جب کافی دور تک چلے گئے، تو آپ کو شدت جوع نے تڑپائی آپ نے خادم سے ناشتہ طلب فرمایا کہ ادھر حضرت یوشع بن نونؑ کو واقعہ یاد آ گیا اور کہہ ڈالا، حضرت موسیٰ نے فرمایا یوشع تم نے کیا کہہ ڈالا جہاں وہ مچھلی ہم سے جدا ہوئی ہے اسی جگہ کو تو ہمیں تلاش ہے، اسی جگہ پر اللہ کا وہ نیک بندہ ہے جس سے ہمیں کچھ سیکھنا ہے، چلو جلدی واپس چلو، چناں چہ وہ اپنے نشانات قدم کو دیکھتے دیکھتے اسی جگہ آئے جہاں پر مچھلی گم ہوئی تھی حضرت خضر علیہ السلام اسی جگہ موجود تھے جنھیں آپ

تلاش کررہے تھے۔

برادران اسلام! اللہ اپنے اس بندے کو اپنی خاص رحمت سے نواز رکھا تھا، ان کو ایک خاص قسم کا علم دے رکھا ہے، جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو تکالیف ومصائب سے لوگوں کو بچالیا کرتا ہے، بہر حال آپ مع خادم کے اسی جگہ واپس لوٹے جہاں پر آپ نے آرام فرمایا تھا جس جگہ آپ کی بھونی ہوئی مچھلی گم ہوگئی تھی، تو آپ نے اس پتھر کے قریب اسی بندے کو چادر تانے لیٹا ہوا دیکھا۔ حضرت موسیٰ نے سلام کیا اور اپنا تعارف کرائے حضرت خضر علیہ السلام نے معلوم کیا کہ کیا آپ موسیٰ بنی اسرائیل ہیں، حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ہاں میں قوم بنی اسرائیل کا موسیٰ ہوں اور میں آپ کے پاس مقصود و غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے وہ علم سکھادیں جو علم اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ سے فرمایا۔ قال انک لن تستطیع معی صبراً، وکیف تصبر علی ما لم تحط بہ خبراً، کہ آپ مرے حالات ومعاملات اور واقعات کو دیکھ کر صبر نہ کرسکیں گے۔ کیونکہ جو علم اللہ نے مجھے دیا ہے آپ اس سے ناواقف ہیں اور جو علم آپ کو عنایت کی گئی ہے میں اس سے پورے طور سے واقف نہیں ہوں۔ چناں چہ حضرت موسیٰ نے فرمایا "قال ستجدنی ان شاء اللہ صابراً ولا اعصی لک امراً۔" ایسی کوئی بات نہیں آپ مجھے اپنے ساتھ رکھئے انشاء اللہ مجھے آپ صابر پائیں گے۔ اور میں آپ کے کسی بھی معاملے میں دخل اندازی نہیں کروں گا، تو حضرت موسیٰ سے حضرت خضرؑ نے فرمایا "قال فان اتبعتنی فلا

تسئلنی عن شیء حتی احدث لک منہ ذکرا۔" حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا اے موسیٰ اگر آپ اس پر تیار ہیں تو پھر بہت اچھی بات ہے، آپ بخوشی مرے ساتھ رہیے مگر ایک شرط ہے کہ آپ میرے کسی کام میں روک ٹوک پوچھ تاچھ نہ کریں گے جب تک کہ خود آپ کو اس کام کی حقیقت اور راز نہ بتلا دوں۔

عزیزان گرامی! جب حضرت موسیٰؑ نے سرچشم حضرت خضر علیہ السلام کے معاہدے کو بخوشی قبول فرمایا تو حضرت خضرؑ نے فرمایا فانطلقا دونوں حضرات سفر کے راستے ہموار کرنے لگے راستے میں ایک دریا آیا جس کے عبور کے لیے کشتی کی مدد ضروری ہے ملاح نے دونوں حضرات کو دریا عبور کروا دیا، عبور دریا کے بعد حضرت خضرؑ نے اپنی کلہاڑی سے ملاح کی کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا جس کی وجہ سے کشتی میں بھر کر اس کے ڈوب جانے کا خطرہ محسوس ہونے لگا، حضرت خضرؑ کی یہ فعل وحرکت کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے رہا نہ گیا اپنے جذبات کو قابو نہ لا سکے فورا بول پڑے کہ یہ فعل آپ کا درست نہیں اس ملاح کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے بلا کرایہ ہمیں دریا پار کرا دیا اور آپ نے الٹے اس کی کشتی توڑ دی۔ حتی اذا رکبا فی السفینۃ خرقھا قال اخرقتھا لتغرق اھلھا لقد جئت شیئا امرا حضرت خضرؑ سمجھ رہے تھے کہ حضرت موسیٰؑ کا مجھے تنبیہ کرنا ان کے اپنے خیال میں بالکل صحیح و درست ہے، مگر انجام سے ناواقف ان کی یہ بات سن کر حضرت خضرؑ نے فرمایا قال الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا فورا حضرت موسیٰؑ اپنے قول پر نادم وشرمندہ ہوئے اور حضرت خضرؑ سے معذرت ومعافی طلب کرتے ہوئے فرمایا قال لا تؤاخذنی بما نسیت ولا ترھقنی من

امر عسراً حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کی غلطی کو معاف فرمادیا اور اپنے ساتھ لے کر آگے چلے اور ایک بستی میں پہونچے یہاں ایک بچہ جو کھیل رہا تھا پیکر حسن و جمال حسن صورت تھا قتل کر دیا۔

عزیز دوستو! اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر حضرت موسیٰ بلبلا اٹھے اور بیتاب ہوکر کہنے لگے قال اقتلت نفساً زکیۃً بغیر نفسٍ لقد جئت شیئاً نکرا کہ آپ بزرگوار نے کیا کر دیا اس مرتبہ تو آپ نے پہلے سے بھی بڑھ کر جرم نہیں بل کہ ظلم کیا ہے کہ آپ نے ایک معصوم بے گناہ نابالغ بچے کو جان سے مار ڈالا جس کو قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جاتا بل کہ جائز نہیں اس سے قصاص لینا حضرت خضرؑ فرمانے لگے کہ میں نے آپ سے یہ پہلے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر میرے حالات و واقعات و معاملات پر صبر نہیں کر سکیں گے فوراً حضرت موسیٰ خبردار ہو گئے فرمانے لگے اس مرتبہ میری غلطی کو معاف کر دیجئے اس کے بعد اگر میں نے آپ کی کسی فعل میں روکا ٹوکا تو میرا عذر آئندہ قبول نہ کریں گے اور مجھے اپنے سے جدا کر دیں گے بہرحال حضرت خضرؑ نے اس مرتبہ بھی معاف کر دیا اور ساتھ لے کر آگے چل دیئے یہاں تک کہ انطاکیہ یا ایلہ نامی بستی میں پہونچے لوگوں سے ملے تاکہ بستی والے انہیں مہمان سمجھ کر کھانا وغیرہ کھلا دیں گے مگر یہ سعادت اور نیک بختی ان بستی والوں کی قسمت نہیں تھی چناں چہ ان بستی والوں نے ان برگزیدہ بندوں کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔

سامعین عظام! یہ معاملہ دیکھ کر ایسے خسیس و بخیل و بداخلاق لوگوں پر غصہ آنا چاہیے تھا لیکن نہیں، حضرت خضرؑ نے غصہ کی جگہ بستی والوں پر رحم و کرم کا معاملہ فرمایا کہ اس

بستی میں ایک بہت بڑی دیوار تھی جو گرنے کے قریب تھی لوگ ڈر سے اس دیوار کے قریب سے نہیں گذرتے تھے کہ کہیں گر نہ جائے لیکن حضرت خضر نے اپنے دست مبارک کو لگا کر اس دیوار کو سیدھی کردیا جس سے اس کے گرنے کا خطرہ جاتا رہا حضرت موسیٰ نے اس معاملہ کو دیکھ کر فرمایا، حضرت بستی والوں نے تو ہماری مہمان نوازی نہیں کی اور آپ نے ان کی مفت اور بغیر اجرت کے دیوار سیدھی کردی، اگر آپ کچھ اجرت لے کر ٹھیک کردیتے تو ہمارے کھانے وغیرہ کا بھی اہتمام ہو جاتا اور ان بخیلوں کو تنبیہ ہو جاتی شاید اس فعل سے اپنی بداخلاقی، بے مروتی پر شرماتے اور آئندہ کسی ضرورت مند مسافر کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہ کرتے حضرت موسیٰ کی یہ ساری باتیں سن کر حضرت خضرؑ نے فرمایا قال ھذا فراق بینی و بینک الخ اے موسیٰ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آچکا ہے اس لیے آپ حسب وعدہ مجھ سے جدا ہو جایئے اور جانے سے پہلے آپ مجھ سے ان چیزوں کی حقیقت اور ان واقعات کا راز، بھید سن لیجئے جس پر آپ کے صبر وضبط کا پیمانہ رک نہ سکا حضرت خضرؑ نے پہلے واقعہ کا راز بتلایا اور فرمایا اما السفینۃ فکانت للمساکین یعملون فی البحر فاردت ان اعیبھا و کان ورائھم ملک یاخذ کل سفینۃ غصبا اے موسیٰ میں نے تختہ توڑ کر کشتی کو عیب دار اس لیے بنایا تھا کہ ایک ظالم بادشاہ آگے ہے۔ جو ہر اچھی کشتی کو زبردستی چھین لیتا ہے اس لیے میں نے اس کو عیب دار بنا کر بادشاہ کے ہاتھوں سے بچا دیا، اس لیے کہ یہ کشتی چند مساکین لڑکوں کی ہے، جو اس کے ذریعہ اپنی روزی چلاتے ہیں، حضرت کعب بن احبارؓ سے مروی ہے کہ یہ دس بھائی تھے۔ پانچ بھائی اپاہج اور لنگڑے اور پانچ تندرست بھائی، اس کشتی پر کام کر کے ان اپاہج لنگڑے بھائیوں کا خرچہ برداشت کرتے ہیں۔ پھر دوسرے واقعہ کا راز بتایا اور فرمایا و اما الغلام فکان ابواہ

مومنین فخشینا ان یرھقھما طغیانا و کفرا اے موسیٰ یہ مقتول بچہ کی تقدیر میں کفرو شرک لکھا ہوا ہے اور اس کے والدین ایمان والے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑکے کی محبت میں لڑکے کے رنگ میں والدین رنگ جائیں اس وجہ سے اس بچہ کو قتل کیا، حضرت خضرؑ کی یہ دور اندیشی اپنی عقل وفہم سے نہیں تھی بل کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وحی کی گئی تھی کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو والدین اس کے کفر وشرک میں مبتلاء ہو جائیں گے اور کافر ہو جائیں گے اس وجہ سے حضرت خضرؑ نے اس کو قتل کر ڈالا کہ اللہ ان نیک بندوں کو اس لڑکے کے عوض اس سے بہتر صالح اولاد عطا فرمائے جو دیندار ہو، اعمال واخلاق کے مخزن، پاکیزہ صورت و سیرت ہو، چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بدلے ایک نیک لڑکی عطا کی جس کے شکم مبارک سے ایک نبی نے جنم لیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دو نبی پیدا ہوئے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس لڑکی کا نکاح ایک نبی سے ہوا اور پھر ان سے ایک نبی پیدا ہوا اور اس کے ذریعہ اللہ نے ایک بڑی گمراہ کن مخلوق کو ہدایت عطا فرمائی آگے حضرت خضرؑ ارشاد فرماتے ہیں اے موسیٰ جس دیوار کو میں نے اللہ کے حکم سے سیدھی کیا ہے اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ دفن تھا جو اس بستی میں رہتے ہیں ان کا باپ بڑا ہی نیک و بزرگ، صالح رجل تھا اس کے نیک اور زاہد وعابد ہونے کی وجہ سے اللہ نے اس دیوار کو سیدھی کرنے کا حکم فرمایا تا کہ اس کے خزانے کی حفاظت ہو جائے، اور جوان ہو کر اپنے مال کو حاصل کر لے، اگر دیوار گر جاتی تو اس بستی کے بدبخت، بداخلاق لوگ اس مال کو لوٹ لیتے اور یتیم بچے اس سے محروم ہو جاتے۔ واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحا فاراد ربک ان یبلغ اشدھما ویستخرجا کنزھما

رحمة من ربک و ما فعلته عن امری ذالک تاویل ما لم تسطع علیه صبراً

حضرت ابوداؤ فرماتے ہیں کہ وہ سونے اور چاندی کا ذخیرہ تھا آخر میں حضرت خضرؑ حضرت موسیٰؑ سے فرماتے ہیں اے موسیٰ میں نے یہ تمام کام اپنی عقل وفہم سے نہیں کیا اپنی مرضی اور فیصلے سے نہیں کیا اس کے بعد حضرت خضرؑ حضرت موسیٰؑ سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو کسی فن، کسی لائن، کسی فعل پر اگر اونچائی کا مرتبہ عطا کرے تو اپنے آپ کو بڑا نہیں جاننا چاہئے کیونکہ اس کے اوپر بھی کوئی نہ کوئی بڑا ہوگا اسی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پکڑ کی ہے تا کہ کوئی شخص اپنے آپ کو بڑا نہ جانے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں کہنے سے زیادہ عمل کی توفیق دے۔

(آمین یارب العٰلمین)

زندہ رہنا ہے تو میر کارواں بن کر رہو!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

میرے بھائیو! عزیزو اور دوستو! میں نے آپ کے سامنے سورہ انعام کی یہ آیت پڑھی جو فوری طور پر میرے ذہن میں آئی کسی غیبی طاقت نے میرے کان میں کہا، اس عظیم مجمع کو دیکھو، جو لاکھوں کی تعداد میں تمھارے سامنے ہے، اس غیر معمولی تعداد کا تصور پہلی صدی ہجری میں بڑے سے بڑا جنگجو، غیر معمولی دور بیں، حوصلہ مند، صاحب فراست اور بڑے سے بڑا پیشین گوئی کرنے والا بھی نہیں کرسکتا تھا کہ دنیا ہی میں نہیں پورے کرۂ ارض بھی نہیں، ایک ایسے قصبے میں، جو جزیرۃ العرب سے سات سمندر پار ہے اور جو زبان، تہذیب، قانون، قومیت اور نسل و مذہب، کسی بھی رشتہ سے جزیرۃ العرب سے منسلک نہیں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو سکے گی، قرآن مجید کی اس آیت پر دوبارہ غور کیجئے اور پہلی صدی ہجری کے ان حالات کو یاد کیجئے جو مسلمانوں کے ساتھ مدینہ طیبہ میں پیش آئے تھے۔

قرآن مجید مسلمانوں کو مخاطب کر کے (جن کی تعداد اس وقت چند ہزار سے زیادہ تھی) کہتا ہے "جب تم تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، ہر وقت

ڈرتے تھے کہ تم کو کوئی جھپٹا مار کے اچک نہ لے جائے (یہاں پر قرآن مجید نے تخطف کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی جھپٹا مارنا اور اڑا کر لے جانا ہیں) حالت یہ تھی کہ تم تھرتھر کانپتے تھے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو چھوڑیئے کہ حجاز بلکہ صرف قریش کا قبیلہ ہمیشہ کیلئے اس چراغ کو گل کرنے کے لیے کافی ہوتا، قرآن مجید کے اندر مندرجہ ذیل آیت میں پھونک مار کر بجھانے کی تعبیر استعمال کی گئی ہے:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ

یہ صرف ادبی لفظ نہیں، اس کے سارے الفاظ معجز ہیں، اس لفظ میں ایک سچی اور صحیح تصویر ہے، حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کی زندگی کا چراغ اور اسلام کے چراغ کو ہر وقت گل کیا جاسکتا تھا۔ اس کے بجھانے کے لیے کسی پنکھے کی ضرورت نہیں تھی بل کہ وہ منھ کی پھونک سے بجھایا جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دو تین جگہ قرآن مجید میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کے حالات کی صحیح اور سچی تصویر پیش کی گئی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

اور تم کو پناہ دی اور تم کو نصرت خداوندی اور آسمانی مدد کے ذریعہ تمھاری تائید کی اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حلال و پاک چیزوں میں سے تم کو عطا فرمایا تاکہ تم شکر ادا کرو، طیبات کا لفظ عام ہے، سلطنت سے لے کر مطلق العنان و با اختیار سلطنت تک اور سلطنت کے وقتوں میں جو عزت ہوتی ہے، جو اعزاز و اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جو قانون سازی کی طاقت آزادی و خود مختاری اور بلندی و برتری حاصل ہوتی ہے، یہ سب طیبات میں آتا ہے۔

وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

کہ شاید تم شکر کرو، اور تمھارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو، آج میں انسانوں کا جنگل دیکھ رہا ہوں اور اس وقت کو یاد کر رہا ہوں جب ہزار مسلمانوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے یہ احسان جتلایا تھا، لیکن آج ہماری کیا حالت ہوگئی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ایک قصبہ میں دین کے خادموں کی ایک آواز پر دنیا کے دور دراز گوشوں سے کتنے انسانوں کو جمع کر دیا ہے، ہر ملک کے لوگ یہاں اس طرح جمع ہو گئے ہیں، اگر بے ادبی نہ ہو تو بلا تشبیہ میدان عرفات کا نقشہ یہاں دکھائی دے رہا ہے، جو طاقت مسلمانوں کو میدان عرفات میں جمع کرتی ہے وہی طاقت اور سنت ابراہیمی کی وہی کشش ہے جس نے آج اس قصبہ میں لاکھوں مسلمانوں کو یکجا کر دیا ہے۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ.

تیری سپہ انس وجن تو ہے امیر جنود

مکہ مکرمہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو سنت ابراہیمی اور سنت محمدی کی وجہ سے، مدرسہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو اس میں بھی سنت ابراہیمی اور سنت محمدی کی کشش کو دخل ہے اور آج بھی اس آواز میں وہ غیر معمولی طاقت اور کشش ہے، جس کو اگر مسلمان سمجھ لیں تو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی حکومت میں وہ اثر اور طاقت نہیں جواب بھی ایمان کی آواز میں ہے، اقوام متحدہ سو بار جئے، سو بار مرے، امریکا، اور روس جیسی بڑی بڑی طاقتیں مر مر کے زندہ ہوں، پھر بھی ان کی آواز میں وہ طاقت وتاثیر نہیں جو اسلام کی

آواز میں ہے، جس طرح مقناطیس لوہے کے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اسی طرح آج بھی اس آواز میں وہ کشش توانائی اور مسیحائی ہے جو دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے، ہمیں اور آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کیا چیز تھی جس نے قلیل تعداد کو کثیر تعداد پر غالب کر دیا۔

میں نے عربوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو "لا شئی" سے "کل شیء" بنا دیا اور میں آپ سے ایک بار نہیں چار بار کہتا ہوں کہ آپ کچھ نہ تھے، سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کے طفیل عطا کر دیا۔

ذرا سوچئے تو سہی! آپ ہندوستان میں کس چیز کی پرستش کر رہے تھے؟ شجر وحجر سے لے کر ہر چیز آپ کے لیے معبود ومسجود بننے کے لائق تھی، پستیوں، ذلتوں، جہالتوں اور شقاوتوں اس بحر ظلمات سے آپ کو کس نے نکالا ہے؟ یہ وہی انبیائے کرام کی دعوت تھی جو آخری طور پر قیامت تک کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس دنیا کو پہونچی، اگر عربوں پر یہ احسان ایک مرتبہ ہے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان سو بار ہے۔

میں عربوں سے بار بار خطاب کرتا ہوں اور جن کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوں، یہ ان کی عالی ظرفی اور کریم النفسی ہے کہ میں نے ان کو جھنجھوڑا تو جھک گئے اور جب بھی میں نے ان کو پکارا تو انھوں نے آواز دی اور جب بھی ان کا ایک محتسب کی طرح احتساب کیا، انھوں نے اس کو برداشت کیا، حالاں کہ مجھے اس کا کوئی حق نہ تھا، میں تو اس میخانہ کا ایک ادنیٰ میخوار ہوں۔ اب میں آپ سے کہوں گا اور سو بار کہوں گا کہ خود کو یاد کریں کہ آپ کہاں تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہاں پہونچا دیا؟

میرے دوستو اور بزرگو! آپ اپنی حقیقی عظمت کے راز کو سمجھئے کہ دنیا میں

اب تک ہزاروں طوفان، آندھی اور سیلاب کے باوجود آپ اب تک کیوں باقی ہیں؟ ایک ہندوستان ہی کی تاریخ کو دیکھ لیجئے، یہ زمین جس کو حالی نے "اَکَّالُ الْاَرْضِ" اور ہندوستانی تہذیب و مزاج کو "اَکَّـالُ الْاَرْضِ" سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی جو قوم یہاں آئی وہ تحلیل ہو گئی اور اس نے اپنی قومی خصوصیات و امتیازات کو کھو دیا اور "ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد" کا منظر سامنے آتا رہا، اس میں نہ تو آریائی نسلیں باقی رہیں نہ دوسری قومیں۔ جو بھی یہاں آیا وہ اس کے رنگ میں رنگ گیا، لیکن وہ کیا چیز تھی جس نے اپنے آپ کو اپنے تشخص کے ساتھ باقی رکھا ہے؟ وہ ہے عقیدۂ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستگی، اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار اور اس کے سامنے ساری طاقتوں کا انکار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی محبت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا۔

یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر ہم اس قابل ہوئے کہ اس منظر کو دیکھ سکیں۔ ہم ان عربوں کو اس لیے جمع کرتے ہیں کہ ان سے ملیں اور ان سے کہیں کہ اے ہمارے مرشدو! اے ہمارے استاذو! تم نے ہم کو جو سبق پڑھایا تھا اور جو مبلغ ہندوستان بھیجے تھے ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں اور ہم کندۂ ناتراش نہیں ثابت ہوئے۔ محمد بن قاسم ثقفی اور دوسرے بزرگان دین (خواہ براہ راست عرب سے آئے یا دوسرے ملکوں سے ہو کر) جو سبق لے کر آئے تھے وہ سبق ہم یاد رکھا اور ہم نے آپ کو اسی لیے بلایا ہے کہ ہم اپنا سبق سنائیں اور یہ زبان حال سے سن رہے ہیں اور حیرت زدہ ہیں کہ اس ہندوستان میں اتنے غیور مسلمان، شمع اسلام کے اتنے پروانے اسلام کی شمع کو اس طرح جلا سکتے ہیں اور علم کی شمع پر اتنے پروانے جمع ہو سکتے ہیں، ہم نے ان عربوں کو دارالعلوم کی تاریخ

سنانے اور اس کے کارناموں کی عظمت سے باخبر کرنے کے لیے جمع نہیں کیا ہے بل کہ ہم انھیں کے مشہور شاعر ابو فراس ہمدانی کا وہ شعر سنانا چاہتے ہیں جس میں اس نے کہا تھا

صَنَائِعَ فَاقَ صَانِعُهَا فَفَاقَتْ
وَغَرْسٌ طَابَ غَارِسُهُ فَطَابَا
وَكُنَّا كَالسِّهَامِ إِذَا أَصَابَتْ
مَرَامِيهَا فَرَامِيهَا أَصَابَا

(کارنامے جن کو بنانے والے بڑے بلند و عالی مرتبہ تھے، وہ بڑے روشن ہیں، وہ پودا جس کا لگانے والا بڑا کریم، بڑا شریف، بڑا عالی ستعداد تھا، وہ پودا خوب کامیاب نکلا اور خوب برگ و بار لایا۔

ہم تو تیر تھے، جب تیر انداز نے کمان میں جوڑ کر ان تیروں کو چلایا تو وہ اپنے نشانے پر بیٹھے۔ تو تیروں کی تعریف ہے اور تیر انداز کی بھی تعریف ہے)

حضرات! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عظمت اور تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیے ہم مسلمان ہیں، ہم کو اس کا اقرار ہے ہم اس ملک میں پورے اسلامی امتیازات اور مکمل اسلامی تشخصات کے ساتھ باقی رہیں گے یہ ہمارا فیصلہ ہے۔

بزرگو! اور دوستو! ہجرت کا فلسفہ کیا ہے، ہجرت کا شرعی حکم کیوں ہے؟ اسی لیے کہ جس زمین پر احکام اسلام پر عمل نہ ہو سکے اس سرزمین کو چھوڑ دینا فرض ہے، ہم اس ملک میں اس حالت میں نہیں رہ سکتے کہ ہم اپنے تمام تشخصات و امتیازات سے دست بردار ہو جائیں اور اپنے مابہ الامتیاز عقائد کو چھوڑ دیں، اپنے عقیدۂ توحید و رسالت، ایمان بالآخرۃ سے دست کش ہو جائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

محبت وعقیدت اور آپ کی سنت پر چلنے کے جذبہ سے ہم خالی اور عاری ہو جائیں۔

ہم صاف اعلان کرتے ہیں، اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کریں کہ ہم ایسے جانوروں کی زندگی گزارنے پر ہرگز راضی نہیں جن کو صرف راتب چاہئے اور ان کو Self Security چاہیے کہ ان کو کوئی مارے نہیں، ہم ہزار بار ایسی زندگی گزارنے اور ایسی حیثیت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، ہم اس سرزمین پر اپنی اذانوں اور نمازوں کے ساتھ رہیں گے بل کہ ہم تراویح اور اشراق وتہجد تک چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے، ہم ایک ایک سنت کو سینے سے لگا کر رہیں گے اور رسول اللہ اکرم کی سیرت کو سامنے رکھ کر کسی ایک نقش بل کہ کسی نقطہ سے بھی دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔

لیکن۔۔۔۔ عزیزو اور دوستو! اسوقت جبکہ پورے ملک اور عالم اسلام کا جو ہر اور دل ودماغ ایک جگہ جمع ہے اور یہاں ایسے لوگ جمع ہیں جن کا فتویٰ سکہ رائج الوقت کی طرح چلتا ہے، میں ان تمام حضرات کی موجودگی میں کہتا ہوں، آپ یہاں سے عہد کر کے جائیں کہ ہم کو اس ملک میں مسلمان بن کر ہی رہنا ہے اور ہم کسی قیمت پر اس سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

میرے بھائیو! آپ اپنی طاقت اور اپنی قوت سے آشنا ہوں ۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

آپ اپنے ساتھ تو انصاف کیجئے، مسئلہ ایک مدرسہ یا کسی جامعہ کا نہیں، نہ کسی مکتب خیال کا مسئلہ ہے اور نہ کچھ منصوبوں اور عمارتوں کی تکمیل کا مسئلہ ہے، مسئلہ صرف علوم اسلامی کے باقی رکھنے اور اسلامی شخصیت کے تحفظ کا نہیں ہے، آج مسئلہ ہے اس

ملک کی قیادت کا آپ دوسروں کے پیچھے چلنے کے لیے ہرگز نہیں پیدا کیے گئے اور نہ خدا نے آپ کو اس ملک میں اس لیے بھیجا ہے کہ آپ دوسروں کے غاشیہ بردار ہوں اور آپ لوگوں کے اشاروں کو دیکھیں اور ان کے چشم وابرو کو پہچاننے کی کوشش کریں کہ ملک کس رخ پر جارہا ہے ہم کسی قومی دھارے سے واقف نہیں ہم تو صرف اسلامیات کے دھارے کو جانتے ہیں، ہم تو دنیا کی قیادت وامامت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

حضرات! آج ملک خودکشی کے لیے قسم کھا چکا ہے، وہ آگ کی خندق میں گرنے کے لیے تیار ہے، وہ اخلاق اور انسانیت کشی کے دلدل میں ڈوب رہا ہے، آپ ہی ہیں جو ہندوستان میں کیا پورے ایشیا میں اس ملک کو بچا سکتے ہیں، آپ اللہ اور رسول کی بات کہیے، آپ کو کوئی ضرورت نہیں کہ آپ نیلام کی منڈی میں اتر آئیں اور آپ سودا کرنے لگیں کہ ہماری بولی بولی جائے، آپ متاع نایاب ہیں اللہ کے سوا آپ کی خریداری کا کوئی حوصلہ نہیں کرسکتا، اس لیے میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کاش میں آپ کے دلوں اور دماغوں پر چوٹ لگا سکتا، میں صرف آپ سے کہتا ہوں، کہ اس ملک کو صرف تنہا آپ بچا سکتے ہیں اس لیے کہ آپ کے پاس عقیدہ توحید اور انسانی اصول ومساوات ہے، آپ کے پاس اجتماعی عدل کا مکمل نظام موجود ہے، آپ ہی ہیں جو ہر چیز سے بالاتر ہیں، آپ ہی ہیں جن کے پاس ایمان بالآخرۃ ہے اور جو "العاقبۃ للمتقین" رکھتے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی نظر طاقت اور قوت پر رہا کرتی ہے اور جن کی نگاہ میں مال ومتاع اور اکثریت ہی سب کچھ ہے اور نہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو انتخاب میں کامیابی اور پارلیمنٹ تک پہونچ جانے ہی کو سب سے بڑی معراج سمجھتے ہیں۔

بزرگو اور دوستو! جو دولت کے فلسفے پر ایمان رکھتا ہے اور ہر چڑھتے سورج کو پوجنے لگتا ہے وہ ڈوب کر رہے گا، اس کو کوئی بچا نہیں سکتا، مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ عرب ممالک اس سے بہتر حالت میں نہیں اور یہ میں آپ سے اردو میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں ان سے ڈرتا ہوں، میں نے ان سے بارہا کہا ہے:

"لَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰی اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ"

اس کو میں نے مکہ اور مدینہ میں کہا اور ہر جگہ میں نے یہی صدا لگائی کہ وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی نصرت پر بھروسہ رکھتا ہے، اگر ہندوستانی مسلمان اپنے اندر ایمانی خصائص پیدا کرلیں تو آج بھی آتش نمرود سرد پڑ سکتی ہے اور وہی انداز گلستاں پیدا ہو سکتا ہے۔

میرے عزیزو اور دوستو! میں پورے وثوق کیساتھ کہتا ہوں کہ مولانا قاسم نانوتویؒ اور ان کی روح کا یہی پیغام ہے، حضرت شیخ الہندؒ اسی میں جلتے اور جھلستے رہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور مولانا مدنیؒ اپنے اپنے خاص طرز اور اسلوب سے اسی کے لیے ہمیشہ سوزاں اور لرزاں رہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنی خصوصیات اور ملی تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیں، قرآن وسنت کو سینے سے لگائے رکھیں، اختلافی مسائل چھیڑنے کے بجائے توحید وسنت پر زور دیں، دیو بند کا یہی پیغام ہے اور اس کی یہی خصوصیت رہی ہے کہ انھوں نے سرمایہ ملت کو بچانے کی کوشش کی اور اختلافی مسائل کو عوام کے سامنے نہیں لائے۔

یہ دیو بند وارث ہے حضرت مجدد الف ثانی کا اور اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس کو سمجھنا چاہیے یہ میرا مقام نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں، اور حضرت مجدد الف ثانی کے وارث ہیں حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ متقدر بزرگوں میں سے کسی کو بھی اس میں کلام نہیں کہ یہ حضرت شاہ ولی اللہ کا گلستان اور ان کا مکتب فکر ہے، جو دیو بند کی شکل میں اس وقت سامنے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں صحیح العقیدہ درس گاہیں ہیں وہ شاہ ولی اللہ کی شمع فروزاں اور اسی کی تجلیات ہیں۔

منصب قیادت وحفاظت ملک وملت کا فریضہ

حضرات! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے لیے قائد کا مقام اختیار کیجئے۔ آپ سمجھئے کہ آپ کی حیثیت ملک میں قائد کی ہے، میرے لیے یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مسلمانوں کو یہ کرنا چاہیے، کون یہ کہنے کا حق رکھتا ہے، کیا نبی عربیؐ کے بعد کوئی اور پیغمبر پیدا ہوگا، کیا کتاب اللہ کے بعد اور کوئی کتاب آسمان سے نازل ہوگی، کیا شریعت محمدیؐ کے بعد کوئی اور شریعت آئے گی؟ ہم سے کہنے والا صرف اللہ اور اس کا رسولؐ ہے، ہمارا ساتھ دینے والی ہماری آسمانی کتاب اور سنت رسولؐ ہے، آپ یہ عہد کر کے یہاں سے جائیے کہ آپ کو ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں رہنا ہے اور کتاب وسنت کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھنا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کے لیے تیار رہنا ہے۔ اگر آپ ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں ہیں تو انشاء اللہ آپ عزت کے ساتھ سربلند اور سرخرو ہیں۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

حضرات! یہ دار العلوم دیو بند کے فضلاء جن کو دستار فضیلت ملنے والی ہے

ان سے اس درس گاہ کی تین چار اہم خصوصیات کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔

(۱) اس درسگاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اختلافی مسائل کے بجائے توحید وسنت پر اپنی توجہ مرکوز کی (اور یہ وہ وراثت اور امانت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کے وسیلہ سے اس کو ملی اور ابھی تک اس کو عزیز ہے)۔

(۲) اتباع سنت کا جذبہ اور فکر

(۳) تعلق مع اللہ کی فکر اور ذکر وحضوری اور ایمان واحتساب کا جذبہ۔

(۴) چوتھا عنصر ہے اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش

یہ چار عناصر مل جائیں تو دیوبندی بنتا ہے، اگر ان میں سے کوئی عنصر کم ہو جائے تو دیوبندیت ناقص۔ فضلائے دارالعلوم دیوبند کا یہ شعار رہا ہے کہ وہ ان چار چیزوں کے جامع رہے ہیں۔

اب میں عام آدمیوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس میں آپ کا بھی حصہ ہے اور یہ صرف فضلاء کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ آپ بھی یہاں سے پیغام لے کر جایئے کہ عقیدۂ توحید کو سینے سے لگانا ہے، اور آپ کے گرد جو شرک اور فتنہ کا دھارا بہہ رہا ہے اس سے الگ رہنا ہے توحید پر آپ قائم رہیں، اتباع سنت اور فرائض کی پابندی کا جذبہ آپ کے اندر ہو اور تعلق مع اللہ کی کوشش کرتے رہیں، آپ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذاکر ومذکور، محب ومحبوب اور عبد ومعبود کا ہونا چاہیے۔ یہی تعلق آپ کے دل ودماغ اور آپ کے اعصاب پر حاوی ہونا چاہیے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

جہیز کی تباہ کاریاں

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پر بت جس نے توڑ دیئے
دنیا کو دیا احساس سکون اور انسان کے رخ موڑ دیئے

الحمد لله رب العلمين الذى جعل المسلمين كبنيان المرصوص وبعث لهدايتهم وارشادهم اسلامهم بالخصوص والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وعلىٰ آله واصحابه اجمعين . امابعد!

عن عبد الله بن عمر رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدنيا كلها متاع وخير متاع المراة الصالحة.

(رواه مسلم)

پڑھو مل کر درود اے دوست اس پاک طینت پر
ملائک بھی نہ سبقت کر سکے ہیں جن کی عظمت پر
سماج قوم کی تشکیل کی تھی جس نے فطرت پر
جہاں بانی کی راہیں بھی ہیں نازاں جن کی آمد پر

معزز سامعین کرام! میں نے آپ کے سامنے پیارے حبیب دو جہاں کے سردار نبی تاجدار مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پڑھی ہے اپنے باتوں کو شروع کرنے سے پہلے اس حدیث پاک کا ترجمہ کر دینا زیادہ مناسب ہے رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”الدنیا کلھا متاع“ دنیا تمام کی تمام متاع ہے اور فرمایا ”خیر متاع الدنیا المراة صالحة“ کہ دنیا کی متاع میں سب سے بہتر متاع یعنی سامان ایک نیک عورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا: ”ھن لباسلکم“ عورت تمہاری لباس ہے۔

سامعین کرام! جب ہم ایک طرف حدیث پاک کو رکھتے ہیں اور دوسری طرف اپنی سماجی زندگی کو رکھتے ہیں تو ہمیں مسلمان کہلاتے ہوئے شرم آتی ہے، کیوں کہ اپنے عمل سے نہ قرآن پر عمل کرتے ہیں۔

نہ تو اسلام کا احترام کرتے ہیں

نہ ایمان کا احترام کرتے ہیں

نہ نماز کا احترام کرتے ہیں

نہ روزے کا احترام کرتے ہیں

بل کہ بعض اوقات ان پر عمل کرنے والوں کا ہم مذاق بناتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے دکھاوا ہے۔

کوئی کہتا ہے جمانے کے لیے ہے

کوئی کہتا ہے چند دن کے لیے ہے

مگر افسوس ہے کہ نہ تو خود ہم سدھرتے ہیں نہ ہی دوسروں کو صحیح راہ دکھاتے ہیں، ہمارا یہ معاشرہ بے شمار گندگیوں سے بھرا پڑا ہے دین کی چاہت کم ہوئی اور دنیا سے ہماری عظمت گم ہوئی کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔

ہم میں اخلاقی برائی پائی جاتی ہے

ہم میں سماجی برائی پائی جاتی ہے

ہم میں اعتقادی برائی پائی جاتی ہے

ہم میں طبقاتی برائی پائی جاتی ہے

ہم میں بے پردگی کی برائی پائی جاتی ہے

ہم میں جہیز کی برائی پائی جاتی ہے

ہمارا یہ حال ہے

بزرگو دوستو! اپنے شناخت کا خیال ہم نہیں کرتے اخلاقی گراوٹ کا اندازہ لگانے کے لیے صرف ایک واقعہ ہی کافی ہو سکتا ہے، واقعہ یوں ہے کہ ایک ہندوستانی فرانس چلا گیا وہاں نوکری لگی تو کسی عیسائی کے یہاں یہ ہندوستانی وہاں رہتا رہا اپنے مہینے کی تنخواہ اپنے مالک کے پاس ہی جمع کرتا رہا محض یہ سوچ کر کہ جب گھر لوٹیں گے تو ایک ساتھ لے لیں گے مگر عین وقت پر اس عیسائی مالک نے پیسہ دینے سے انکار کر دیا یہ بہت رویا دھویا سفارش کرائی مگر کسی کی نہ چلی بالآخر کسی نے مشورہ دیا کہ فلاں پادری سے جا کر حال دل سناؤ ہو سکتا ہے کہ کوئی روا مل جائے جب ان نے اپنی بات اس پادری کو سنائی تو اس نے ایک پرچہ لکھ دیا اور کہا کہ اس کو کھولنا مت جاؤ تمہارا کام ابھی ہو جائے گا وہ شخص جب پرچہ اپنے مالک کو دیتا ہے تو بزرگو دوستو! اس کا مالک کانپنے لگتا ہے اور فوراً سارا پیسہ حساب کر کے دے دیتا ہے اور مزید کچھ انعام دیتا ہے پھر معافی بھی مانگتا ہے اس نے پیسے تو لے لیے مگر سوچا کہ جا کر اس پادری سے پوچھنا چاہیے کہ آخر اس نے اس پرچہ میں لکھا کیا تھا، جب پادری سے پوچھا تو اس نے کہا کہ تمہیں آم کھانے سے مطلب رکھنا چاہیے پیڑ گننے سے نہیں مگر اس ہندوستانی نے کہا حضور ہم ہندوستان میں بڑے بڑے پنڈت اور بڑے بڑے علماء کو دیکھا مگر ان کی تعویذ اتنی جلدی اثر نہیں کرتی، آخر ایسی کیا بات ہے آپ ضرور بتلا دیجیے تو اس پادری نے کہا اچھا سننا چاہتے ہو تو سنو!

میں نے اس پرچہ میں صرف اتنا سا لکھا تھا کہ تم بھی مسلمان ہو گئے ہو؟ وہ ہندوستانی خود مسلمان تھا شرم سے گر گیا جانتے ہو اس پادری کا مطلب یہ تھا کہ دھوکہ تو مسلمان دیتے ہیں تم کب مسلمانوں کے طریقے پر چلنے لگے فریب چیٹنگ تو صرف ان کا کام ہے تم کو یہ زیبا نہیں اس مسلمان کا پیسہ دے کر اپنے مذہب کی عزت رکھ لو۔

بزرگو اور دوستو! ہمارے اخلاق کا اندازہ آپ سے جملہ سے لگا سکتے ہیں جو اس پادری نے لکھا تھا ہمارے معاشرے میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئیں ہیں، جس کا ذکر کروں گا جس کا تعلق شادی بیاہ سے ہے اور وہ جہیز کی لعنت ہے ہمارے معاشرہ میں

جہیز کا وجود خود ہماری اخلاقی کمزوری کی ایک کڑی ہے ہم نے اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ دیا اور ہم ذلیل ہو گئے۔

آج مسلماں ذلیل ہو رہے ہیں
کہیں باپ ذلیل ہو رہا ہے
کہیں ماں ذلیل ہو رہی ہے
کہیں بھائی ذلیل ہو رہا ہے
کہیں چچا ذلیل ہو رہا ہے

سب کی سمجھ سے باہر ہے کہ ہم کیا کریں اس ذلت کو کیسے اس ذلت کا علاج کیسے کریں مگر افسوس یہ ساری باتیں صرف اس وقت ہوتی ہے جب اپنے پہ پڑتی ہیں جب جہیز کی مصیبت اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوتی ہے خود ہم ہی تو پہلے جرم کرتے ہیں ایک وہ لوگ تھے جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لایا کرتے تھے، شیاطین اور دجل وفریب کے ہرکارے ناراض ہوتے تھے اور آج ایک ہم ہیں کہ ہمارے اعمال سے لوگ گھن کرتے ہیں اور شیاطین خوش اور مگن ہوتے ہیں ۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

سامعین کرام! جہیز کی برائی جو ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے بلاشبہ کہا جاسکتا ہے یہ اسلام کے نام ونہاد ٹھیکیدار علماء سوء کی وجہ سے ہے یہ دین کے ٹھیکیدار نہیں یہ غدار ہیں۔

ان حضرات نے خود مانگ کی اور قوم سیکھ گئی
ان حضرات نے خود بھیک مانگی اور قوموں کو بھکاری بنادیا
ان حضرات نے خود اپنا لنگوٹا ڈھیلا کرلیا اور قوم کو ننگا کر دیا

ایک طرف یہ حضرات دین کی دہائی دیتے ہیں اور دوسری طرف خود دین کے خلاف کام کرتے ہیں کون سا گاؤں کون سا شہر ہے جہاں ہمارے ان مہربانوں نے خرافات نہ پھیلائی ہو کیا ہمارے اس گاؤں میں ایسا نہیں ہوا ضرور ہوا علماء کرام نے کیا آپ کو معلوم آج لوگ بیٹی ذات سے نفرت کرنے لگے ہیں سوچو مسلمانوں ہمارے نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بیٹی پر جنت کی بشارت دی بیٹی کو رحمت فرمایا بیٹی کو نعمت فرمایا پھر آج ایسا کیوں ہو رہا ہے کہ۔

جنت جہنم بن گئی

رحمت زحمت بن گئی

نعمت مصیبت بن گئی

یہ سب ہمارے اعمال کی وجہ سے ہے اگر ہمارے اعمال صحیح ہوتے تو آج یہ معصوم دوشیزائیں

نفرت سے نہ دیکھی جاتیں

انجکشن سے نہ ماری جاتیں

بے حیثیت نہ سمجھی جاتیں

دردر کی ٹھوکریں نہ کھاتیں

غور کیجیے! تو سمجھ میں آئے گا کہ ہم نے اسلامی تہذیب کے بجائے جاہلی تہذیب کو اختیار کر لیا۔

ہم نے اسلامی مشن کے بجائے جاہلی مشن کو گلے لگالیا۔

ہم اسلامی برتری کو چھوڑ کر جاہلی برتری کو اپنا لیا۔

ہم نے اسلامی وقار کی جگہ جاہلی وقار کو دیدی

ہم نے اسلامی عظمت کو جاہلی کلفت سے بدل دیا

یہ سب کیا ہے ایسا کیوں ہے کیا ہمیں احساس نہیں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں ہمیں خیال نہیں کہ ہم لوگ نبی کے نام لیوا ہیں ہمیں سوچ نہیں کہ ہم لوگ دین حنیف کے قیامت تک علم بردار ہیں ہمیں غم نہیں ہی کہ ہمارے عمل سے ہمارا دین بدنام ہو رہا ہے کتنے گھر اجڑ رہے ہیں کتنی مائیں گنہگار ہو رہی ہیں کتنے باپ ظالم ہو رہے ہیں کتنے شوہر دجال بن رہے ہیں کتنے بھائی خودکشی کر رہے ہیں کتنی لڑکیاں بے بیاہی بوڑھی ہو رہی ہیں۔

بزرگو دوستو! کہیں مہر کا قہر ہے
کہیں جہیز کی لہر ہے
کہیں ظلم کا طوفان ہے
کہیں بستا گھر ویران ہے

آج سب حیران و پریشان ہیں ہمیں غیروں کا طریقہ چھوڑنا ہوگا غیروں سے ناطہ توڑنا ہوگا یہود سے منہ موڑنا ہوگا، اسلام سے خود کو جوڑنا ہوگا بھلا یہ کیا انصاف ہے۔

ستم ہے نام لیتے ہیں نصاریٰ کی عداوت کا
مگر نصرانیت و مغربیت دل سے ہے پیاری

آیئے! ہم سب مل کر عہد کریں کہ ہم مسلمان ہیں مسلماں رہیں گے اسلام کے پیروکار بنیں گے دین کا سدا ہم دم بھریں گے اللہ پاک سے ہم سب دعا کریں کہ اللہ ہمارے معاشرہ سے تمام برائیوں کو دور کردے، خصوصاً معاشرے کی ایک انتہائی غلیظ بیماری جہیز یالین دین کی بدعت کو ختم کردے اس نحوست سے نجات دیدے، اس بدعت و لعنت سے بچالے اور ہمیشہ قرآن وحدیث و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ حدیث کے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وما علینا الا البلاغ

نعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سواری لے جانے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں جانے کو جی چاہتا ہے
ذکر مصطفیٰ ہو جہاں جائیں ہم وہاں
ایسی محفل سجانے کو جی چاہتا ہے
بہت دور ہے تجھ سے ہاں! منزل میری
گھر طیبہ بسانے کو جی چاہتا ہے
مل جاتے ہیں جہاں جو بن مانگے
اسی در پہ جانے کو جی چاہتا ہے
سبھوں سے وہ ذات ہے جو افضل
تصور میں لانے کو جی چاہتا ہے
کیا عالم ہوگا میرا مدینہ پہونچ کر
خیالوں میں لانے کو جی چاہتا ہے
قریب محشر میں ہوں گے وہ شفیع الامم
پاس ان کے جانے کو جی چاہتا ہے
آتی ہے خوشبو کیا مدینے کی گلیوں سے
ساتھ ساتھ لانے کو جی چاہتا ہے
حاجی کرتے ہیں گر ذکر مدینہ
گلے سے لگانے کو جی چاہتا ہے
اڑا لاؤ صبا دھول ہی کچھ وہاں کی
نظر میں چھپانے کو جی چاہتا ہے
صابرؔ کیا مزہ آتا ہے ذکر نبی میں
شب و روز گنگنانے کو جی چاہتا ہے

مؤلف کی دیگر کتابیں

ظفر المفاتیح شرح اردو مشکوٰۃ المصابیح

دروسِ شیخین شرح اردو جلالین

تسہیل الوقایہ شرح اردو شرح وقایہ

تنویر السامی شرح اردو شرح جامی

تسہیل السامی شرح اردو شرح جامی مترجم

شرح ملاحسن

توضیح القلیوبی شرح اردو قلیوبی

شرح دیوان متنبی

تسہیل المطالب شرح اردو کافیہ ابن حاجب

تسہیل الکامل شرح اردو شرح مأۃ عامل

تسہیل المنیر شرح اردو نحو میر

ظفر منیر شرح اردو نحو میر

خلاصہ اقسام نحو

رئیس النحو

الغنائی شرح اردو نسائی

جواہر فتاوی رشیدیہ

حاشیہ الاجماع

سوال وجواب نورالانوار

تفہیم الاصباح شرح اردو نورالایضاح

مسائل نکاح

مسائل طلاق

مسائل ربوا

مسائل میراث

مسائل بیوع

تقاریر کہکشاں

تقاریر درخشاں

خطبات علماء دیوبند